

آثارِ امام محمد

اردو ترجمہ و تہذیب: رئیس احمد جعفری ندوی

بلوغ الامانی فی سیرۃ الامام

محمد بن الحسن الشیبانی

عربی تالیف

علامہ المحدث شیخ الاسلام محمد

زاہد الکوثری (م: ۱۳۷۱ھ)

معاون خصوصی: جناب عقیل قریشی

پیشکش: طوبی ریسرچ لائبریری

آثار امام محمد

سید رئیس احمد جعفری ندوی

1777
3/5/82

BOOK CENTRE
BOOK SELLERS & STATIONERS
Haider Road RAWALPINDI
Phone No. 65234

ناشرین
کتاب منزل
کشمیری بازار لاہور

شیخ غلام علی ایندشنز - کتاب منزل لاہور

مکتبہ ترقی و تہذیب

سلسلہ مطبوعات نمبر ۲۴۲

ترجمہ و تہذیب ————— سید عتیق احمد صفری

طبع ————— شیخ نیاز احمد

طبع ————— علی پرنگ پریس

ناشر ————— شیخ غلام علی اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور



مبلغ اول

فہرست

مباحث کتاب
اختتامیہ ، ۲۷
نسب و مولد

صفحہ	صفحہ
۴۵	غذائی شجرہ
۴۶	اصل و من
۴۷	سال ولادت
۴۸	معلومات معتبرہ
۴۹	امام محمد امجدیہ کی مجلس درس میں
۵۰	تھیں قرآن و علوم ضروریہ
۵۱	امام محمدیہ کی مجلس درس
۵۲	حصولِ افتخار و شوق
۵۳	شاگرد کا سوال ، استاد کا جواب
۵۴	فن حدیث کی طرف رجحان
۵۵	امام صاحب کا پایہ علم
۵۶	شرق و مغرب
۵۷	مہر و دیباچہ سے بے نیاز
۵۸	امام محمد کے شیوخ حدیث
۵۹	کوئی اساتذہ کی فہرست
۶۰	شیوخ مدنیہ مسندہ

صفحہ	صفحہ
۶۲ {	۵۴ {
یوحنا بن عیین	مکرکڑ کے اساتذہ
علی بن مسلم	لہرو کے از اساتذہ
موسیٰ بن خضر	واسط کے شیوخ حدیث
۶۳ {	۵۵ {
شاذان بن کلیم	خام کے اکابر حدیث
حسن بن محبوب	خراسان کے اساتذہ
ابن جبہ	علمائے یامد سے مستفاد
ابو عباس حمید	۵۶ {
ابو ثوبہ	شرق تحصیل علم
۶۴ {	امام محمد کے اصحاب و تلامذہ
عبید اللہ بن ابی خنیفہ	ابو حفص احمد بن حفص الجعفی
ابو ربیعہ	ابو سلیمان جرذہانی
مصعب بن عبد اللہ	۶۰ {
یوسف بن حسن	امام شافعی
غطف بن یوسف	ابو سعید ہروی
۶۵ {	عمر حواری
علی بن صالح	محمد بن سہام قسیمی
عقیل بن عتبہ	۶۱ {
علی بن عمران	علی ابن سعید
عروہ بن صبر	سعلی بن منصور
یوحنا بن کثیم	ابو بکر بن ابی مقاتل
۶۶ {	۶۲ {
جوہر بن الحسن	اسد بن فرات
علی بن حسن	محمد بن مقاتل
برہم بن عبید اللہ	

صفحہ	صفحہ
۸۹	۶۶
امام مالک اور اہل عراق	پرو جعفر
۸۰	شیب بن سلیمان
۸۱	علی بن صالح
۸۲	اسماعیل بن قریب
۸۳	بلوچر ابراہیم
۸۴	ابو ذکریا
۸۵	ابو موسیٰ
۸۶	سینان بن حبان
۸۷	محمد بن عمرو اقدی
۸۸	امام محمد امام مالک کے حضور میں
۸۹	موطا امام مالک
۹۰	موطا امام محمد
۹۱	موطا یحییٰ بن یسعی
۹۲	امام مالک اور موطا
۹۳	اختلاف نسخ
۹۴	امام محمد کا طریقہ
۹۵	سب سے بڑا کام
۹۶	امام محمد اور امام مالک
۹۷	استاد شاگرد کے مابین تبادلہ فکر و رائے
۹۸	
۹۹	
۱۰۰	
۱۰۱	
۱۰۲	
۱۰۳	
۱۰۴	
۱۰۵	
۱۰۶	
۱۰۷	
۱۰۸	
۱۰۹	
۱۱۰	
۱۱۱	
۱۱۲	
۱۱۳	
۱۱۴	
۱۱۵	
۱۱۶	
۱۱۷	
۱۱۸	
۱۱۹	
۱۲۰	
۱۲۱	
۱۲۲	
۱۲۳	
۱۲۴	
۱۲۵	
۱۲۶	
۱۲۷	
۱۲۸	
۱۲۹	
۱۳۰	
۱۳۱	
۱۳۲	
۱۳۳	
۱۳۴	
۱۳۵	
۱۳۶	
۱۳۷	
۱۳۸	
۱۳۹	
۱۴۰	
۱۴۱	
۱۴۲	
۱۴۳	
۱۴۴	
۱۴۵	
۱۴۶	
۱۴۷	
۱۴۸	
۱۴۹	
۱۵۰	
۱۵۱	
۱۵۲	
۱۵۳	
۱۵۴	
۱۵۵	
۱۵۶	
۱۵۷	
۱۵۸	
۱۵۹	
۱۶۰	
۱۶۱	
۱۶۲	
۱۶۳	
۱۶۴	
۱۶۵	
۱۶۶	
۱۶۷	
۱۶۸	
۱۶۹	
۱۷۰	
۱۷۱	
۱۷۲	
۱۷۳	
۱۷۴	
۱۷۵	
۱۷۶	
۱۷۷	
۱۷۸	
۱۷۹	
۱۸۰	
۱۸۱	
۱۸۲	
۱۸۳	
۱۸۴	
۱۸۵	
۱۸۶	
۱۸۷	
۱۸۸	
۱۸۹	
۱۹۰	
۱۹۱	
۱۹۲	
۱۹۳	
۱۹۴	
۱۹۵	
۱۹۶	
۱۹۷	
۱۹۸	
۱۹۹	
۲۰۰	
۲۰۱	
۲۰۲	
۲۰۳	
۲۰۴	
۲۰۵	
۲۰۶	
۲۰۷	
۲۰۸	
۲۰۹	
۲۱۰	
۲۱۱	
۲۱۲	
۲۱۳	
۲۱۴	
۲۱۵	
۲۱۶	
۲۱۷	
۲۱۸	
۲۱۹	
۲۲۰	
۲۲۱	
۲۲۲	
۲۲۳	
۲۲۴	
۲۲۵	
۲۲۶	
۲۲۷	
۲۲۸	
۲۲۹	
۲۳۰	
۲۳۱	
۲۳۲	
۲۳۳	
۲۳۴	
۲۳۵	
۲۳۶	
۲۳۷	
۲۳۸	
۲۳۹	
۲۴۰	
۲۴۱	
۲۴۲	
۲۴۳	
۲۴۴	
۲۴۵	
۲۴۶	
۲۴۷	
۲۴۸	
۲۴۹	
۲۵۰	
۲۵۱	
۲۵۲	
۲۵۳	
۲۵۴	
۲۵۵	
۲۵۶	
۲۵۷	
۲۵۸	
۲۵۹	
۲۶۰	
۲۶۱	
۲۶۲	
۲۶۳	
۲۶۴	
۲۶۵	
۲۶۶	
۲۶۷	
۲۶۸	
۲۶۹	
۲۷۰	
۲۷۱	
۲۷۲	
۲۷۳	
۲۷۴	
۲۷۵	
۲۷۶	
۲۷۷	
۲۷۸	
۲۷۹	
۲۸۰	
۲۸۱	
۲۸۲	
۲۸۳	
۲۸۴	
۲۸۵	
۲۸۶	
۲۸۷	
۲۸۸	
۲۸۹	
۲۹۰	
۲۹۱	
۲۹۲	
۲۹۳	
۲۹۴	
۲۹۵	
۲۹۶	
۲۹۷	
۲۹۸	
۲۹۹	
۳۰۰	
۳۰۱	
۳۰۲	
۳۰۳	
۳۰۴	
۳۰۵	
۳۰۶	
۳۰۷	
۳۰۸	
۳۰۹	
۳۱۰	
۳۱۱	
۳۱۲	
۳۱۳	
۳۱۴	
۳۱۵	
۳۱۶	
۳۱۷	
۳۱۸	
۳۱۹	
۳۲۰	
۳۲۱	
۳۲۲	
۳۲۳	
۳۲۴	
۳۲۵	
۳۲۶	
۳۲۷	
۳۲۸	
۳۲۹	
۳۳۰	
۳۳۱	
۳۳۲	
۳۳۳	
۳۳۴	
۳۳۵	
۳۳۶	
۳۳۷	
۳۳۸	
۳۳۹	
۳۴۰	
۳۴۱	
۳۴۲	
۳۴۳	
۳۴۴	
۳۴۵	
۳۴۶	
۳۴۷	
۳۴۸	
۳۴۹	
۳۵۰	
۳۵۱	
۳۵۲	
۳۵۳	
۳۵۴	
۳۵۵	
۳۵۶	
۳۵۷	
۳۵۸	
۳۵۹	
۳۶۰	
۳۶۱	
۳۶۲	
۳۶۳	
۳۶۴	
۳۶۵	
۳۶۶	
۳۶۷	
۳۶۸	
۳۶۹	
۳۷۰	
۳۷۱	
۳۷۲	
۳۷۳	
۳۷۴	
۳۷۵	
۳۷۶	
۳۷۷	
۳۷۸	
۳۷۹	
۳۸۰	
۳۸۱	
۳۸۲	
۳۸۳	
۳۸۴	
۳۸۵	
۳۸۶	
۳۸۷	
۳۸۸	
۳۸۹	
۳۹۰	
۳۹۱	
۳۹۲	
۳۹۳	
۳۹۴	
۳۹۵	
۳۹۶	
۳۹۷	
۳۹۸	
۳۹۹	
۴۰۰	
۴۰۱	
۴۰۲	
۴۰۳	
۴۰۴	
۴۰۵	
۴۰۶	
۴۰۷	
۴۰۸	
۴۰۹	
۴۱۰	
۴۱۱	
۴۱۲	
۴۱۳	
۴۱۴	
۴۱۵	
۴۱۶	
۴۱۷	
۴۱۸	
۴۱۹	
۴۲۰	
۴۲۱	
۴۲۲	
۴۲۳	
۴۲۴	
۴۲۵	
۴۲۶	
۴۲۷	
۴۲۸	
۴۲۹	
۴۳۰	
۴۳۱	
۴۳۲	
۴۳۳	
۴۳۴	
۴۳۵	
۴۳۶	
۴۳۷	
۴۳۸	
۴۳۹	
۴۴۰	
۴۴۱	
۴۴۲	
۴۴۳	
۴۴۴	
۴۴۵	
۴۴۶	
۴۴۷	
۴۴۸	
۴۴۹	
۴۵۰	
۴۵۱	
۴۵۲	
۴۵۳	
۴۵۴	
۴۵۵	
۴۵۶	
۴۵۷	
۴۵۸	
۴۵۹	
۴۶۰	
۴۶۱	
۴۶۲	
۴۶۳	
۴۶۴	
۴۶۵	
۴۶۶	
۴۶۷	
۴۶۸	
۴۶۹	
۴۷۰	
۴۷۱	
۴۷۲	
۴۷۳	
۴۷۴	
۴۷۵	
۴۷۶	
۴۷۷	
۴۷۸	
۴۷۹	
۴۸۰	
۴۸۱	
۴۸۲	
۴۸۳	
۴۸۴	
۴۸۵	
۴۸۶	
۴۸۷	
۴۸۸	
۴۸۹	
۴۹۰	
۴۹۱	
۴۹۲	
۴۹۳	
۴۹۴	
۴۹۵	
۴۹۶	
۴۹۷	
۴۹۸	
۴۹۹	
۵۰۰	
۵۰۱	
۵۰۲	
۵۰۳	
۵۰۴	
۵۰۵	
۵۰۶	
۵۰۷	
۵۰۸	
۵۰۹	
۵۱۰	
۵۱۱	
۵۱۲	
۵۱۳	
۵۱۴	
۵۱۵	
۵۱۶	
۵۱۷	
۵۱۸	
۵۱۹	
۵۲۰	
۵۲۱	
۵۲۲	
۵۲۳	
۵۲۴	
۵۲۵	
۵۲۶	
۵۲۷	
۵۲۸	
۵۲۹	
۵۳۰	
۵۳۱	
۵۳۲	
۵۳۳	
۵۳۴	
۵۳۵	
۵۳۶	
۵۳۷	
۵۳۸	
۵۳۹	
۵۴۰	
۵۴۱	
۵۴۲	
۵۴۳	
۵۴۴	
۵۴۵	
۵۴۶	
۵۴۷	
۵۴۸	
۵۴۹	
۵۵۰	
۵۵۱	
۵۵۲	
۵۵۳	
۵۵۴	
۵۵۵	
۵۵۶	
۵۵۷	
۵۵۸	
۵۵۹	
۵۶۰	
۵۶۱	
۵۶۲	
۵۶۳	
۵۶۴	
۵۶۵	
۵۶۶	
۵۶۷	
۵۶۸	
۵۶۹	
۵۷۰	
۵۷۱	
۵۷۲	
۵۷۳	
۵۷۴	
۵۷۵	
۵۷۶	
۵۷۷	
۵۷۸	
۵۷۹	
۵۸۰	
۵۸۱	
۵۸۲	
۵۸۳	
۵۸۴	
۵۸۵	
۵۸۶	
۵۸۷	
۵۸۸	
۵۸۹	
۵۹۰	
۵۹۱	
۵۹۲	
۵۹۳	
۵۹۴	
۵۹۵	
۵۹۶	
۵۹۷	
۵۹۸	
۵۹۹	
۶۰۰	
۶۰۱	
۶۰۲	
۶۰۳	
۶۰۴	
۶۰۵	
۶۰۶	
۶۰۷	
۶۰۸	
۶۰۹	
۶۱۰	
۶۱۱	
۶۱۲	
۶۱۳	
۶۱۴	
۶۱۵	
۶۱۶	
۶۱۷	
۶۱۸	
۶۱۹	
۶۲۰	
۶۲۱	
۶۲۲	
۶۲۳	
۶۲۴	
۶۲۵	
۶۲۶	
۶۲۷	
۶۲۸	
۶۲۹	
۶۳۰	
۶۳۱	
۶۳۲	
۶۳۳	
۶۳۴	
۶۳۵	
۶۳۶	
۶۳۷	
۶۳۸	
۶۳۹	
۶۴۰	
۶۴۱	
۶۴۲	
۶۴۳	
۶۴۴	
۶۴۵	
۶۴۶	
۶۴۷	
۶۴۸	
۶۴۹	
۶۵۰	
۶۵۱	
۶۵۲	
۶۵۳	
۶۵۴	
۶۵۵	

صفحہ	صفحہ
۱۰۱	اسد اور امام محمد
۱۰۲	اسد کا بیان
۱۰۳	امام محمد کا ایشار
۱۰۴	شاگردوں سے ضمنی سلوک
۱۰۵	سفر عراق کا ذکر اسد کی زبان سے
۱۰۶	ذہبی کی روایت
۱۰۷	ایک قابل غور بات
۱۰۸	اسد بصرہ میں
۱۰۹	اسد مصر میں
۱۱۰	اسد اور ابن القاسم
۱۱۱	بین واقعہ بطرز دیگر
۱۱۲	اسدیت
۱۱۳	ابن ابی حاتم کیا کہتے ہیں ؟
۱۱۴	ابن عبد البر کی رائے ذنی
۱۱۵	اسد اور اشجب
۱۱۶	سوال و جواب
۱۱۷	رد و مکد - تیسرا دریا
۱۱۸	اسد کا استفادہ احسان سے
۱۱۹	ایک اور امر
۱۲۰	قاضی میاض کی روایت
۱۲۱	ماک کا استفادہ ابو حنیفہ سے
۱۲۲	شافعی کی روایت و راوی سے
۱۲۳	روایات کثیرہ
۱۲۴	استفادہ اور استفاد
۱۲۵	افس کی سرحد تک
۱۲۶	اسد کی وفات
۱۲۷	ماک اور ابو حنیفہ کا اختلاف
۱۲۸	امام شافعی امام محمد کے حضور میں
۱۲۹	امام شافعی کی گرفتاری
۱۳۰	دہلی کے بعد
۱۳۱	امام شافعی کی امام محمد سے عقیدت
۱۳۲	نہایت شدہ حقیقت
۱۳۳	تاریخ کبیر کی روایت
۱۳۴	علی کا نام
۱۳۵	ابن قاضی شمس کا بیان
۱۳۶	امام صاحب کی دوا و دہش
۱۳۷	مخصوص برتاؤ
۱۳۸	ابن ابی حاتم کی روایت
۱۳۹	ایک سوال

صفحہ	صفحہ
۱۲۳	قد افرائی
۱۲۵	امام صاحب کردار و سیرت کا خلاصہ
۱۲۶	خانقاہ سے منظر
۱۲۷	امام شافعی کا اعتراف
۱۲۸	امام شافعی کا اوس طرف پاس
۱۲۹	امام شافعی سے حسن سلوک
۱۳۰	امام شافعی و امام محمد
۱۳۱	ایک منکرہ کی روایت
۱۳۲	یہ روایت غلط ہے
۱۳۳	روایت کے لحاظ سے بھی غلط ہے
۱۳۴	قطعا غلط اور ناقابل یقین
۱۳۵	دعویٰ لیکن دلیل نہیں
۱۳۶	ابن حجر کی روایت
۱۳۷	جہول اور ناقابل یقین
۱۳۸	خطیب کی ایک روایت
۱۳۹	صیبری کی تخریج
۱۴۰	امام محمد کی شاہی فتویٰ
۱۴۱	تبصرہ
۱۴۲	ایک اور غلط روایت
۱۴۳	قرشی کے بارے میں حدیث
۱۴۴	یہ حدیث صحیح نہیں
۱۴۵	خطیب کی حیثیت
۱۴۶	تاریخی حقائق
۱۴۷	الجزء
۱۴۸	امام شافعی کے سفر کا ذکر
۱۴۹	ناقابل قبول برائے کے اسباب
۱۵۰	حقیقت و واقعہ
۱۵۱	یہ روایت بھی غلط ہے
۱۵۲	غلط طرز کار
۱۵۳	حقائق سے انکار
۱۵۴	امام شافعی کا سفر میں
۱۵۵	امام محمد کا کلمہ حق باروں کے سامنے
۱۵۶	بہیسی کی حقیقت
۱۵۷	شافعیہ کے اہل علم
۱۵۸	اکابر علم کا روئے
۱۵۹	دوسرا سفر بغداد
۱۶۰	روایت کے اہم اجزاء
۱۶۱	تبصرہ
۱۶۲	دروغ شخص
۱۶۳	تخصیص و تخیق
۱۶۴	ایک اور داستان

صفحہ	صفحہ
۱۵۱	۱۳۶ { دلچسپ اور عجیب
	۱۳۷ { بیش قرار احادیث
	۱۳۸ { ایک اور کذب مرتب
	۱۳۹ { ایک حقیقی نظر
۱۵۲	۱۴۰ { رنگ آمیزی
	۱۴۱ { خطیب کی غلط کاری
۱۵۳	۱۴۲ { غلط بیانی کا طوطا
	۱۴۳ { مبسوط کی روایت
۱۵۴	۱۴۴ { روایت کے اصل الفاظ
	۱۴۵ { ایک اور سوال
۱۵۵	۱۴۶ { بحث مفاہلت
۱۵۶	امام محمدؒ امام ابو یوسفؒ کی مجلس علم میں
۱۵۷	فقہ و حدیث کی تحصیل اور حواشی ما بعد
۱۵۸	۱۴۷ { طحاوی کی ایک روایت
۱۵۹	۱۴۸ { جواب کی صحت پر اصرار
	۱۴۹ { امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ
۱۶۰	۱۵۰ { محمد بن شجاع کا بیان
	۱۵۱ { ابن ابی الدوام کا قول
	۱۵۲ { طبری کی ایک روایت
	۱۵۳ { فرق الفاظ
	۱۵۴ { محمد بن ساعد کا ارشاد
	۱۵۵ { بیان صفائی
	۱۵۶ { امام محمدؒ بعد ازیں
	۱۵۷ { اصل مقصد
	۱۵۸ { جاہ و منصب کی نفرت
	۱۵۹ { بیسویں پر کی گئی دربار میں
	۱۶۰ { ذہبی کا بیان کردہ واقعہ
	۱۶۱ { اصل وجہ
	۱۶۲ { یہ بھی غلط
	۱۶۳ { سرخس کی غلط روایت
	۱۶۴ { غلطی بڑوں سے بھی ہوتی ہے
	۱۶۵ { ایک تنقیدی نظر
	۱۶۶ { بدواً مختصر حسن
	۱۶۷ { کیا غلط ہے؟
	۱۶۸ { علم کا گروہ گروں
	۱۶۹ { خدا کا نشانہ
	۱۷۰ { حسن نیت کے باوجود غلطی
	۱۷۱ { جاہ و منصب سے امام محمدؒ کی نفرت
	۱۷۲ { ارباب حکومت سے بخشنی - بیان حق کی حرمت

صفحہ	صفحہ
۱۴۹ {	حکومت میں شرکت سے پرہیزی
۱۵۰ {	امام محمد کی معمولی عمدہ قضا سے
۱۵۱ {	ہارون کے سامنے اعلاء کلمۃ الحق
۱۵۲ {	امام محمد کی طبیعت
۱۵۳ {	امام کا اعلان حق
۱۵۴ {	خلیفہ کی پرہیزی
۱۵۵ {	قاضی القضاۃ کی ممانعت
۱۵۶ {	جوش و فقاہاری
۱۵۷ {	فتویٰ دینے کی ممانعت
۱۵۸ {	خلیفہ کی والدہ کا استقبال
۱۵۹ {	مال کی بیٹے سے سفارش
۱۶۰ {	نظر بندی
۱۶۱ {	مسلمانوں کے قتل کا فتویٰ
۱۶۲ {	ہارون امام محمد کی حق گوئی سے متاثر ہوا
۱۶۳ {	دربار خلافت میں حق کا فروغ
۱۶۴ {	مظلوم کی ظالم سے استدعا
۱۶۵ {	امام محمد کا اگر بے اختیار
۱۶۶ {	ہارون کا قصہ
۱۶۷ {	انصاف تقصیر
۱۶۸ {	ایک حسرت
۱۶۹ {	خلیفہ کا عتاب امام محمد پر
۱۷۰ {	امام محمد کی تلاش
۱۷۱ {	محمد بن قضا بن علی
۱۷۲ {	فتویٰ دینے کی ممانعت
۱۷۳ {	طالبن کا تحا طلب خلیفہ سے
۱۷۴ {	ابو العیسیٰ کو ملے قضا
۱۷۵ {	امام محمد خلیفہ کے استقبال کو کھڑے نہیں ہوئے
۱۷۶ {	محمد اور ہارون میں سوال و جواب
۱۷۷ {	ہارون کا عذر
۱۷۸ {	نا قابل قبول مندر
۱۷۹ {	سوال و جواب
۱۸۰ {	خلیفہ کا سوال و جواب
۱۸۱ {	ہارون کا غلط فہمی
۱۸۲ {	امام محمد کی بے خوفی
۱۸۳ {	امام محمد کی سیرت کردار کے چند پہلو
۱۸۴ {	عاصم و عاصی، معاویہ، انصار و منافق اور قاتل
۱۸۵ {	امام محمد کا زمانہ
۱۸۶ {	روحانی لوتہ تاریکی
۱۸۷ {	طالبا کا حال زلموں

صفحہ	صفحہ
۲۰۴	۱۹۳
حبيب پھر آؤ	اصحاب عزائم
۲۰۵	۱۹۴
ساوگی اور مٹسادی	امام محمد عوام میں
حدیث اور احکامات	مجتہد کے اوصاف
ایک الزام	۱۹۵
۲۰۶	۱۹۶
انزلی جواب	امام محمد کا جواب
امام محمد کا علم حدیث	ہر پہلو میں نظر و مشاہدہ
بانج نظروائے	امام بخاری کے اُستاد
۲۰۷	۱۹۷
عینی بن ابان	نبرہ روایت
خلیفہ مامون کی قدر دانی	عاصم بن کرجاب
۲۰۸	۱۹۸
الحج بکیر بن روح علی قدیم الشافعی	شرط سماعت
امام احمد بن حنبل کی رائے	ایک واقعہ
۲۰۹	۱۹۹
امام محمد کی کتابوں کے بارے میں	اصحاب حدیث کا مجمع
۲۱۰	۲۰۰
فقیہی گروہ ہندی	ایک کمی کا احساس
۲۱۱	۲۰۱
امام محمد کے تفقہ کا اعتراف	ابو الیقظام امام محمد کے پاس
۲۱۲	۲۰۲
امام محمد کی کتابوں سے استفادہ	ساوگی اور اخلاص
۲۱۳	۲۰۳
امام محمد ماہر عربیت	امام ابو یوسف کا ذکر
۲۱۴	۲۰۴
امام احمد بن حنبل کا ترقی و اصلاح	مجتہد کی خطا و صواب
۲۱۵	۲۰۵
فقہ پر حدیث کو ترجیح دو	اجتہاد کے مسئلہ میں برتت کیا تھا
۲۱۶	۲۰۶
مستفرد اسلمی	سیرت و کردار
جزائری کے نام ابی حنبل کا خط	پہانگ ملاقات
	۲۰۷
	۲۰۸
	۲۰۹
	۲۱۰
	۲۱۱
	۲۱۲
	۲۱۳
	۲۱۴
	۲۱۵
	۲۱۶
	۲۱۷
	۲۱۸
	۲۱۹
	۲۲۰
	۲۲۱
	۲۲۲
	۲۲۳
	۲۲۴
	۲۲۵
	۲۲۶
	۲۲۷
	۲۲۸
	۲۲۹
	۲۳۰
	۲۳۱
	۲۳۲
	۲۳۳
	۲۳۴
	۲۳۵
	۲۳۶
	۲۳۷
	۲۳۸
	۲۳۹
	۲۴۰
	۲۴۱
	۲۴۲
	۲۴۳
	۲۴۴
	۲۴۵
	۲۴۶
	۲۴۷
	۲۴۸
	۲۴۹
	۲۵۰
	۲۵۱
	۲۵۲
	۲۵۳
	۲۵۴
	۲۵۵
	۲۵۶
	۲۵۷
	۲۵۸
	۲۵۹
	۲۶۰
	۲۶۱
	۲۶۲
	۲۶۳
	۲۶۴
	۲۶۵
	۲۶۶
	۲۶۷
	۲۶۸
	۲۶۹
	۲۷۰
	۲۷۱
	۲۷۲
	۲۷۳
	۲۷۴
	۲۷۵
	۲۷۶
	۲۷۷
	۲۷۸
	۲۷۹
	۲۸۰
	۲۸۱
	۲۸۲
	۲۸۳
	۲۸۴
	۲۸۵
	۲۸۶
	۲۸۷
	۲۸۸
	۲۸۹
	۲۹۰
	۲۹۱
	۲۹۲
	۲۹۳
	۲۹۴
	۲۹۵
	۲۹۶
	۲۹۷
	۲۹۸
	۲۹۹
	۳۰۰
	۳۰۱
	۳۰۲
	۳۰۳
	۳۰۴
	۳۰۵
	۳۰۶
	۳۰۷
	۳۰۸
	۳۰۹
	۳۱۰
	۳۱۱
	۳۱۲
	۳۱۳
	۳۱۴
	۳۱۵
	۳۱۶
	۳۱۷
	۳۱۸
	۳۱۹
	۳۲۰
	۳۲۱
	۳۲۲
	۳۲۳
	۳۲۴
	۳۲۵
	۳۲۶
	۳۲۷
	۳۲۸
	۳۲۹
	۳۳۰
	۳۳۱
	۳۳۲
	۳۳۳
	۳۳۴
	۳۳۵
	۳۳۶
	۳۳۷
	۳۳۸
	۳۳۹
	۳۴۰
	۳۴۱
	۳۴۲
	۳۴۳
	۳۴۴
	۳۴۵
	۳۴۶
	۳۴۷
	۳۴۸
	۳۴۹
	۳۵۰
	۳۵۱
	۳۵۲
	۳۵۳
	۳۵۴
	۳۵۵
	۳۵۶
	۳۵۷
	۳۵۸
	۳۵۹
	۳۶۰
	۳۶۱
	۳۶۲
	۳۶۳
	۳۶۴
	۳۶۵
	۳۶۶
	۳۶۷
	۳۶۸
	۳۶۹
	۳۷۰
	۳۷۱
	۳۷۲
	۳۷۳
	۳۷۴
	۳۷۵
	۳۷۶
	۳۷۷
	۳۷۸
	۳۷۹
	۳۸۰
	۳۸۱
	۳۸۲
	۳۸۳
	۳۸۴
	۳۸۵
	۳۸۶
	۳۸۷
	۳۸۸
	۳۸۹
	۳۹۰
	۳۹۱
	۳۹۲
	۳۹۳
	۳۹۴
	۳۹۵
	۳۹۶
	۳۹۷
	۳۹۸
	۳۹۹
	۴۰۰

صفحہ	صفحہ
۲۲۹ { میرا مذہب ہی ہے جو خطائے راشدین کا تھا	۱۱۵ لوحات کا جواب
۲۳۰ امام محمد کا عقیدہ	۱۱۶ { اضطراب روایت تطبیق روایت
امام محمد کی شان و صفات	۱۱۷ احمد بن حنبل ابو یوسف کے شاگرد تھے
۲۳۱ وقت کے اصحاب علم و فضل کی زبان سے	۱۱۸ { فقہ مستنبط سے اختلاف افکار و خیالات میں انقلاب
۲۳۲ { دوسرے مکاتب فکر کا اعتراف مالک کی زبان سے محمد کی تعریف	۱۱۹ { فقہی آثار سے رجوع تدوینی علوم کی حرکت
۲۳۳ امام شافعی کا اعتراف	۱۲۰ جمہور امت کا مسک
۲۳۴ { امام شافعی کا ایک اور قول	۱۲۱ حدیث و فقہ قید تحریر میں
۲۳۵ امام محمد میرے استاد تھے	۱۲۲ اصل بات
۲۳۶ { امام محمد سے بڑے فقیہ تھے	۱۲۳ { دینی خدمت اور فرائض
۲۳۷ میں نے امام محمد سے بہت کچھ حاصل کیا	چند ممتاز حدیثیہ اعتقادی مسائل
۲۳۸ { امام محمد کی فصاحت و بلاغت خطیب کی روایت	۱۲۴ { اور ان مسائل سے متعلق امام محمد کی رائے خلق قرآن کا مسئلہ
۲۳۹ امام محمد کا دانش و سنش	۱۲۵ محرمات کا انکار
۲۴۰ جسے قرآن امام محمد پر نازل ہوا ہے	۱۲۶ خدا کا سامان دنیا پر نہیں
۲۴۱ { فقیہ تو امام محمد میں !	۱۲۷ صفات الہی پر ایمان
۲۴۲ میں فقہ میں امام محمد کا زیر بار احسان ہوں	۱۲۸ مباحات شافعی کی تردید
۲۴۳ امام محمد کا جہت خدا	

صفحہ	صفحہ
۲۳۷ {	۲۳۰ {
برہان کا قول	مناقب شافعی کا ایک ٹکڑا
۲۳۸ {	۲۳۱ {
سب سے بڑا کتاب	چاندیپ اور خوش لباس
۲۳۹ {	۲۳۲ {
الجامع الحکیم کی مثال	نوائی مسائل پر سوال
۲۴۰ {	۲۳۳ {
ابداغ و ایچاؤ کی نشانی	امام محمد کی مجلس
۲۴۱ {	۲۳۴ {
جامعیت اور اتحادیت	رحم و مروت کا برتاؤ
۲۴۲ {	۲۳۵ {
محمد بن سعد کی روایت	ناخ و منہ رخ کا عالم
۲۴۳ {	۲۳۶ {
امام محمد کی تعریف	فتویٰ دینے میں ماہر
۲۴۴ {	۲۳۷ {
امام محمد سے احتجاج	تحقیق اور پروا باری
۲۴۵ {	۲۳۸ {
قریب حافضہ کا کمال	باب الاخیار
۲۴۶ {	۲۳۹ {
امام محمد کی تہا و صفت	لیکھنے کی خصوصیت
۲۴۷ {	۲۴۰ {
حقائق اور واقعات	مستقبل کا ترجمہ
۲۴۸ {	۲۴۱ {
ابن ابی حاتم کی روایت	حافظہ محمد تو ایسا
۲۴۹ {	۲۴۲ {
امام محمد اور واقعہ	الجامع الصغیر کی کتابت
۲۵۰ {	۲۴۳ {
امام محمد اور واقعہ کا معاملہ	شدت تحقیق و تحقیق
۲۵۱ {	۲۴۴ {
کیا امام محمد مخالف آثار تھے؟	کتاب الہی کا عالم
۲۵۲ {	۲۴۵ {
پیر وی حدیث رسول	محمد بن سلام کا قول
۲۵۳ {	۲۴۶ {
امام محمد کے مصنفات و کتب	سب سے بڑا فقہ
۲۵۴ {	۲۴۷ {
تفاوت تذکرہ، تنقید	امام محمد کی تقسیم اوقات
۲۵۵ {	۲۴۸ {
امام محمد صرف فقہ نہ تھے	شب بیداری
۲۵۶ {	۲۴۹ {
امام محمد پر خدا کا فضل	کوہ کی مسجد میں درس علوم
۲۵۷ {	۲۵۰ {
	قرآن کریم کی تلاوت کثرت سے
	نقد و کثرت

صفحہ	صفحہ
۲۶۹ {	کتاب امام محمد کا انداز و اسلوب
۲۶۹ {	کتاب وصفتات پر ایک نظر
۲۶۹ {	امام محمد کی کتابیں
۲۶۹ {	طہارہ کا ذکر
۲۶۹ {	انقلاب الحکیم کتابیں
۲۶۹ {	اسدیہ کی تدوین میں امام محمد کا حجت
۲۶۹ {	کتاب شافعی اور امام محمد
۲۶۹ {	امام احمد بن حنبل کا علم مسائل اور امام محمد
۲۶۹ {	لاصل یعنی المبسوط
۲۶۹ {	طریق بحث و گفتگو
۲۶۹ {	آئندہ صحابہ و تابعین
۲۶۹ {	الجامع الصغیر
۲۶۹ {	سبب تالیف
۲۶۹ {	السیر الصغیر
۲۶۹ {	الجامع الکبیر
۲۶۹ {	فقد اصول کی سب سے بڑی کتاب
۲۶۹ {	ابوبکر رازی کا قول
۲۶۹ {	افشاش کی روایت
۲۶۹ {	الجامع الکبیر سے تاثر
۲۶۹ {	جامعہ اہل علم کا اتفاق
۲۶۹ {	امام ابن قتیہ کا اعتراف
۲۶۹ {	شروع و حواشی
۲۶۹ {	رواۃ جامع الکبیر
۲۶۹ {	الزیادات و زیادات الزیادات
۲۶۹ {	سبب تالیف
۲۶۹ {	السیر الکبیر
۲۶۹ {	شروع و حواشی
۲۶۹ {	غیر ملفوظ میں ترجمے
۲۶۹ {	کتاب بحث کی روایت
۲۶۹ {	الرقبات
۲۶۹ {	کیانیات
۲۶۹ {	کتاب غنائم اصغر
۲۶۹ {	الجزائریات
۲۶۹ {	الحدیثیات
۲۶۹ {	کتاب الزوار
۲۶۹ {	الکلب
۲۶۹ {	المطالع والہیل
۲۶۹ {	موطا امام محمد
۲۶۹ {	شروع و حواشی
۲۶۹ {	ملازمہ الحدیث کی غلط فہمی

افتتاحیہ

جن لوگوں نے فقہ حنفی کا درس و درس عربیہ میں سنبھالنا شروع کیا ہے، اور جنہوں نے ہایہ وغیرہ کا مطالعہ کیا ہے، وہ امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب

اور امام ابو یوسفؒ

اور امام محمدؒ

اور امام زفرؒ

وغیرہ سے ناواقف نہیں ہو سکتے۔

جن لوگوں نے فقہ حنفی کی کتابوں سے باقاعدہ استفادہ کیا ہے، ان سے یہ حقیقت بھی آشکار

نہیں کہ شرح و تالیف اور ہایہ وغیرہ کی کتابوں میں جو مسائل درج ہیں ان میں امام ابو حنیفہؒ امام

ابو یوسفؒ امام زفرؒ اور امام محمدؒ وغیرہ کے اقوال بھی درج ہوئے ہیں۔ اس کے بارے میں درج شدہ ہیں

لیکن ایک طالب علم یہ دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے۔ اور اس لیے حیران رہ جاتا ہے کہ اس

کی نظر صرف اپنے سبق تک ہی محدود رہتی ہے۔ اس لیے زیادہ نہ وہ کچھ سوچتا ہے، نہ سوجنا

چاہتا ہے، نہ سوچنے کی فرصت ہوتی ہے، نہ اس فن کے پس منظر اور دائرہ فکر کے حالات و سوانح

اور علمی، ذہنی کارناموں سے واقف ہوتا ہے۔۔۔ کہ ان مسائل میں مفتی پر مسائل کا بہت کافی حصہ وہ ہے جو امام محمد کے اقوال پر مشتمل ہے۔

امام محمد کی عظمت و جلال کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ ان کے اقوال و اقوال سے اس کے اصحاب کی موجودگی میں بھی اتنے اہم ہونے ہاتھ میں کہ فتویٰ ہی پر دیا جاتا ہے۔

یہ بڑی بد قسمتی کی بات ہے کہ ائمہ و دہان میں امام محمد پر کوئی مقالہ تک نہیں ملتا۔ حالانکہ ان کی شخصیت اس کی مستحق تھی کہ ان پر ایک مفصل اور مکمل کتاب لکھی جاتی۔

مجھے طالب علمی کے زمانہ ہی سے امام محمد اودان کے اقل و دلّ اقوال سے غیر معمولی شغف رہا ہے لیکن بد قسمتی سے اس موضوع پر قلم اٹھانے کی نہ مکررات ملتا۔ نے سات دی ذاتی سروساٹا میسر آیا کہ اس جلیل و جلیل موضوع پر قلم فرمائی کر سکتا۔

خوش قسمتی سے محمد نابد بن الحسن الکوثری مصری کی ایک کتاب سیرۃ امام محمد بن الحسن الشیبانی اس مرتبہ کو راجی کے مجلس علمی کے کتب خانے میں نظر سے گزری۔۔۔ موصوف مصر کی نہایت جلیل القدر شخصیتوں میں سے ہیں، تحقیق و تمحیص ان کا حصہ ہے، کتب تاریخی کے جزئیات تک پر ان کی نظر نہایت وسیع ہے۔ وہ جب کسی موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں تو اس کا حق ادا کر دیتے ہیں، کوئی گوشہ نہیں چھوڑتے، ہر پہلو پر سیر حاصل کرتے ہیں۔ صاحب موصوف کی جلال و شان اور علمی مرتبہ کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ استاد ابو ذہر جو متعدد تحقیقی اور تنقیدی کتابوں کے مؤلف و مصنف کی حیثیت سے لازوال شہرت حاصل کر چکے ہیں، اس کتاب کے مصنف کوثری کے شاگرد ہیں، مقالات کوثری پر انھوں نے جو مقدمہ لکھا ہے، اس میں اس کا اعتراف و فخر و تراز کے ساتھ کیا ہے اور جس شخص نے علامہ کوثری کے مقالات اور مصنفات کا مطالعہ کیا ہے، وہ یہ اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ موصوف گوناگوں مکالمات کے حامل ہیں۔ وہ بہت بڑے انتشار پر لازم ہیں۔ کلام ادنیٰ سخن اور خطابت ان کی تحریر کا جوہر ہے۔ تحقیق کے میدان میں کام فرمائی کرنے والے صحاح و علم و تحقیق کے علم و طہ پر محروم ہوتے ہیں، لیکن علامہ کوثری تحقیق اور وسیع کی خشک و بوی کو بھی اپنے

خاتمہ بہارِ آفریں سے باخ و بہار بنادیتے ہیں۔

ملاحظہ کر لیں کہ دوسری شخصیات اہم اور نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ ان کا داغِ علم و معارف کا گنجینہ ہے اور ادب، فقر، اصول فقہ، حدیث، تفسیر و روایات اور رجال و اشخاص پر حبیب و تہقیدی اور تحقیقی نظر ڈالتے ہیں کہ کسی کے ساتھ رعایت نہیں کرتے، ان کی سیرت نگاری اور تاریخ نویسی نہ کسی شخصیت کو متاثر ہوتی ہے نہ حسن ظن سے، وہ کسی شخصیت سے مرعوب نہیں ہوتے، وہ ہر ایک کا قول پر کھتے ہیں اسے نقد و نظر کی گھنٹی پر کھتے ہیں، اور پھر چورائے ہوتی ہے، اسے بے خوف لانا لامصفائی کے ساتھ بیان کر دیتے ہیں۔ وہ اپنی رائے اور فیصلہ میں نہ تبدیلی کرتے ہیں، نہ ہلکے پیدا ہوسکتے ہیں۔ وہی کہتے ہیں جو ان کے نزدیک حق ہو تب ہے، نطق و فکر کی یہ مشابہتی واقعہ یہ ہے کہ بہت بڑی نعمت ہے جسے اللہ بخش دے۔

یہ کتاب مختصر ہونے کے باوجود جامع حق و مفصل اور مکمل کتاب کی ضرورت اب بھی باقی ہے۔
— میں نے اس کا مطالعہ کیا اور ملے کر لیا کہ اس کا ترجمہ کروں گا۔

اپنے فلاح کی حسب کوئی کتاب عربی یا انگریزی کی مل جاتی ہے، سچو دوسرے پروگرام بغیر کسی نام کی کوڑا طعنی کر دیتا ہوں۔ لاہور سے جب تہا در آب و ہوا کے مقصد سے کوڑا جاتے ہوئے چند روز کے لیے کراچی ٹھہرا تو مجوزہ کاموں کا پروگرام ساتھ تھا، لیکن اس کتاب کو دیکھتے ہی سارے پروگرام طعنی کر دیئے، اور کوڑا پیچھے کے دوسرے ہی روز سب طرف سے یکجہو ہو کر اس کتاب کے ترجمے میں مصروف و منہمک ہو گیا۔ الحمد للہ کہ آج اس کارنامے سے خارج ہو چکا ہوں، خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس کتاب کو قبولِ عام عطا فرمائے، جسے امید ہے کہ فقہ حنفی سے دلچسپی اور شغف رکھنے والے اصحاب اس کتاب کو خرف مطالعہ سے محروم نہ کریں گے۔

کسی کتاب کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس میں جو خیالات پیش کئے گئے ہیں، وہ بھی افکار و خیالات کا اظہار کیا گیا ہے، وہ سب کے سب بعینہ و کجسہ قابل قبول ہیں، لیکن ہر شخص کو اس کی آزادی ضرور ہے کہ وہ کسی شخص یا مسئلہ پر اپنے خیالات کا صفائی سے اظہار کر سکے۔ یہی بات میں اس کتاب کے

ہائے میں بھی کٹا چاہتا ہوں۔

میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ مولانا محمد طاسین صاحب کا شکریہ ادا کروں جو کتب خانہ مجلس علمی کے انچارج میں۔ انھوں نے مجھے ہر طرح کی سہولت بہم پہنچائی۔ جب اور جس کتاب کی ضرورت میں نے محسوس کی، مولانا نے نہایت خندہ جبینی کے ساتھ مجھے استفادہ کا موقع دیا۔

رئیس احمد جعفری (مدنی)

۳۱ جولائی ۱۹۵۸ء

یہ محضر

خیبر پور ہاؤس گوئٹ

الْأَهْلُ

میں اپنی اس ناپسندیدہ کاوش کو اپنے مرحوم اُستاد
مولانا محمد شبلی صاحب مُعَلِّمِ فقہ و ارا العلوم ندوۃ العلماء
لکھنؤ کے نام نامی سے منسوب کرتا ہوں !

رئیس احمد جعفری

نسب و مولد ^(۱)

امام صاحب کا پورا نام اور سلسلہ نسب یہ ہے :

خاندانی شجرہ

ابو عبد اللہ محمد بن الحسن بن فرقد، امام صاحب بنی تعلق کے لحاظ سے شیبانی ہیں، ابو منصور عبد القاسم بن طاہر تہمی بغدادی شافعی نے اپنی کتاب "التفصیل فی اصول الفقہ" میں اور جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب "مبزیل المواہب فی اختلاف الذہاب" میں بھی لکھا ہے، لیکن اہل علم کا ایک بڑا طبقہ اس طرف گیا ہے کہ امام محمد شیبانی تو ہیں لیکن از دو سٹے و لاندہ کہ از دو سٹے نسب بعض اہل علم کہتے ہیں کہ امام محمد کے دادا کا نام فرقد نہیں بلکہ واقعہً، لیکن یہ غلط ہے۔
ابن عساکر نے اپنی لکھا شدہ روزگار اور مشہور دیار و اصحاب تاریخ دمشق میں امام محمد کے والد حسن کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ بڑے دولت مند اور فارع القبال شخص تھے۔

اصل وطن

قاضی ابو حامد جو امام ابو جعفر طحاوی کے حنفی ہیں، فرماتے ہیں کہ

”محمد بن حسن قسطنطین کے قریب رہنے کے جو اس میں ایک مونیٹ کے، چنے والے

تھے۔ میں نے یہ مقام دیکھا ہے اور اس خاندان کے بعض لوگوں سے ملا

ہوں، پھر یہ خاندان یہاں سے کو ذ میں قبل مکانی کر گیا:“

ابو عبد اللہ حسین بن علی بن محمد الصبرری نے اپنی کتاب ”انصار الی حنیفہ واصحابہ“ میں مذکورہ

سند سے اس واقعہ کی تخریج کی ہے۔

محمد بن سعد، کاتب، اقدی، اپنی کتاب ”الطبقات الکبریٰ“ میں تحریر فرماتے ہیں:-

”محمد بن حسن، یہ جزیرہ کے باشندے ہیں۔ ان کے والد سپاہ شام میں

عزم تھے۔ شام سے پھر یہ واسط میں آئے۔ مسئلہ میں ہیں ان کی ولادت

ہوئی!“

سال ولادت

امام محمد کا مذکورہ بالا سال ولادت تاریخی طور پر بالکل صحیح ہے، ابن عبد البر نے ”انستقا“

میں اور ابن خلکان نے ”وافیات الاعیان“ میں امام صاحب کا سال ولادت مسئلہ

تخریر کیا ہے۔ یہ سب محض ہے۔

خطیب نے اپنی ”تاریخ بغداد“ میں اس مسئلہ پر بحث و گفتگو کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:

”محمد بن حسن دمشق کے باشندے ہیں، ان کے قریہ کا نام ”حوستا“

ہے۔ پھر ان کے والد حسن، عراق میں آکر بس گئے۔ یہیں واسط کے مقام

پر امام محمد کی ولادت ہوئی اور کو ذ میں انہوں نے نشو و نما کے مراحل

طے کیے۔“

معلومات معتبرہ

مذکورہ بالا تصریحات اور دوسرے معتبر معلومات سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے

کہ امام محمد کا خاندان دراصل جزیرہ کاربجہ والا تھا، پھر ان کے والد فوجی ملازمت کے سلسلہ میں شام گئے اور وہیں عرصہ تک رہے، کبھی حرمستان میں، کبھی فلسطین کے قریب ایک قریہ میں، یہ دونوں مقامات ہر حال ارض شام سے تعلق رکھتے ہیں، یہاں سے یہ خاندان کوفہ میں منتقل ہو گیا، حسن اپنی ملازمت کے سلسلہ میں واسطہ بھی آتے جاتے تھے، کبھی کبھی زیادہ دنوں تک بھی اپنی ذمہ داریاں انجام دینے کے سلسلہ میں قیام پر مجبور ہو جاتے تھے چنانچہ واسطہ کے دورانی قیام میں امام محمد کی ولادت ہوئی، اور اس کے بعد، پھر یہ خاندان واسطہ سے کوفہ میں چلا آیا۔ جہاں مستقل طور پر اس نے بڑو و باش اختیار کر رکھی تھی، چنانچہ کوفہ واپس آنے کے بعد امام محمد کی تعلیم و تربیت، نشو و نما اور بلوغ و شہور کے مراحل میں اتمام کو پہنچنے اور پھر وطن نسبت بھی یہیں سے قائم ہو گئی، چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد لوگوں نے یہ فراموشش کر دیا کہ درحقیقت یہ خاندان کہاں کاربجہ والا تھا، اس کی اصل کیا تھی، نقل مکانی کر کے کہاں کہاں پہنچا؟ — صرف اتنا یاد رہ گیا کہ امام صاحب کوئی تھے:



امام محمد



امام ابو حنیفہؒ کے خلعہ دریں

امام محمدؒ کو قدرت کی طرف سے ذہانت و ذکاوت اور فراست کی دولت بے حساب عطا ہوئی تھی، ساتھ ہی ساتھ صحت و توانائی کے اعتبار سے بھی وہ بکثرت تھے، شکل و صورت اور اخلاق و سیرت کے لحاظ سے بھی اپنی مثال آپ تھے، بدن مائل بہ فرہی، لیکن فکر و رج لطیف اور سبک، عیش و تنعم کے جملہ سامان فراہم تھے، فرائع خاطر اور سکون قلب کی دولت سے مالا مال، نہ کوئی فکر نہ غم، نہ پریشانی، نہ اندیشہ، زندگی کیا تھی یکسر سرور و نشاط،

تحصیل تکران و علوم ضروریہ

سب تیز کر پہنچنے کے بعد امام صاحب نے قرآن کریم کی تحصیل کی، اور اس کا کالی حقیقہ حفظ بھی کر لیا۔ پھر عربی زبان، ادب و لغت، روایت و محاضرات کی تحصیل پر متوجہ ہوئے،

اس زمانہ میں کوئی علوم عربیہ کا گوارہ اور فقہ و حدیث کا مرکز نہ تھا، کیونکہ حضرت عائشہؓ نے جب کسی ایسے پایہ تخت خلافت بنائے کا شرف بخشا تھا، کبار صحابہ کی ایک بڑی جماعت نے مکہ اور مدینہ سے آکر یہیں کی اجاست اختیار کر لی تھی۔

امام ابو حنیفہؒ کی مجلس درس

جب چودہ سال کی عمر ہوئی تو ایک روز امام ابو حنیفہؒ کی مجلس میں پہنچے تاکہ ان سے اس مسئلہ کے بارے میں دریافت کریں جس نے دل میں کشمکش پیدا کر رکھی تھی۔ امام ابو حنیفہؒ سے محمدؐ نے پوچھا،

”اس زوجہ ان کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جو رات کو عشاء کی نماز پڑھ کر سو یا ہوا اور پھر اسے احتکام ہو گیا ہو؟ کیا اسے نماز عشاء اور سہرہ پڑھنی چاہیئے؟“ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا،

”ہاں، اسے نماز دہرائی چاہیئے!“

پھر منکر محمدؐ لٹھے، جو تے بعل میں دبائے، اور گوشہ مسجد میں جا کر نماز دہرائی، امام ابو حنیفہؒ نے انہیں نماز دہرائے دیکھ کر کہا،

”یہ لڑکا انشاء اللہ ترقی کرے گا!“

حصول فقہ کا ذوق و شوق

اور کوئی شبہ نہیں، امام ابو حنیفہؒ کا یہ قول بار آور ثابت ہوا، چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد محمدؐ کے دل میں حصول فقہ کا ذوق و شوق پیدا ہوا، انہوں نے فقہی مجالس کے جلال و وقار کی کیفیت دیکھی اور اس سے مسحور ہو گئے، چنانچہ حصول فقہ کی آرزو لیے ہوئے وہ امام ابو حنیفہؒ

کی مجلس میں حاضر ہوئے، اور اپنی یہ تمنا امام صاحب کے سامنے پیش کی، انہوں نے فرمایا۔
 ”اگر وقت کا شوق ہے، تو سب سے پہلے قرآن کریم پر عبور حاصل کرو!“

کیونکہ ابوحنیفہ کے مسلک پر اپنے والے کے لئے قرآن کریم پر عبور بجا ضروری ہے،
 جو شخص قرآن پر عبور رکھتا ہوگا، اسے پھر کسی دلیل و محبت کی ضرورت نہیں، کیونکہ ابوحنیفہ کے
 نزدیک ایک حجت اور دلیل کے سلسلہ میں سب سے پہلا ماخذ قرآن ہی ہے۔

محمّد سے جب امام ابوحنیفہ نے یہ بات کہی تو قرآن پر ان کی نظر کچھ زیادہ وسیع نہیں تھی
 چنانچہ وہ چپ چاپ مجلس سے اٹھ گئے، کچھ عرصہ بعد اپنے والد ماجد کے ساتھ پھر تشریف لائے
 اور گویا ہوئے۔

میں نے قرآن کریم حفظ کر لیا اور اس پر اچھی طرح نظر ڈال لی، اے

شاگرد کا سوال، اُستاد کا جواب

اس کے بعد محمد نے امام ابوحنیفہ سے ایک مسئلہ کے بارے میں استفسار کیا، امام صاحب
 نے دریافت کیا،

”یہ سوال خود تمہارے دل میں پیدا ہوا ہے، یا کسی سے پوچھ کر
 آئے ہو؟“

محمد نے جواب دیا:

”میں نے کسی سے نہیں پوچھا، یہ سوال خود میرے دل میں پیدا

ہوا ہے۔“

امام ابوحنیفہ نے فرمایا،

”لیکن یہ سوال تو کسی ایک زعمرو زعمین فوجوان کے بجائے کسی

باشعور مرد کا معلوم ہوتا ہے۔“

اس سوال و جواب کے بعد، امام صاحب نے انھیں اپنے حلقہ دوس میں باقاعدہ شریک کر دیا اور وہ کامل کیسوی، استغراق اور اہناک سے حصولِ فقہ میں لگ گئے، چار سال تک وہ امام جہام کے حلقہ دوس سے مستفید ہوتے رہے، پھر وہ وکالت آیا جو سب کے لیے ناگزیر ہے یعنی امام ابو حنیفہؒ نے سفر آخرت اختیار کیا، امام صاحب کی وفات کے بعد، محمد نے امام صاحب کے شاگرد رشید اور جانشین، امام ابو یوسفؒ کے سامنے زانوئے تلمذہ کیا، کیونکہ فقہ حنفی کا ان سے بڑھ کر مدعا نہ تھا!

فن حدیث کی طرف رجوع

امام محمدؒ نے، فن حدیث کی طرف بھی توجہ کی، کیونکہ علم فقہ کے لیے جس طرح علم قرآن لازمی ہے، اسی طرح فقہ کے لیے ضروری ہے کہ حدیث پر بھی اس کی نظر وسیع ہو، حدیث کی عظمت انہوں نے امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ سے کی، اس کے بعد، کوفہ، البصرہ، مدینہ، مکہ، شام اور بلاد عراق کے مشائخ حدیث سے یہ فن حاصل کیا۔ انہوں نے ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ کے علم میں، اوزاعی، ثوری اور مالک رضی اللہ عنہم کا علم بھی جمع کر دیا۔ یہاں تک کہ فقہ کی طرح حدیث کے بھی وہ امام بن گئے، چنانچہ اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ جس طرح وہ فقہ کے امام تھے، اسی طرح حدیث اور تفسیر میں بھی محبت تھے، اور لغت و ادب میں بھی ہمدردت خصوصاً کے مرتبہ پر فائز تھے۔

امام محمدؒ فرمایا کرتے تھے،

”مجھے ورثہ میں تیس ہزار اشرفیاں ملیں، ان کا نصف میں نے فن لغت و شعر کے حصول میں صرف کر دیا، اور باقی نصف حدیث و فقہ کی تحصیل میں۔“

امام صاحبؒ کا پایہ علم امام ذہبی نے محمد بن حسن کے ترجمہ حالات و سوانح کے سلسلہ میں اپنی کتاب میں

نور ابن ابی العوام نے طحاوی سے، اور انہوں نے ابو حازم سے، اور انہوں نے محمد بن عمار سے جو روایت کی ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام صاحب کا پایہ علم کیا تھا، دیکھو یہ ہے :

”محمد بن حسن نے سب طرف سے مذکورہ فرقہ کا علم حاصل کیا،“

شوق مطالعہ

ابو حازم امام محمد کے نو اسد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔
”میں نے اپنی والدہ سے دریافت کیا کہ گھر میں کیا ناچاں (امام محمدؒ کے معمولات کیا تھے؟ میری والدہ نے بتایا، خدا کی قسم میرے بچپن سے وہ اس گھر میں کتابوں کے ڈھیر کے سامنے بیٹھے رہتے تھے، اور ان کا مشغہ صرف کتب جینی اور مطالعہ و تحریر رہ گیا تھا، کسی سے بات نہیں کرتے تھے، طلبہ اور درباری سے بھی انھیں کے اشارہ سے جو کچھ کہنا ہوتا، فرما دیا کرتے تھے۔“

گود نیا سے بے نیازی

امام ذہبی نے، اپنی کتاب میں، اور صہری اور خطیب نے محمد بن ساعد سے روایت کی ہے کہ:-

”امام محمدؒ نے گھروالوں سے کہہ رکھا تھا کہ ضروریات دنیاوی کے سلسلہ میں مجھ سے بات چیت نہ کیا کرو، کچھ نہ کہا کرو، جتنے وہ پہلے یا میں چیز کی ضرورت ہو، میرے آثار سے لے لیا کرو، کیونکہ اس طرح یہ وقت ضائع نہ ہو گا اور میں کیسے فی قلب کے ساتھ اپنا کام جاری رکھ سکوں گا۔“

طلب علم اور تحصیل فن کی منزل

خط و حدیث کی بارگاہ تحقیق و تمحیص سے استفادہ

امام محمد کا پایہ علمی

— "علوم حدیث و فقہ و اصول پر امام محمدؒ نے جو کتابیں تصنیف فرمائی ہیں ان کی صفیں ان کے مرتبہ کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ہر مکتب فکر کے فقہاء ان کتابوں کا مطالعہ کرنے پر اپنے نہیں مجبور پاتے تھے، کیونکہ جس خوبی کے ساتھ تعمیر مسائل، توضیح بیان، تفصیل احکام اور تفسیر و تدلیل کے جوہر یہاں نظر آتے تھے، کہیں اور نہیں ملتا۔"

امام محمد شہنشاہ حدیث

امام محمد کے شاخ حدیث کی فہرست کافی طویل ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے :-

کوئی استاد کی فہرست

کوئی امام محمد سے جہاں لوگوں سے تفصیل حدیث کی، ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں :-

(۱) امام ابو حنیفہ

(۲) اسماعیل بن ابی خالد الاعرجی

(۳) سفیان بن سعید الشوری

(۴) مسقر بن کرام

(۵) ہاکم بن مغول

(۶) قیس بن الربیع

(۷) عمر بن قیس

(۸) یحییٰ بن عامر

(٩) أبو بكر النهشلي عبد الله بن قطف

(١٠) محمّد بن حمزة الغبسي

(١١) أبو كندبة يحيى بن المطلب البجلي

(١٢) عبد الرحمن بن عبد الله بن قتيبة السعدي

(١٣) اسرار بن يونس

(١٤) جندب بن عثمان

(١٥) أبو الأناصير سلام بن سليم

(١٦) سلام بن سليمان

(١٧) أبو العاصية الضريج محمد بن خازم

(١٨) زفر بن المذيل

(١٩) أبو يوسف القاضي

(٢٠) اسماعيل بن إبراهيم البجلي

(٢١) فضيل بن غزوان

(٢٢) حسن بن حمارة

(٢٣) يونس بن أبي اسحاق السبيعي

(٢٤) عبد الجبار بن العباس الهمداني

(٢٥) محمد بن ابان بن صالح القرشي

(٢٦) سعيد بن عبيد الطائي

(٢٧) البرقعة عروة بن الحارث الهمداني

(٢٨) أبو زهير الطائي ابن زهير

فیورخ مدینہ منورہ

مدینہ منورہ میں جن شیوخ حدیث سے امام محمد نے تفصیل کی ان کے اسامہ گرامی یہ ہیں۔

- (۱) مالک بن انس
- (۲) ابراہیم بن محمد بن ابی بکر
- (۳) عبید اللہ بن عمر بن حفص العمری
- (۴) عبد اللہ بن عمر بن حفص العمری
- (۵) خارج بن عبد اللہ بن سلیمان
- (۶) محمد بن بلال
- (۷) صفوان بن عثمان
- (۸) اسماعیل بن داؤد
- (۹) عطاء بن خالد
- (۱۰) اسحاق بن حازم
- (۱۱) ہشام بن سعد
- (۱۲) اسامہ بن زید اللبیدی
- (۱۳) داؤد بن قیس القزاز
- (۱۴) یحییٰ بن ابی حنیفہ الجبالی
- (۱۵) عبد الرحمن بن ابی ہریرہ
- (۱۶) محمد بن عبد الرحمن بن ابی ذؤب
- (۱۷) خثیم بن عراک

مکرّمہ کے اساتذہ

مکرّمہ کے جن مشائخ حدیث سے امام محمدؒ نے درس لیا، وہ یہ ہیں :-

- (۱) صفیان بن عیینہ کوفی، متقدم مکرّمہ
- (۲) زمر بن صلیحؒ
- (۳) اسماعیل بن عبد الملکؒ
- (۴) ظہر بن عمروؒ
- (۵) سیف بن سلیمانؒ
- (۶) ابراہیم بن یزید الامویؒ
- (۷) ذکریا بن اسحاقؒ
- (۸) عبد اللہ بن عبد الرحمن بن یحییٰ الشافعی الطائفیؒ

بصرہ کے ائمہ حدیث

بصرہ کے جن ائمہ حدیث سے امام محمدؒ نے سماعت کی، وہ یہ ہیں :-

- (۱) ابو نعیم عبد العزیز بن الربیع البصریؒ
- (۲) ہشام ابن ابی عبد اللہؒ
- (۳) ربیع بن سلیمؒ
- (۴) ابو جعفر اصل بن عبد الرحمنؒ
- (۵) سعید بن ابی طربؒ
- (۶) اسماعیل بن ابراہیم البصریؒ

(۷) مبارک بن فضالہ

واسط کے شیوخِ حدیث

واسط کے جن اُستادینِ حدیث سے امام محدث نے کسبِ فیض کیا، وہ یہ ہیں :-

(۱) عباد بن العوامؒ

(۲) شعب بن الحجاجؒ

(۳) ابویوسف عبد الملک النخعیؒ

شام کے اکابرِ حدیث

شام کے جن اکابرِ حدیث سے امام محدث نے استفادہ کیا، وہ یہ ہیں :-

(۱) ابو عمرو عبد الرحمن بن الاوزاعیؒ

(۲) محمد بن راشد الکوفیؒ

(۳) اسماعیل بن عیاش الحنفیؒ

(۴) ثور بن یزید الدمشقیؒ

خراسان کے اُستادہ

خراسان کے اُستادہ حدیث میں، عبد اللہ بن مبارک کا نام ہی خاص طور پر قابلِ ذکر ہے جن

سے امام محدث مستفید ہوئے۔

علمائے پیامہ سے استفادہ

ابن پیامہ میں سے امام محمد بن بزرگوں سے مستفیض ہوئے، اُن میں ایوب بن عبد اللہ
کا اجماعی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

شوقِ تحصیلِ علم

اپنے اقربا و ائمتہ میں جن لوگوں کو امام محمد نے فنی حدیث میں یتیم، اور فنی روایت و روایت
میں ماہر پایا، بغیر کسی جھجک کے اُن کے پاس بھی پہنچے، سماعت کی، اور روایت کی، ان اقرب
ائمتہ میں ایسے لوگ بھی تھے جو مرتبہ و مقام کے اعتبار سے امام محمد سے فروتر تھے، لیکن نہ معاصر
چشمک آڑے آئی، نہ مقام و مرتبہ کی فروتری و دیوار بنی، اعلیٰ علم و جلال کی طرح امام محمد نے جس
برتری کا اعہاد نہیں کیا، اپنے سے کم پایہ لوگوں کے پاس بھی حدیث رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی جستجو اور طلب کے سلسلہ میں وہ ذوق و شوق اور وجد و کیف کے عالم میں پہنچے اور جس سے
جو کچھ مل سکا، اُسے لیا، اور فخر و انبساط کے ساتھ سے لئے کیسہ میں رکھ لیا کہ شاید اکابر ہمیشہ
سے یہی چلی آتی ہے کہ وہ اصاغر سے روایت کرنے میں ناگفتی نہیں کرتے،

فقہ اسلامی کی تدوین و تہذیب

علوم اسلامیہ میں فقہ اسلامی کو بجا بہتیت حاصل ہے اس سے کوئی صاحب علم انکار نہیں کر سکتا، اگر فقہ کا علم نہ ہوتا، تو تعزیرات، معاملات، مسائل، احکام، اور اعامروہنجی کی صحیح تفسیر و تشریح نہ ہو پاتی اور یہ نہ ہوتا تو اسلام کا نظام مملکت استوار نہ ہوتا، اور اس کے عدل و انصاف کے سامنے دنیا سر عقیدت خم نہ کرتی،

ملا شبہ فقہ اسلامی کی تدوین و تہذیب میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا بہت بڑا حصہ ہے، یہ اپنی کی ذکاوت و فراست، اور قناعت و تدبیر کا ثمر ہے کہ فقہ اسلامی ایک حقیقی اور منضبط علم ہے !

امام محمد اصحاب تلامیذ

امام محمد بہت جلد مجید شہرت کے مالک بن گئے، ان کی شہرت ایک کوشش سے دوسرے کو ذہن پہنچ گئی، ان کی تصنیفات کا چار چارے عالم اسلام میں ہونے لگا، وہ مرتبہ اجتہاد پر فائز تھے، اور لوگ عقیدت و عظمت کے ساتھ ان کی یہ حیثیت تسلیم کرتے تھے، علم فقہ حاصل کرنے کے لئے، جوق در جوق لوگ، دور دورہ مقامات سے زحمت سفر برداشت کرتے تھے، ان کے اور مصائب سے کھیلنے، دشواریوں اور مشکلوں کا مقابلہ کرتے ان کے حضور میں آنے لگے، امام ہر عینہ کے فضل و کمال، تحقیق و اجتہاد، عرفان و آگہی کے وہ بہت بڑے وارث تھے، اور اس ورثہ میں جوتہ لینے کے یہ تشنگان علم ہر طرح کی پریشانیوں برداشت کرتے، ان کے پاس پہنچتے تھے اور شاد و بامراد ہو کر واپس جاتے تھے، ان کے مقام و مرتبہ سے وہی شخص ناواقف تھا جو اکابر و جال..... کے ذہنی اور علمی کارناموں سے کوئی واقفیت نہیں رکھتا تھا، اور نہ ہر طالب علم ان کا قد رشتہ شناس اور مداح و مستقد تھا۔

ان تمام لوگوں کا استقصاء تو ناممکن ہے، جنہوں نے امام محمد سے کسب فیض کیا، البتہ ان کے اصحاب تلامیذ میں سے چند سرور آور، شخصیتوں کا ہم ذکر ضرور کریں گے تاکہ

اندازہ ہو سکے کہ اپنے زمانہ میں، وہ حقیقی طور پر شیخ المجتہدین تھے،

ابو حفص احمد بن حفص الجلی

یہ بڑے پایہ کے امام اور مجتہد تھے، ان کے مقام عرفان و اہلی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ فقہ اہل الرے کی تحفیل امام سجادؑ نے انہی سے کی تھی۔
ثروبی نے بھی اپنی جلی جہاں گشتی سے پہلے ان کے حلقہٴ درس میں شرکت کی تھی۔

ابو سلیمان جوزجانی

ابو سلیمان موسیٰ بن سلیمان جوزجانی کا شمار بھی امام محمدؑ کے مخصوص اصحاب میں ہوتا تھا۔ یہ اپنے وقت کے مانے ہوئے صاحب علم و نظر تھے۔ مشرق و مغرب میں کتبِ ہشت کی شہرت و بقا انہی کے وجود و باوجود کی رہی ہوتی ہے۔

امام شافعی

ابو عبد اللہ محمد بن ادریس شافعی، — یکے از ائمہ اربعہ —، بھی امام محمدؑ کے شاگردوں میں تھے، امام شافعی کے فضل و کمال، ان کے فقہ اور تعبیرت، اور پایہٴ اجتہاد سے کون اہل علم ہے جو واقف نہ ہو۔ فقہ اسلامی کے چار مشہور و معروف مذاہب میں ایک ان کا مذہب بھی ہے جس کے ماننے والے لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں،

ابو عبیدہ ہروسی

ابو عبیدہ قاسم بن سلام ہروسی اپنے وقت کے بہت بڑے امام اور مجتہد گذرے ہیں، ان کا حلقہٴ درس بیتِ مرتجع تھا، ان کی تحقیق و اجتہاد کا سکہ ہر اہل علم کے دل پر بیٹھا ہوا تھا، —

یہ بھی امام محمد کے شاگردوں میں سے تھے۔

عمر و حرانی

امام محمد کے مائے ناز شاگردوں میں عمر بن ابی عمرو الحرانی کا نام کسی طرح نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، کتاب و سنت پر ان کی وسیع ادگری نظر تھی، فقہ میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے، ان کے علم و بصیرت کا سارے آفاق میں شہرہ تھا، المذاک سے نازک مسائل کو آسانی سے حل کر کے رکھ دیتے تھے،

محمد بن ساعدی

امام صاحب کے قابل فخر اصحاب و تلامیذ میں محمد بن ساعدی کا نام بھی ہے، یہ بھی اپنے وقت کے مجتہد اور امام گذرے ہیں۔

علی بن معبد

علی بن معبد بن شداد الرقی، ان لوگوں میں ہیں جنہوں نے "جامع کبیر" اور "جامع صغیر" کی روایت کی ہے، یہ بھی امام صاحب کے شاگرد تھے،

معلیٰ بن منصور

معلیٰ بن منصور الرازی بھی اپنے زمانہ میں فقہ کے امام بننا گذرے ہیں۔ فقہ کے ساتھ ساتھ قرآن کریم اور سنت رسول اللہ پر بھی ان کی وسیع نظر تھی اور اختلافات فقہی کے بھی پرپوسہ عالم تھے، انہوں نے بھی امام صاحب کے سامنے زانوئے شاگردی نہ کیا تھا۔

ابو بکر بن ابی مقاتل

ابو بکر بن ابی مقاتل بہت بڑے فقیہ تھے، ان کے معاصرین بھی ان کا احترام کرتے تھے، اور ان کے پایہٴ فضل و کمال کو تسلیم کرتے تھے، یہ ابن جریر کے استاد تھے، امام محمد کے حلقہٴ درس سے انہوں نے بھی پورا استفادہ کیا تھا۔

اسد بن فرات

اسد بن فرات یقروانی کے پایہٴ فضل و کمال اور علم و معرفت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ یہ سحنون کے استاد تھے، امام مالک کے نقی مذہب کی تدوین میں بھی انہوں نے بڑا حصہ لیا تھا، انہیں امام محمد کی شاگردی پر فخر تھا۔

محمد بن مقاتل

محمد بن مقاتل الرازی، ابن جریر کے استاد تھے، اور اپنے زمانہ کے مانے ہوئے فقیہ اور مجتہد تھے، امام محمد کے حلقہٴ درس میں میثاق علم و آگہی کا یہ منصب بلند انہوں نے حاصل کیا تھا۔

یحییٰ بن معین

یحییٰ بن معین اعطفاقی، ابن جریر و تہذیبی کے امام ہام تسلیم کے جاتے ہیں، اسلام الرجال کی کتابیں، ان کی وقت نظر و مسعت علم اور فکر بیابک کی ترجمان ہیں، علمائے حدیث ان کی رائے کے آگے سر نہ کھاتے ہیں، اور ان کے فیصلوں کو بے چون و چرا تسلیم کر لیتے ہیں۔ راویان حدیث کے ثقہ یا غیر ثقہ ہونے سے متعلق انہوں نے جو فیصلہ کر دیا ہے، وہ سنہ کی حقیقت رکھتا ہے۔

اور اسے عام طور پر بغیر حلی و ثجت تسلیم کر دیا جاتا ہے۔ یہ امام محمد بن مسلمین بھی، اُن لوگوں میں تھے، جنہوں نے امام محمد کی بارگاہِ علم میں بیٹھ کر، کسبِ فیض کیا تھا۔

علی بن مسلم

علی بن مسلم طوسی کا شمار بھی، امام محمد کے اصحاب و تلامذہ میں تھا۔

موسیٰ بن نصیر

موسیٰ بن نصیر الرازی بھی، باہرہ جلالہٴ شانِ امام محمد کے شاگردوں میں شامل تھے۔

شداد بن حکیم

شداد ابن حکیم البغلی اپنے زمانہ میں فقہ کے ماننے ہوئے امام اور مجدد تھے، لیکن اپنے فی میں امامت اور اجتماع کا یہ درجہ صاحبِ موصوف نے جس درگاہ سے حاصل کیا تھا، وہ امام محمدؒ کی درگاہ تھی،

حسن بن حرب

امام صاحب کے شاگردوں میں حسن بن حرب الرقی کا بھی شمار تھا، جن کے علم و فضل اور پایہٴ عرفان و آگاہی کا اہلِ علم کے حلقوں میں چرچا رہتا تھا،

ابن جبہ

ابن جبہ بھی امام محمد کے مامین تربیت سے بہرہ ور ہو کر، دنیا نے علم میں آفتاب بن کر چمکے تھے۔

ابوالعباس حمید

ابوالعباس حمید کے تعلق اور عرفان کا تمام اکابر و معاصر روایت کرتے ہیں، یہ بھی امام محمد کے شاگردوں میں سے تھے۔

ابو قریبہ

ابو قریبہ بن ریح بن ناخع الحلبي، باہرہ فضل و کمال اس بات پر نمازاں تھے کہ وہ امام محمد کے شاگرد ہیں اور ان کے حلقہ درس میں بیٹھ کر کسب فیض کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔

عبید اللہ بن ابی حنیفہ

عبید اللہ بن ابی حنیفہ دہوسی کے بیٹے یہ فخر نہیں کرتا تھا کہ ان کا شمار امام محمد کے اصحاب میں ہوتا ہے۔

ابو بکر بن

ابو بکر بن عمرو بن یزید الجری بھی اس پر نمازاں تھے کہ امام محمد نے ان کی علمی تربیت میں حصہ لیا، اور ان کے حلقہ درس میں بیٹھ کر علم فقہ کے سر اور دُرُوموز سے وہ واقف ہوئے۔

مصعب بن عبد اللہ

مصعب بن عبد اللہ الزہیری کے علم و سبب اور فکر و عینیت کا اعتراف میں طرح ان کے شاگردوں کو ہے، اسی طرح ان کے اقربان و داخلی کو بھی ہے، لیکن مصعب کو اس پر فخر تھا کہ انہوں نے امام محمد کی بارگاہ علم میں بیٹھ کر وہ کچھ سیکھ لیا جو کہیں اور نہ ملا۔ انہوں نے اسی حلقہ امام محمد میں

ملکہ ماجستاد حاصل کیا، اور فقہ کی باریکیوں پر عبور پیدا کیا، یہیں ان کی ذہنی تربیت ہوئی، اور یہیں انہوں نے علم کا صحیح استعمال سیکھا۔

ایوب بن حسن

ایوب بن حسن — یہ نیشاپور کے رہنے والے تھے، حصول علم کے لیے یہ مختلف دیوبند اور حلقوں میں پہنچے، اور جہاں سے جو علم، اسے شوق و عقیدت سے حاصل کیا، لیکن ان کی تشنگی کا مکمل علاج امام محمد کے حلقہ فیض ہی سے ہوا۔

خلف بن ایوب

خلف بن ایوب بنی کا مرنے ہوئے صاحب علم میں شکار ہوتا تھا یہ بھی امام محمد کے شاگرد تھے۔

علی بن حبیب

امام محمد کے شاگردوں میں علی بن حبیب بھی ہیں، جن کے فضل و کمال کا شہرہ دور دور تک پہنچا ہوا تھا۔ اور جن کے تفقہ کی دھوم مچی۔

عقیل بن عنبسہ

یہ بھی امام صاحب کے شاگرد تھے، اور ان کی جلالت علم کا اعتراف ہر شخص کو تھا۔

علی بن مہران

یہ بھی امام صاحب کے بھائی کوڑکار شاگردوں میں تھے۔

عمر بن محیر

ان کے ذاتی تھن اور مرتبہ فضل و کمال کو شبہ مانتے ہیں، ایک عمر تک یہ بھی امام حسنؑ کے حلقہ درس میں شریک رہے۔

یحییٰ بن اکثم

فقہ و حدیث کا کون طالب علم ہے جو یحییٰ بن اکثم کے نام نامی و اسم گرامی، ان کے علمی مرتبہ اور فقیہی پایہ سے واقف نہ ہو؟ انہوں نے بھی امام محمدؑ سے بہت کچھ حاصل کیا اور اس پر مستغنی رہے۔

ابو عبد الرحمن

ابو عبد الرحمن الموثب، جو آل شیب کے تادیب کنندہ بھی تھے، امام محمدؑ کے شاگردان یا اختصاف میں ایک خاص درجہ رکھتے تھے۔

علی بن حسن

علی بن حسن الرازی، امام محمدؑ کے نمایاں اور ممتاز اصحاب میں سے تھے۔

ہشام بن عبد اللہ

ہشام بن عبد اللہ الرازی کا علم و تفسیر میں بہت عطا امام محمدؑ کا۔

ابو جعفر

ابو جعفر احمد بن محمد بن مہر بن السنوی نے غوطا کی روایت امام صاحب ہی سے کی۔

شعیب بن سلیمان

شعیب بن سلیمان الکلبیانی، انہوں نے امام صاحب سے جو روایتیں کیں، وہ "کیسانیات" کے نام سے مشہور و معروف نام ہیں۔ اہل علم کے طبقہ میں انہیں غیر معمولی تفوق حاصل ہے۔ اصحاب امام محمد میں یہ بڑے بلند مرتبہ مانے جاتے ہیں۔

علی بن صالح

علی بن صالح الجرجانی، انہوں نے امام محمد سے جو روایتیں کی ہیں، "جربانیات" کے نام سے یاد کی جاتی ہیں۔

اسماعیل بن قزوبہ

اسماعیل بن قزوبہ القزوینی، نے امام صاحب سے "السیر الکبیر" کی روایت کی ہے۔

ابو بکر ابراہیم

ابو بکر ابراہیم بن رستم المروزی، انہوں نے امام محمد سے جو روایتیں کی ہیں، "المناد" کے نام سے طبقات اہل علم میں معروف ہیں۔

ابوزکریا

ابوزکریا یحییٰ بن صالح الوصالی الحلی، امام بخاری کے شاہی اساتذہ میں سے ہیں۔ لیکن یہ بھی امام محمد کے حلقہ درس و فیض سے مستفید ہو چکے ہیں، ان کے تصانیف کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ امام بخاری کے شیخ تھے۔

ابوموسیٰ

ابوموسیٰ عیسیٰ بن ابان البصری نے امام محمد سے جو روایتیں کیں، وہ "المعجم علی اہل الحدیث" کے نام سے مشہور ہیں۔ ابوموسیٰ نے کئی کتابیں بھی تصنیف کیں، جن میں خاص اور اہم کتب

یہ ہیں:-

(۱) "المعجم الکبیر"

(۲) "المعجم الصغیر"

(۳) کتاب الرد علی المرسی واثبات فی شرط قبول الاخبار"

سفیان بن عجمان

"کتاب اصل" اور دوسری بلند مرتبہ کتابوں کے مصنف، سفیان بن عجمان البصری بھی اصحاب امام محمد میں سے تھے۔

محمد بن عمرو اقدی

محمد بن عمرو اقدی نے بھی امام محمد سے روایت کی ہے، خود امام صاحب نے بھی "اقدی" روایت کی راوی حدیث یکہ دیگر قرآن و معاصرین میں عام اور معروف تھی، صفحات بالا میں امام صاحب کے اصحاب و تلامذہ میں سے جن چند سربراہان و شاگردوں کا ذکر ہم نے کیا ہے، ان سے بآسانی اندازہ ہو سکتا ہے کہ امام صاحب کا حلقہ درس و فیض کتنا وسیع تھا!

امام محمد امام مالک کے حضور میں

خلیفہ احمدی کے اہل علم میں امام مالک کی موطا کا چرچا پھیلا، امام حق کے علم میں جب یہ بات آئی، تو انہوں نے طے کر لیا کہ مدینہ منورہ جائیں گے، اور امام مالک کے حلقہ درس میں شریک ہوں گے، چنانچہ سرور سامان سفر ہوتا کر کے، وہ مدینہ منورہ پہنچے اور امام مالک کے حلقہ درس میں شریک ہو گئے، تین سال تک پابندی اور باقاعدگی سے اپنا یہ سلسلہ انہوں نے قائم رکھا۔ امام مالک سے جو حدیث انہوں نے سنیں، ان میں سے سات سو حدیثیں اتفاقاً اور سند کے ساتھ یاد کر لیں، اس سفر کے دوران میں انہوں نے صرف امام مالک کی حدیثوں پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ شیوخ مدینہ کے حلقہ درس سے بھی برابر کسب فیض کرتے رہے۔ اس سے قبل مدینہ منورہ کے سفر میں انہوں نے مدینہ کے حفاظ حدیث سے جو حدیثیں سنی تھیں، اس مرتبہ کے سفر میں، انہوں نے پہلے سے بھی کہیں زیادہ اپنی جھولی بھری۔

موطا امام مالک

موطا امام مالک میں بائیس روایتیں ایسی ہیں جن میں زیادتی اور کمی ہے، یعنی

کسی روایت میں کوئی جملہ یا لفظ زیادہ ہے۔ دوسری روایت میں، کوئی لفظ یا جملہ جو پہلے تھا، اب موجود نہیں ہے۔

ایسی زیادتی اور نقصان والی روایتوں میں سے بعض کی طرف دقت پسندی نے اپنے اس رسالہ میں بحث کی ہے جو صرف موطا کی مختلف فیہ اور متفق علیہ روایتوں کی بحث و تحقیق پر مشتمل ہے۔

موطا امام محمد

اس اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو ”موطا امام محمد“ تمام موطات میں، اگر سب سے نہیں، تو اکثر سے ممتاز اور قائم ہے۔

کیونکہ امام محمد نے مسلسل تین سال تک امام مالک سے ان کی موطا کی لفظ سماعت کی اور سماعت کے بعد، اپنی موطا لکھی، اس میں احادیث ابواب بیان کرنے کے بعد، یہ بھی بتایا ہے کہ فقہاء و اوراق کا فقہی مسلک ان میں سے کس کس کے مطابق ہے۔ اور یا اگر مخالف ہو، تو اس مخالفت کی بنیاد کن احادیث پر ہے، موطا امام محمد کی صرف یہی ایک خصوصیت ایسی ہے جو اسے دوسری موطات سے ممتاز کرتی ہے۔

موطا یحییٰ لیثی

اس نمونہ پر یحییٰ لیثی متوفی سنہ ۱۷۲ھ کی موطا بھی ہے۔ یحییٰ کی موطا کا دوسرے موطات سے امتیاز یہ ہے کہ انہوں نے مسائل سے متعلق ذکر احادیث کے بعد، یہ بتایا ہے کہ خود امام مالک کا فقہی مسلک ان مسائل کے بارے میں کیا تھا؟

امام مالک اور موٹا

امام مالک نے اپنی موٹا و حقیقت پہنے لیے نکلی تھی، اور ان کا یہ معمول تھا کہ سماع حدیث کے وقت اسے چشہ نظر رکھتے، تاکہ کسی طرح کی غلطی نہ ہونے پائے۔ اور وہ سماع سماعت میں ہر موقع پر، وہ صرف و اضافہ کا سلسلہ اپنی تحقیق کے مطابق جاری رکھتے۔ چنانچہ موٹا امام مالک کے نسخے راویوں کے اختلاف سماعت کی وجہ سے مختلف ہیں، کیونکہ قاعدہ یہ تھا کہ ہر راوی اپنی روایتوں کو باعتبار سماع مدون کر لیتا تھا، ایسا ہی ہوتا کہ امام مالک اس موقع پر جو کسی یا زیادتی کرتے، وہ قرآن نہ لکھتا، اور یہی بات رہ جاتی۔

اختلاف نسخ

غور کیجئے تو موٹا امام مالک کے نسخوں میں جو اختلاف پایا جاتا ہے، اس کا راز یہی ہے، چنانچہ موٹا کے تقریباً بائیس نسخوں میں یہ نقص رہ گیا۔

امام محمد کا طریقہ

لیکن امام محمد نے جو طریقہ اختیار کیا، اس نے اس نقص کو باقی نہ رہنے دیا، ان کا یہ عمل جلیل براعت و عبادت سے مانع اور مفید ثابت ہوا۔
احادیث احکام پر جو بھی حذر کرے گا، وہ محسوس کرے گا کہ احادیث مجاز علماء و مفسرین کے مابین مشترک نہیں، صرف مشترک ہی نہیں، معروف و معلوم بھی، لہذا ان میں کسی طرح کی غلطی یا کسی کا ممکن باقی نہیں رہ گیا تھا۔ اس لیے کہ وہ بار بار پڑھی گئیں، پڑھائی گئیں اور وہ ہر رائے میں اس طرح اس بات کی معرفت آسان ہو گئی کہ مسائل و احکام میں، فقہانے ان حدیثوں میں سے کون سی احادیث لی ہیں، اور کون سی ترک کر دی ہیں، جو حدیثیں قبول کی ہیں، ان کی بنیاد کیا

ہے؟ اور جنہیں ترک کر دیا ہے، ان کے سبب ترک کے سلسلہ میں وہ کیا دلائل رکھتے ہیں؟

سب سے بڑا کام

امام محمدؒ نے اپنی موطا میں سب سے بڑا کام یہی کیا ہے کہ اس مشکل کو آسان کر دیا ہے، انھوں نے پروری تحقیق اور جانفشانی سے کام لے کر، وضاحت کے ساتھ یہ بتا دیا ہے کہ اخذ حدیث کے اسباب و مطلق کیا ہیں، اور ترک حدیث کے عوامل اور محرمات کون سے ہیں؟ —
دونوں کے دلائل انہوں نے کھول کر بیان کر دیئے ہیں:

حقیقت یہ ہے کہ یہ مسئلہ، — حدیث کے اخذ و ترک کا مسئلہ — امام محمدؒ کو ان کے اصحاب کے نزدیک اتنا جذباتی نہیں ہے، جتنا سنجیدہ غور و فکر اور تحقیق و تحقیق کا مستحق ہے اس لیے کہ اس راستہ میں اگر ذرا سی بھی لغزش ہو جائے تو دین و دنیا دونوں کا زوال ہے، اس باب میں سب سے زیادہ احتیاط و تأنی، اور غور و فکر کی ضرورت ہے۔

اور امام محمدؒ نے اس حقیقت کو کسی فراموش نہیں کیا کہ حدیث، قرآن کے بعد، سب سے بڑا ہند اور سرچشمہ احکام و مسائل ہے، چنانچہ جو لوگ ان پر اس سلسلہ میں معترض ہوتے تھے، ان کو جواب دیتے ہوئے کئی مواقع پر انہوں نے اس امر کی وضاحت کی ہے، چنانچہ اگر نگاہِ تحقیق سے فقہ حنفی کی کتابوں کا عام طور پر، اور امام محمدؒ کی مصنفات و موقوفات کا خاص طور پر مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی کہ حدیث سے کسی مرتب پر بھولے نیازی نہیں اختیار کی گئی ہے، البتہ اس کے رد و قبول میں امکانی احتیاط اور تحقیق و تحقیق سے ضرور کام لیا گیا ہے، اور کوئی شخص بھی نہیں کہہ سکتا کہ یہ دینی احتیاط میسر ہو سکتی! —

امام محمد اور امام مالک

استاد اور شاگرد کے مابین تباہ کن فکرو رائے!

امام مالک کے تفضل و کمال کا اعتراف اُن کے معاصرین کو تھا۔ امام اس سے کہ وہ شاگرد کی حیثیت رکھتے ہوں یا مساوی مرتبہ رکھتے ہوں اُطرح اور خوش چین ہوں یا نقاد اور نہکت چین، ان کی بارگاہِ علم میں دور و دراز مقامات سے سفر کی زنجیں اور مصونیتیں برواشت کرتے ہوئے لوگ پہنچتے تھے، اور جب تک ان کی مجلسِ علم میں شریک ہو کر، قلب و نظر کی تسکین کا سامان فراہم نہیں کر لیتے تھے، انہیں قرار نہیں آتا تھا۔

آج سفر کی جو آسانیاں اور سہولتیں حاصل ہیں، آج سے ۱۲-۱۳ سو سال پہلے ان کا تصور بھی جیسے کیا جاسکتا، لیکن شوقِ علم کشاں کشاں بڑھائے لیے جاتا تھا، نہ صحرا و بیاباں کی بھول، خطروں، سنگ راہ، مٹی، تھیں، نہ دشت و جبل کی زراعت، بیاباں عرا، اہم میں زلزلہ اور خشتِ پیدا کرتی تھیں!

یہ تھا وہ دور جب ایلائے علم کے مجوز، رختِ سفر باندھ کر، ایک ملک سے کوہِ سرے ملک میں پہنچتے تھے، چنانچہ امام محمد بن عرق سے آئے تھے، اور مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچ گئے۔

خطیب اپنی سند کے ساتھ برمہاشی بن یوسف پر ختم ہوتی ہے، روایت کرتے ہیں:-
”میں مدینہ میں امام مالک کے پاس بیٹھا تھا، معاملات و مسائل کے

سلسلہ میں لوگ اس سے استفادہ کر رہے تھے، اور وہ فتویٰ دے رہے تھے، اُن کے پاس محمد بن الحسن، ابو حنیفہ کے شاگرد، رشید تشریف لائے انہوں نے پوچھا:

”اگر کسی تجھی کو مسجد میں پانی دستیاب نہ ہو، تو آپ کی رائے میں پھر تسبیح کیا کرنا چاہیئے؟“

مالک نے جواب دیا:

”جتنی مسجد میں نہیں داخل ہو سکتا۔“

محمد نے پوچھا:

”لیکن اگر مسجد میں پانی نہ ہو، اور نماز کا وقت بھی آگیا ہو، کیا پھر بھی

جتنی کو مسجد میں نہ داخل ہونا چاہیئے؟“

اب کے بھی مالک نے وہی جواب دیا جو پہلے دے چکے تھے، اور اسی جوت

کو بار بار دہرائے دے، لیکن جب محمد اپنے سوال پر قائم رہے، اور بار بار اس کا

اعادہ کرتے رہے، اور اس جیسے جیسے میں کافی دیر گزر گئی تو مالک نے پوچھا:

اے یہ واقعات سفر سے پہلے کا ہے، احبابِ امام محمد صرف موطا کی سماعت کے لیے، امام مالک کے پاس دیے تھے تشریف لے گئے تھے۔

”آپ بتائیے، اس مسئلہ میں آپ کی رائے کیا ہے؟“

امام محمدؒ نے جواب دیا،

”اس شخص کو قہراً کر کے مسجد میں داخل ہونا چاہیے، پھر پانی لے کر باہر نکلا
اور غسل کر لینا چاہیے!“

امام مالکؒ نے سوال کیا،

”تپ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟“

امام محمدؒ نے زمین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جواب دیا،

”ہیں کے لوگوں میں سے ایک!“

یہ کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے، اور تشریف لے گئے، ان کے ہاتھ کے

ہمد لوگوں نے کہا، یہ تمہاری حسن معاہدہ اپنی حنیفہ تھے، یہ سن کر امام

مالکؒ نے کہا،

”لیکن وہ تو کسیدہ تھے، میں اہل عرب میں سے ہوں!“

لوگوں نے عرض کیا،

”جی ہاں۔۔۔ لیکن یہ کہتے ہوئے انہوں نے زمین کی طرف

اشارہ کیا تھا!“

امام مالکؒ نے فرمایا،

”اچھا، یہ بات سچی، جو سوال دجا جواب میں وہ اتنی برکت میرے ساتھ

ہمیت رہے تھے!“

امام مالکؒ اور اہل عراق

ایک اور روایت ہے کہ ایک مرتبہ امام محمدؒ، امام مالکؒ کی مجلس میں تشریف لائے، وہ موجود تھے،

اللہ حاضرین سے فرما رہے تھے،
 آہل عراق کی تصدیق کرو، مذکورہ ان لوگوں کو دہرا درجہ دو، جو اہل کتاب کو دیتے ہوا،
 تھے، مالک کی نظر محمد پر پڑ گئی، انھیں دیکھ کر ان کا رنگ سُٹا ہل گیا، اور غفل سے نظر اُٹے
 گئے، اور فرمایا،
 ”یہ قول ہمارے بعض مشائخ کا ہے!“

رد و کد

ابو سہیل ہمدانی اپنی سند کے ساتھ، امام شافعیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ :-
 ”میں نے محمد بن حنفیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ایک مرتبہ میں نے امام مالکؒ کو دیکھا
 قرآن کے پاس پہنچا، اور بعض مسائل کے بارے میں میں سے پوچھ گچھ کی، لیکن یہ
 محل ان کے فروعی، بیٹے کا نہ تھا، اس لیے خاموش رہے، انھوں نے کوئی
 جواب نہ دیا!“

اس پر شافعی اور محمد بن کافؒ کو بھی ہونئی !
 لیکن ابن عبد البرؒ ”استغناء“ میں یہ واقعوں بیان کرتے ہیں :-
 ”امام محمدؒ نے فرمایا، آپ کے امام مالک کے بیٹے یہ ضروری نہیں کہ ہر
 سوال کا جواب دیں، اور جو استفادہ ان سے کیا جائے، اس کے بارے میں
 فتویٰ دیں، لیکن ہمارے امام ابو حنیفہؒ کے بیٹے یہ جائز نہیں کہ وہ خاموش
 رہیں، اور جواب نہ دیں۔ ہر وہ استفادہ جو ان سے کیا جائے، اس کا جواب دینا
 ان کے لیے ناگزیر ہے!“

لے اس روایت کی تصدیق کسی حد سے معتبر اور مستند قاری سے نہیں ہوتی ہے۔

امام محمد کا مقصد

امام محمد کا مقصد، اس بات سے یہ تھا کہ امام مالکؒ، افتاد کے پابند نہیں تھے، کیونکہ وہ اس کام کے لیے متعین نہ تھے کہ ہر وقت، یا کسی خاص وقت فتویٰ دینا ان کے لیے ضروری ہو ناگزیر ہوتا، کیونکہ ان کے طبقہ کے دوسرے علماء بھی مدینہ میں موجود تھے، ان سے فتویٰ لیا جاسکتا تھا اور بعض علماء تو ایسے تھے جو ان سے بڑھے ہوئے تھے۔ اس کے برعکس امام ابو حنیفہؒ کے زمانہ میں ان کا کوئی ہم عصر ویسا نہ تھا جو فقہ میں ان سے بڑھتا ہو یا ان کے طبقہ میں اس کا شمار ہو سکتا، یا جو فتویٰ دینے میں ان کا مقابل مانا جاسکتا، لہذا ان پر واجب تھا کہ اگر ان سے استفادہ کیا جائے، تو ہر حال جواب دیں۔

ایک اور اہم نکتہ

یہ نکتہ کی بات صرف وہی شخص کر سکتا تھا جو علماء مدینہ کے فرق مراتب سے آشنا ہو، اور جانتا ہو کہ امام مالک کے عہد میں جو علماء موجود تھے، ان کا پایہ، اور ان کی منزلت ایک دوسرے کے مقابلہ میں کیا تھی؟ اور ساتھ ہی ساتھ علماء عراق کے فرق مراتب سے بھی واقف ہو اور جانتا ہو کہ امام ابو حنیفہؒ کے عہد میں جو علماء موجود تھے، ان کا پایہ کیا تھا؟ اور ان کی منزلت کا ایک دوسرے کے مقابلہ میں کیا حال تھا؟

امام مالکؒ اور وقت

اس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ امام محمدؒ اگرچہ نبی حدیث میں امام مالکؒ کو لکھتا اور بے مثل مانتے تھے، لیکن فقہ میں ان کے علم و تربیت کے زیادہ قائل نہیں تھے، اور شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اکثر خود ہی فرمایا کرتے تھے۔

”مسائل کے بارے میں مجھے کچھ زیادہ واقفیت نہیں“

علامہ عراق کی حضرواعی

اور یہ بھی واقعہ ہے کہ جب ان سے کوئی استفسار کیا جاتا تھا تو بہت تاخیر کے بعد جواب دیتے تھے۔ اس کے برعکس، علامہ عراق اپنی حاضریٰ اور سرعت فکر میں یکساں تھے جو سوال ان سے کیا جاتا، جس مسئلہ کے بارے میں ان سے رائے لی جاتی، جو استفتاء ان کے سامنے رکھا جاتا وہ بغیر کسی تاخیر کے فوراً جواب دیتے اور صرف جواب ہی پر اکتفا نہ کرتے، بلکہ مسئلہ زیر بحث سے متعلق ضروری تفصیلات، تعزیمات، اور تحریرات بھی پیش کر دیتے، اور اپنے فتوے کی اصل اور بنیاد بھی، اگر ضرورت ہوتی تو پیش کر دیتے۔

تین ہزار مسائل

اور امام محمد حبیب شخص جس کی مذکورہ بالا تمام پہلوؤں پر وسیع اور گہری نظر تھی، سرکارِ ملامت نہیں فرار دیا جاسکتا، کہ اس نے وقت کے علماء کے مابین فرق و امتیاز کے حدود کیوں قائم کئے؟ کسی اہل علم سے بھی یہ بات پوشیدہ نہیں کہ امام، امک بن انس رضی اللہ عنہ، سوالات کے جواب میں صرف اسی وقت فرمایا دیتے تھے، جب مجھد ہو جاتے اور کوئی چارہ باقی نہ رہ جاتا تھا،

اور ان سوالات کا جواب دینے سے تو قطعی طور پر انکار ہی کر دیتے تھے، جو درحقیقت واقع نہ ہونے ہوں، بلکہ صرف مفروضہ طور پر نہیں امر واقع مشہد سمجھ لیا گیا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ مسائل سے متعلق ان کے جوابات کی تعداد بہت ہی کم ہے۔ یہاں تک کہ مؤطا میں کئی بعضی کی روایت کے مطابق، جنہوں نے ان کے مرویات بہ حدیث کے ساتھ، ان کے آراء بھی جمع کر دیے ہیں، صرف تین ہزار مسائل کے جوابات پائے جاتے ہیں۔ یہ تعداد اتنی کم ہے کہ اس سے زیادہ تعداد میں

امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے جوابات صرف تین ماہ کی مختصر سی مدت کے اندر جمع کر لیے جاسکتے ہیں۔

تخریج مسائل

اس موقع پر ایک بات اور بھی پیش نظر رکھنی چاہیئے۔
تخریج کے ہاں امام مالکؒ سے مروی دو مسائل پائے جاتے ہیں، ان کی کثرت تعداد سے مخالفین لکھنا چاہیئے، اصل بات یہ ہے، جیسا کہ وہ سرے ظہار نے، بھی اعتراف کیا ہے یہ مسائل درحقیقت امام مالکؒ کی رسم پر تخریج کیے گئے ہیں۔ اس لیے ان کی تعداد زیادہ ہے۔

امام محمدؒ کی سماعت امام مالکؒ کے

امام محمد بن حسن نے بے شک امام مالکؒ سے مواظک سماعت کی، لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ یہ بھی محسوس کرتے تھے کہ امام مالکؒ کی ہر رائے قابل قبول نہیں ہے، ان کے متعدد آراء ایسے ہیں جو قابل رد ہیں، چنانچہ اسی تاثر کے تحت انہوں نے اپنی کتاب ”المجلی تصنیف کیا یہ اہل علم کے حلقہ میں اہل مدینہ منورہ کے طرزہ اصول اجتہاد پر مبنی ہے۔
اس نادر و نایاب کتاب کا ایک نسخہ مدینہ منورہ کے ایک کتب خانے ”المکتبۃ العمودین“ میں ہے، جس کا نمبر ۱۲ ہے۔ اس کتاب کا ایک اور نسخہ ایک دوسرے کتب خانے (فرغانہ) میں، چوہنبول (تسلطینہ) میں واقع ہے، موجود ہوا کا نمبر ۱۴۹۲ ہے۔

لیکن یہ دو نسخے ناقص ہیں، مجھے کئی سال ہوئے، ایسے نسخوں کا پتہ چلا تھا، جو ناقص اور ناقص کاٹوں کی صورت میں بکھرے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ طے شدہ ہے کہ یہ اوراق ہیں اسی کتاب کے۔ میں نے بڑی کوشش کی کہ ان کا مقابلہ ان نسخوں سے کر سکوں جو موجود ہیں۔ اور بعض کتب خانوں میں محفوظ ہیں، لیکن انہوں نے اب تک مجھے پوری کامیابی

نہ ہو سکی، لیکن میرے مساعی کا سلسلہ جاری ہے اور خدا کے فضل سے امید ہے کہ اس سلسلہ میں جلد یا بدیر مساعی بار آور ہوں گی

نامور و نمایاب

امام محمدؒ کی یہ ایسی کتاب ہے، کہ کتبِ رد میں اس کی مثال و نظیر نہیں ملتی، اس کے مطالعہ سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ جن مسائل میں شافعیؒ نے مالکؒ کا رد کیا ہے، وہ اسی کتاب کے مطالعہ اور تاثر کا نتیجہ ہے، چنانچہ جن بعض مسائل میں شافعیؒ نے محمدؒ کا رد کیا ہے، ان میں توہمِ جودت اور ذہانتِ نظر نہیں آتی جو اول الذکر میں دکھائی دیتی ہے!

امام محمدؒ کو ترجیح دینے کے مشائخ پر

اہل علم کا ایک بڑا طبقہ، فقہ کے فنی میں امام محمدؒ کو، ان کے بعض مشائخ پر ترجیح دیتا اور ان سے افضل و برتر مانتا ہے۔

ابو القاسم بن ابی العوام السعیدی کہتے ہیں کہ میں نے طحاوی سے سنا کہ میں نے محمد بن سنان کہ یہ کہتے تھے سنا ہے کہ میں نے عیسیٰ ابن سلیمان کو یہ کہتے سنا کہ

”یہ یحییٰ بن اکثم مامون کے ساتھ سفر معر کے ارادے سے روانہ ہوئے

راستہ میں یحییٰ بن صالح الوصالی ملے، جو شام کے حید عالم، اور امام محمدؒ کی

کے استاد تھے، ان سے کہا، اے جو ذکر کیا، تمہارے نزدیک کون زیادہ

بیاد و مغز ہے؟ مالک بن انس یا محمد بن حسن؟ جواب میں یحییٰ بن صالح نے

کہا، اگر محمدؒ (امام محمدؒ) ہے، فریضہِ سور ہے ہوں، اور مالکؒ ہر شب بار بار

نہتِ عقل و حواس جیسے ہوں، تو یہی مالک بن انس کے مقابلہ میں محمدؒ ہیں

زیادہ بیدار مغز ثابت ہوں گے!"

خطیب کی روایت

اسی طرح خطیب اپنی سند کے ساتھ بخیر صانع سے روایت کرتے ہیں کہ:

"مجھ سے ابن اکثم نے کہا، تم مالک سے ملو، ان کے ساتھ درس

میں بیٹھے ہو، ان سے سماعت کی ہے، ساتھ ہی ساتھ محمد بن حسن کی مخالفت

بھی نہیں حاصل رہی ہے، زیادہ قربان کہ ان دونوں بزرگوں میں زیادہ

جہنم بہت خیر کوئی تھا؟

میں نے جواب دیا،

"محمد بن حسن!"

ذہبی کا ارشاد

امام محمدؒ کے بارے میں امام ذہبیؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ

"عراق میں امام محمدؒ پر فقہ کی ریاست اور سرداری ختم ہے" "ابو حنیفہ"

کے بعد کوئی شخص ایسا نہیں جسے ان کا مقابلہ قرار دیا جاسکے۔ ان کے

سرچشمہ فین سے بڑے بڑے ائمہ وقت سیراب ہوئے ہیں۔ اس فن پر مکتبہ

نے کئی تصانیف بھی ڈال دی ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ وہ اپنے وقت کے

سب سے زیادہ ذکی اور ذہین فرد تھے۔

فضائل گوناگوں

واقعہ یہ ہے کہ اپنے گوناگوں فضائل اور کمالات کے اعتبار سے امام محمدؒ اپنے ہم عصروں

ماضی میں اگر سب پر نہیں تو بہتوں پر قائم تھے، قرآن کریم پر ان کی گہری نظر تھی، اسادیت
رسول سے ان کو گہرا شغف تھا، اور اسی دو لوں چیزوں نے انھیں فقہ کی طرف مائل کیا، اور وہ
اس فن میں امام دوراں بن گئے، خدا نے انھیں علم کے ساتھ فکر و ذہن بھی عطا کیا تھا، ان کی
فکر عمیق اور ذہن رسا کے کرشمے، ان کے مجتہدات و آراء فقہی میں بکثرت نظر آتے ہیں، حقیقت
یہ ہے کہ اگر انھوں نے فقہ کو نہ اپنایا ہوتا تو اپنے اوپر بھی ظلم کرتے اور اس عظیم و جلیل فن پر بھی زیادتی کے ترکہ بچھ
امام محمد کے بھی کمالات ہیں، جن کی ادھر عریف بھی اسی طرح دیتے ہیں جس طرح حلیف اس
بے کراں سے انکار یا ان کا استخفاف کسی طرح ممکن ہی نہیں ہے۔

تدوین مذہب مالکی و امام محمد کا تعلق

اسد بن فرات کا امام محمد سے استفادہ

شعبہ میں اسد بن فرات، قردان سے نکل کر مشرق میں پہنچے، سب سے پہلے وہ مدینہ منورہ پہنچے، اور یہاں آکر امام مالک کے سامنے مولیٰ کی قرأت کی، ابن القاسم و غیرہ کا شمار اصحاب مالک میں ہوتا تھا، یہ لوگ اسد بن فرات کو اُگاتے تھے کہ وہ بعض مسائل سے متعلق امام مالک سے سوال کریں، کیونکہ وہ عام طور پر سوالات کے جوابات نہیں دیا کرتے تھے اور اسد بن فرات جو نگاہ رو و راز سے زحمت سفر برداشت کر کے آئے تھے، لہذا ان کا پاس خاطر عزیز تھا، اور یہ جو کچھ لے جاتے تھے، اول دیکھنے کے لیے اس کا جواب ضرور دے دیتے تھے ان کے ساتھ امام صاحب کا برتاؤ لطف و عنایت کا تھا۔

اسد بن فرات اور امام مالک

لیکن جب اسد کے سوالات کا سلسلہ نہ صرف یہ کہ کسی طرح ختم نہ ہوا، بلکہ اس میں

اس میں یوں فیوٹا اضافہ ہونے لگا۔ تو وہ جواب دیتے دیتے تنگ آ گئے، اور ایک روز انہوں نے اسد سے کہہ دیا

”اے سفری! اگر تو اپنی پوجہ گجہ کی عادت سے باز نہیں آ سکتا تو

عراق جا!“

اسد بن فرات عراق میں

اب اسد بن فرات نے محسوس کیا کہ بات کو طول دینا مناسب نہیں ہے، اور ان کا مقصد بھی اس سفر سے یہ تھا کہ مختلف مکاتب فکر کے اکابر سے ملیں، اور کسب فیض کریں، چنانچہ مدینہ سے رخصت ہو کر وہ عراق پہنچے، یہاں امام ابو یوسفؒ سے ملاقات ہوئی، اور ان کی خدمت میں موطاء کا وہ نسخہ پیش کیا، جو خود انہوں نے اپنے مرویات کی بنا پر مرتب کیا تھا، چنانچہ ابو یوسفؒ نے موطاء کو اسطلاح کیا، جو روایت اسد پر مبنی تھا، یہ خبر جب امام محمدؒ کو پہنچی، تو انہوں نے فرمایا

”ابو یوسفؒ کو کہیں سے ذرا بھی جنگ مل جائے علم کی، چودہ مروج کب

باقی رہے جانے دیتے ہیں، انہوں نے سراج، مجے مدینہ ہا کر مسلح موطاء کا

مروج تو ملا نہیں، اب اگر وہ شخص سانسے ہے، جو مدینہ گیا، اور امام

ماکؒ سے موطاء کی سماعت کی، اور اس کے پاس وہ میں کا، اور اسی کا

لکھا ہوا نسخہ بھی ہے تو اس کے ہاتھ سے اسے لے کر اپنا یہ جذبہ

بھی پورا کر لوں!“

یہ سفر عراق فریق کے رہنے والے کو کہتے ہیں، عربی لٹریچر میں جب مغرب کا لفظ آتا ہے تو اس سے مراد افریقہ ہوتا ہے۔ (جمہوری)

مروطا امام محمد اور امام ابو یوسفؒ

امام ابو یوسفؒ کو، مدت سے، فنی حدیث سے شغف پیدا آ رہا تھا، اور روایت آثار کے سلسلے میں وہ گنجینہ کی حیثیت رکھتے تھے، اور چونکہ مروطا میں بھی اخبار کے مقابلے میں آثار زیادہ ہیں، لہذا مروطا کے ایک شخصؒ صبح کی انہیں اطلاع ملی، تو وہ اسے نظر انداز نہ کر سکے۔ اس کے برعکس امام محمدؒ بذات خود امام مالکؒ سے مروطا کی سماعت کر چکے تھے، حالانکہ ابھی یہ ان کی فوجی کارنامہ تھا، اور مغرب آثار بھی پورے طور پر ابھی انہیں حاصل نہیں ہوئی تھی۔

اسد اور امام محمدؒ

بہر حال اسد بن فرات مدینہ سے عراق آئے اور امام ابو نعیمؒ کے اصحاب و تلامذہ کے سامنے زانوئے لوط نہ کر کے بیٹھ گئے۔

جس لوگوں سے اسد بن فرات نے علم فقہ حاصل کیا، ان میں قاضی ابو یوسفؒ، اسد بن عمروؒ ابیجی اور امام محمدؒ بن حسن وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں،

امام محمدؒ سے اسد کو زیادہ لگاؤ تھا، اور انہی کے واسطے علم سے وہ وابستہ ہونے کی آرزو رکھتے تھے، چنانچہ جب وہ ان کے پاس پہنچے تو عرض گزار ہوئے۔

”میں ایک غریب اور بیمار مسافر ہوں، علم فقہ سے کورا، لیکن اس کا جو باور شائق نہیں اور وہ بھی کسی اور سے نہیں صرف آپ سے، اور آپ کا حال یہ ہے کہ بروقت عراقی طلبہ آپ کو گھیرے رہتے ہیں اب بتائیے میری شکل کس طرح آسان ہوگی؟“

امام محمدؒ نے جواب دیا،

”دن کو تو عراقی طلبہ کے ساتھ تم بھی دوسروں کی طرح میرے حلقہ درس میں بیٹھو، باقی رہی

رات، وہ ساری کی ساری میں تمہارے لیے وقف کئے جیتا ہوں، شب کو میرے ہی گھر پر جا کر دوڑنا

تھادی ساری کسر پوری کر دیں گا۔

اسد کا بیان

اسد کا بیان ہے کہ :

”اندھا کیا چاہے وہ آنکھیں، میں نے امام محمدؒ کے ہاں شب بانشی شروع کر دی، رات کو ۱۰۰ اپنے بالا خانہ سے ایک پیالہ لے کر اترتے ہو باپنی سے ہاں بھر جوتا۔ اور مجھے درس دینا شروع کر دیتے، جب رات زیادہ گزر جاتی، اور میں اونٹنے ٹٹا تو ایک چوہا بھر کر باپنی میرے منہ پر چھڑک دیتے، میں فوراً ہر مشیاد ہم جاتا، ایک عرصہ دور تک ہم دونوں کا یہی معمول رہا، یہاں تک کہ میں نے گوہر مشہور حاصل کر لیا اور جو کچھ امام صاحب سے سیکھا پاتا تھا ۱۰۰ سیکھ لیا۔“

امام محمد کا ایشار

امام محمدؒ نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا کہ درس سے خارج اوقات میں اسد بن فرات کو تعلیم دیں، اور ان کی علمی پیاس بجھائیں، بلکہ جب انھیں یہ معلوم ہوا کہ اس طالب علم کی جیب ب خالی ہو چکی ہے، اور اس کے پاس جو کچھ تھا، وہ خرچ ہو چکا ہے تو انھوں نے اس شائق علم کی مالی مدد کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا، ایسا بھی ہوا کہ اگر انھوں نے اسد کو زیادہ آشفست حال اور پریشان روزگار دیکھا، تو انہی انہی دینار عیشت دے کر ان کی مدد کی، اور ان کے مشکلات رفع کرنے میں جتہ لیا، پھر حصول علم کے بعد جب انھیں واپس جانے لگے تو یہ دیکھ کر کہ ان کے پاس تو او راہ کے طور پر کچھ نہیں ہے، انھوں نے پھر حسب دلخواہ و حسب ضرورت ان کی مدد کی۔

لے اس قسم کے واقعات کی اگر تفصیل، کارہم تو حافظہ کیجئے تمام الامامین فی کتبہ عقیدوں ”حق دوم

شاگردوں سے حسن سلوک

ائمہ علم میں سے، میرے علم میں، امام ابو حنیفہؒ کے سوا کوئی ایسا شخص نہیں ہے، جس نے امام محمدؒ سے زیادہ اپنے شاگردوں سے حسن سلوک کیا ہو، ان کی مالی دشواریاں دفع کی ہوں، اور خود تکلیف اٹھا کر انھیں راحت پہنچائی ہو، اور پیشانی پر بل بھی نہ آنے دیا ہو، یہ سارے کام اس طرح انجام دیئے ہوں، جیسے ان سے بڑھ کر نطف ولادت کسی اور کام میں ہے ہی نہیں۔!

سفر عراق کا ذکر اسد کی زبان سے

اسد بن فرات اپنے سفر عراق کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

”میں دوں امام محمدؒ کی خدمت میں حاضر تھے، اور ان کا حلقہ دہی

دہوں پر تھا کہ ایک شخص لوگوں کو بھلا بگڑا ہوا آیا، اس نے

امام محمدؒ سے کچھ کہا، مجھے سخت ہی باؤ لگنے لگا انھوں نے فرمایا:-

”إِنَّا بَشَرٌ وَإِنَّا بِالْبَشَرِ مِنَ الْجَفْوَانِ“ افسوس وہ مصیبت

مجھ پر نازل ہوئی ہے جس سے بڑی کوئی اور مصیبت نہیں ہو سکتی، مالک

امیر المومنین فی المدینہ اس جہاں سے گذر گئے۔“ یہ الفاظ دوسرے

لوگوں نے بھی سنے، اور بہت جلد یہ چیز عام ہو گئی۔ اور لوگوں پر غم

آگیا، اور غم و صدمہ کی کیفیت طاری ہو گئی!

اس کے بعد یہ حالت ہو گئی کہ جب کبھی امام محمدؒ امام مالکؒ سے ملنے

ہوئی حدیثوں کی روایت کرتے، تو لوگ ابنہ ورنہ و بیع ہو جاتے، اور لوگوں

کی اس طرح بیخود لگ جاتی کہ وہ دوسروں کے لیے دہشت گرد ہونا چاہتا ہو،

اس لیے کہ حدیث امام مالکؒ سے ان کی رغبت اور شغف میں غیر معمولی

معاذہم گیا تھا۔ اور امام محمدؒ، امام مالکؒ کے سوا کسی اور سے حدیث کی روایت کرتے، تو صرف ان خاص حاضر مجلس ہوتے، اور امام اس طرف زیادہ متوجہ نہ ہوتے۔“

ذہبی کی روایت

ذہبی نے بھی اسی طرح کی ایک روایت اپنی سند کے ساتھ امام محمدؒ سے کی ہے، کہ ایک بار انہوں نے لوگوں سے فرمایا:-

”میں سے بڑھ کر، اپنے اکابر و مشائخ کا ناقہ رشتہ جس میں نے کسی کو نہیں پایا جب میں تم سے مالک کے مرویات بیان کرتا ہوں تو تمہارا قصہ کا قصہ لگ جاتا ہے، اور جب میں تم سے محمدؐ کے اکابر کے مرویات بیان کرتا ہوں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ بے دلی کے ساتھ کہتے ہو۔“

ایک قابل غور بات

ابن عدی کی ”کامل“ میں اور ابن عبد البر کی ”مستقفا“ میں بھی اس طرح کی روایتیں ملتی ہیں۔ لیکن ان روایات سے کوئی مخالفانہ یا معاندانہ نتیجہ نکالنا غلط ہوگا اصل بات یہ ہے کہ ائمہ معارف کی حدیثوں سے سارا عراق واقف تھا، وہ انہیں بار بار اداچی طرح سن چکا تھا، پڑھ چکا تھا، لہذا تجدید سماعت سے کچھ زیادہ دلچسپی نہ لینا عین مستفادائے طبع و فطرت تھا، لیکن امام دارالاجتہاد مالک بن انس کی حدیثیں، اور وہ بھی امام محمدؒ کی زبان سے غیر معمولی کشش اور رغبت کا سبب تھیں، یہی وجہ تھی کہ ایسے مواقع پر لوگ ٹوٹ پڑتے تھے، اور شہدہ کا منہ لگ جاتا تھا۔ میری یہ بات بھی سنی کہ امام مالکؒ کے سفر کثرت نے، اور فقہ و مقام نے انہیں اور زیادہ توجہ طلب بنا دیا تھا، اگر وہ زندہ ہوتے، اور قلمی دور نہ ہوتے تو کیفیت نہ ہوتی

علم جب تازہ ہوتا ہے ، اور احسن کا علم ہو ، وہ قریب بھی نہ ہو ، دور ہو ، تو ایسا ہی ہوتا ہے ۔
 ————— یہ مختار از حدیث ، مالک کی طرف رجعت کا ، اور حدیث علمائے سوانح کی طرف رجعت کا ،
 کیونکہ وہ موجود تھے ، اور پاس تھے ، ان سے ہر وقت سماعت ممکن تھی ۔

اسد مدینہ میں

اسد بن خوات سوانح سے رجعت ہو کر ، جب اپنے وطن کے سفر پر روانہ ہوئے ، تو راستہ میں مدینہ
 منورہ پر ، یہاں وہ کچھ دنوں کے لیے ٹوک گئے ، کہ اصحاب مالک سے ان مسائل کے بارے میں نصیحت
 کریں جو انھوں نے امام احمد کے حلقہ اور اس میں سیکھے تھے ۔ لیکن مدینہ میں جو اصحاب مالک موجود تھے ،
 وہ اس کی تشریح نہ کر سکے ، انھوں نے اسد کو رائے دی کہ وہ مصر جائیں ، اور وہاں جو اصحاب مالک
 موجود ہیں ، ان سے طے کریں ، وہ یقیناً ان مسائل کا شافی جواب دے سکیں گے ، چنانچہ اسد مدینہ سے
 روانہ ہو کر مصر پہنچے ۔

اسد مصر میں

مصر پہنچنے کے بعد وہ عبداللہ بن وہب کی خدمت میں حاضر ہوئے ، اور ان سے عرض گزار
 ہوئے : —

”یہ ابو حنیفہ کی کتابیں ہیں ؟“

پھر گویا ہوئے : —

”ان مسائل کا جواب مذہب مالک کی رو سے کیا ہے ، یہ بتائیے ؟“

ابن وہب نے سرسیرہ ہو کر کہا : —

”میرے پاس ان مسائل کا کوئی جواب نہیں ہے ؟“

اسد اور ابن القاسم

یہاں سے رخصت ہو کر اسد بن فرات ابن القاسم کے پاس آئے، انھوں نے سوال کا جواب دیا، جو کچھ امام مالک کے مسلک اور مذہب کے بارے میں مسائل پیش آمدہ سے متعلق معلوم تھا، وہ امام مالک کے حفاظ میں بتایا، اور اگر کہیں کسی مسئلہ میں شک ہوا تو اپنے جواب کو امام مالک کی طرف منسوب نہیں کیا، بلکہ یوں کہا کہ یہ میرا خیال ہے "یا" یا "میرا گمان یہ ہے" یا "یا" میں یہ سمجھتا ہوں۔"

پھر اسد اپنے تمام معلومات کا پشتارہ لے کر، جو "کتاب اسد" کے نام سے معروف و مشہور ہوا، اپنے وطن قیروہن تشریف لائے، اور اسی پشتارہ کی بدولت انھیں مستوطم کی ولایت نصیب ہوئی۔

یسی امت بطرز دیگر

اوپر جو روایت مذکور ہوئی ہے وہ ابو اسحق شیرازی کی کتاب "طبقات الفقہاء" سے لی گئی ہے، لیکن ایک دوسری کتاب "تیسرے الاہتجاج بتطبیق زائد بیاج میں یہ روایت دوسری طرح بیان کیا گیا ہے، جو یہ ہے:-

"اسد ابن وہب کے پاس آئے اور ان سے سوال کیا کہ مسائل الی ضیفہ کا جواب از دوسرے مذہب مالکی دیں، وہ یہ منکر ہو گئے، وہ اس سے فرمایا کہ اسد ابن القاسم کے پاس گئے، انھوں نے امام مالک کے حفاظ کو تھے کہ مطابق جواب دیا، اور جہاں اپنی طرف سے جواب دیا وہ بھی بتا دیا اور کہا کہ تمہارے ان مسائل کے جواب میں مجھے ایسا یاد ہے کہ امام مالک نے کچھ اس طرح کے کلمات فرمائے تھے۔"

اسد

ابن القاسم نے "ازداعی مذہب" نامی جو احادیث دیئے ہیں، وہی مشرب اور مدائن جو کہ اسد کے لئے، یہ کام پہلے پہل صحفوں نے کیا تھا۔ جس پر نظر ثانی اور اصلاح و ترمیم ابن القاسم نے کی۔

ابن ابی حاتم، کیسے کہتے ہیں؟

ابن ابی حاتم نے اپنی کتاب "الجرح والتعديل" کی چوتھی جلد میں، عبد الرحمن بن القاسم کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"اسد نے امام محمد سے چند سوالات پوچھے، پھر معترض آئے، اور وہی سوالات ابن ابی حاتم سے کئے، اور ان پر رد کیا کہ اس مسائل میں فقہ مالکی کی رائے سے کہا کرنا چاہیئے، لیکن ابن ابی حاتم مالک کے اصحاب میں کوئی جواب نہ دے سکے۔ پھر وہ عبد الرحمن بن القاسم کے پاس گئے، انہوں نے تفصیل کے ساتھ تمام سوالات کے جوابات دیئے، اس کے بعد لوگوں نے مسائل میں اب کی تکمیل شروع کر دیا۔"

ابن عبد البر کی رائے زنی

— "انتقا" میں ابن عبد البر نے جس طرح یہ واقعہ درج کیا ہے، اور جو رائے زنی کی ہے، وہ یہ ہے :-

"ابن ابی حاتم پر روایت غالب مبنی ہیں، ان کی طریت اور طبیعت کا تقاضا یہ تھا کہ، اس طرح کے سوالات کا جواب دینے سے انکار کریں، اس

کے ہر کس ہیں تمام تقریریں پیش مسائل تک امام مالک کے دامن سے وابستہ ہیں
 اور کوشش پرش سے ان کے عقائد و کلمات سننے رہے جو بات سننے والے گروہ
 میں بانٹ دیتے، جو کام کی بات سماعت میں آتی، اسے یاد رکھتے، پھر وہ ہے کہ
 مالکیہ کے دور میں تمام اصحاب مالک پر زور دے، خدا ہی تمام کو ترجیح
 دیتے ہیں، باقی دباؤ اور کاپی قرائن کر لیتے، پھر صدائے مسائل امام مالک سے
 ہی تمام نے کہاں سے حاصل کیے، جب کہ کوئی کتاب بھی ان کی اس سلسلہ
 میں مدون نہیں تھی، تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرأت حافظہ خدا کی ہیں ہے، ہے
 چاہے مٹا کر دے۔

اسد اور اشب

”معاذ اللہ کیا یہ“ میں مرقوم ہے کہ :-
 ”اسی دہب سے صاف چوبند صاف انکار یا کر اسد سیدھے اشب کے پاس
 پہنچے، اور اسی سے بعض مسائل کے بارے میں سوال کیا، اشب نے جواب دیا،
 اسد نے جواب سن کر درافت کیا۔“

سوال اور جواب

”یکسر کا قول ہے، مالک کا ابو حنیفہ کا؟“

اشب نے کہا،

”خاتمی صاف کرے،“ یہ قول ہے :-

اسد نے کہا،

”میں نے تم سے مالک یا ابو حنیفہ کا قول اس مسائل کے بارے میں نہ سنا“

کیا تھا، تم اپنا قول سنار ہے جو اور کہتے ہو یہ میرا قول ہے۔ بھلا یہ کیا بات
ہوئی؟“

رد و کہ

پھر مڑی، پر نگہ روہ اس میں رد کہ ہوئی رہی، کہز سید مشن ہی انکم نے اسد
ہے کیا۔

”یہ کیا خواہ غزاہ کی بات ہو صد کہی ہے، تم نے ایک سرکل کیا، اس نے

اس کا جواب دیا، چاہو اس جواب کو قبول کرو، چاہو رد کرو۔“

عبد مشن نے یہ رد وں کا جھگڑا اس طرح ختم کیا، اس کے بعد اسد پر پانی
پر اسد کم کے پاس آئے۔

دوران اتفاق کے ساتھ جو مابرا گذرا، اس کی تفصیل اوپر درج ہو چکی ہے۔

تیسرا دریا

ایک اور روایت اس واقعہ کے سلسلہ میں یہ ہے کہ اشب نے اپنے آپ کو اس بحث کے

دوران میں امام مالک، اور امام ابو حنیفہ سے مشابہت دی، اس پر اسد سے ضبط نہ ہو سکا، انہوں
نے آواز بلند کیا۔

”اے اشب، اے اشب، اے اشب!“

طلب نے جو اس موقع پر موجود تھے، اسد کو خاموش کیا۔ اور بعض نے ان سے پرچھا،

”آخر آپ کتنا کیا چاہتے ہیں اشب سے؟“

اسد نے جواب دیا،

”میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تمہاری اور مالکیت والہ حنفیہ کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص ”ایسے مقام سے گزرا، جہاں ڈھیر یا پہلو بہ پہلو بہ رہے تھے، وہ ان دونوں کے بیچ میں بیٹھ گیا، پیشاب کیا، اور پھر اپنے پیشاب کو دیکھ کر کہنے لگا، ”یہ تیسرا دریا ہے!“

اس پر ہنگامہ آرائی کا بازو گرم ہو گیا۔ بات بڑھی، اور پھر کچھ ہوا، اور پھر درج کیا جاپکا ہے۔ تفہیل ”معاذ اللہ“ سے معلوم کی جا سکتی ہے۔

اسد کا استغاثہ حنفیہ سے

اوپر کے صفحات میں جو واقعات بیان کئے گئے ہیں، اور جو تقریبات پیش کی گئی ہیں، ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ اگر وہ شہسوارہ نہ ہو تا تو اسد نے فقہ ابو حنیفہ کے سلسلہ میں امام محمد کے حلقہ درس سے حاصل کیا تھا، اور اسے لے کر، وہ ابن القاسم کے پاس آکر، ان کے جوابات مذہب مالک کے مطابق حاصل کرتے، تو اہل حنفیہ کی ترتیب کے مطابق، ابوبکر فقہ کے سولات و جوابات، اسد اور ابن القاسم کی طرف سے اس خوبی سے تطبیق میں آتے، — لہذا یہاں طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسد کی تدوین مسائل، امام محمد کی کتب و رسائل کی روشنی میں ہوئی ہے، سمجھوں گی مدد کی یہی اصل ہے۔

پھر جب اسد نے مغرب و افریقہ کا رخت سفر باندھا، اور اپنے ساتھ وہ مسائل بھی جو تقریباً سات مجلدات پر مشتمل تھے، لے جانا چاہے تو ان کا ام انھوں نے ”اسد رکھا۔

ایک اور امر

اس موقع پر نامناسب نہ ہوگا، اگر ہم ایک اور امر کی طرف اشارہ کر دیں۔

مذہب مالکی، اور مذہب حنبلی کے مابین صرف یہی رشتہ نہیں ہے کہ اسد نے امام محمد کی

کتابوں کی روشنی میں مذہب مالکی کی تدوین کی، بلکہ اقتدار ہے کہ امام مالک، امام ابو حنیفہ سے فقہی مسائل پر بحث و گفتگو کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے، جب کسی بھی امام ابو حنیفہ مدینہ منورہ تشریف لے جاتے تو امام مالک ان سے فقہی معاملات و مسائل پر ضرور مذاکرہ کرتے تھے، ایک سے زیادہ اہل علم کا بیان ہے کہ مدینہ منورہ میں جب امام ابو حنیفہ آتے، اور امام مالک مسجد نبوی میں، ان سے مذاکرہ شروع کرتے، تو اکثر ایسا بھی ہوتا کہ رات سے گفتگو شروع ہوتی، اور صبح فجر تک اس مذاکرہ کا سلسلہ جاری رہتا۔

قاضی عیاض کی روایت

قاضی عیاض نے دارک میں تحریر کیا ہے کہ ایک مرتبہ لیث بن سعد نے امام مالک کو دیکھا کہ وہ پسینہ پسینہ رہے ہیں، انہوں نے پوچھا،
 ”کیا بات ہے کہ میں آپ کو پسینہ میں تر ہر دیکھ رہا ہوں؟“
 مالک نے جواب دیا،

”یہ نتیجہ ہے امام ابو حنیفہ سے بحث و مذاکرہ کا، اے مسیری و اقتداء ہے کہ امام حنیفہ بہت بڑے فقیہ ہیں!“

مالک کا استفادہ ابو حنیفہ سے

ابن ابی العوام المحافظ نے یوسف بن احمد اکنی سے، انہوں نے محمد بن حازم الطحیہ سے، انہوں نے محمد بن علی النخعی سے، انہوں نے ابراہیم بن محمد سے، انہوں نے شافعی سے، انہوں نے عبد الوہاب الدرد اور دی سے روایت کی ہے کہ :- ”مالک ابو حنیفہ کی کتابوں کا اکثر مطالعہ

نے تھا، کی کتابوں میں امام ابو حنیفہ کی جن کتابوں کا ذکر آیا ہے، ان میں ایک کتاب الرائے ہے، ابی محمد

کیا کرتے تھے۔ اور ان سے منتفع ہو کرتے تھے۔ یہی کار "فضائل ابی حنیفہ" کے جزو راج سے تفصیل معلوم ہو سکتا ہے۔ یہ کتاب دمشق کے کتب خانہ ظاہریہ میں موجود ہے۔ اور ناؤر کتب خانہ کوفہ کے جامع کتب خانہ کوفہ میں اس کا شمار ہو سکتا ہے۔ اس کا نمبر ۱۱۲ ہے۔

شافعی کی روایت اور وہی سے

اسی طرح "کتاب الامہ" میں امام شافعی نے بعض مسائل سے متعلق دہلوی سے رد کیا ہے کہ :-

۱۰۔ امام مالک نے بہت سے مسئلے امام ابو حنیفہ سے حاصل کئے۔ — امام ابو

دور اور دوسری سے وہ ایسے کرتے ہیں کہ امام مالک کے پاس امام جو حنیف سے حاصل کیے ہوئے مسائل کی تعداد ستر ہزار مسائل سے زیادہ تھی۔ ۱۱

روایات

اسی طرح مسعودی شیعہ نے "کتاب التعلیل" میں نقل کیا ہے :-

”ملاحظہ فرمائیے اور یہی روایات کثیر ہیں، جن سے اس حقیقت پر روشنی پڑتی ہے کہ میں نے یہ بحث اس لیے چھیڑی ہے کہ لوگ جہاں میں کہ ان کے قبو میں ایک خاندان کی حیثیت رکھتے تھے، مگر وہ دیکھ گئے، بلکہ وہ ضبط سے سہو فری میں رہ گئے۔“

واقعہ حاشیہ صفحہ ۱۱۱) میں لکھا کہ "اسی" "اسی" "اسی" ہے۔ ایک اور کتاب "اختلاف الصحابہ" ہے۔ اس کا ذکر
ابو حامی السمری، اور مسعود بن شیبہ نے کیا ہے۔ ایک اور کتاب "الجامع" ہے جس کا ذکر ابوالعباس بن مصعب نے
تاج خازنہ میں کیا ہے۔ نیز "کتاب مہر" اور "کتاب الارسطہ" اور "الفقہ الاکبر" اور "الفقہ الارسطہ" اور "کتاب معالم" و
العلم اور "کتاب لروای الفقیہ" اور "کتاب لروای الفقیہ" کے علم کے کیا ہے۔ اس کتابوں کے مصنفہ امام صاحب کے مشہور و نام
اور وہ بھی لکھ رہے ہیں۔

علم و ذکر رکھتے ہیں، اشفاقِ ملک کے سامنے غمناکی قوت کر رہے ہیں اور محمد بن مسلم سے خدا کا دوسرا روپ ہے۔

استفادہ اور انتفاع

احقر امام احمد بن حنبل، امام ابو یوسف کے حلقہ درس میں موجود ہیں اور شافعی امام محمد کی کتابوں سے مستفید اور منتفع ہو رہے ہیں اور اس طرح ایک دوسرے کا علم، ایک دوسرے کے لیے سفین و مساعدا بت ہو رہے۔ تاہم یہ بات کہ ان میں سے پہلے نے بعض پرکتہ پستی کی اور حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں کا دین یہ کتاب صریح ہے، فقہاء اسلام کے ہاں سے ہیں اس کا وہی ہے حضرت وہی رنگ دھڑکا کھا کھتے ہیں جو دھلکا اور تافت اور تاجلی ہو نہ۔ اس مسئلہ میں اگر تفصیل مطلوب ہو تو حقیقی فرق نماہین حدیث الہی کی جو شرح باہمی نے کی ہے وہ ۱۰۰ ص ۱۰۰، خلاصہ کیجئے اور ابو الولید باہمی حدیث سے جہ نیاز میں ان کی نزول کا سب کو اعتراض ہے۔ وہ حدیث فقہ اور اصول دینی میں مانگ کے بہت بڑے سرور آورہ شخص مانے جاتے ہیں۔

امس کی سرحد تک

اسد بن فرات ہی وہ شخص ہیں جس نے افریقہ میں امام مالک اور امام ابو حنیفہ کا مذہب پیچھا ہا۔ بعد میں ان کی ملامت سرگرمیاں صرف مذہبِ حنفی کے لیے محضوں و محدود ہو کر رہ گئیں، یہ مذہب انھوں نے دیارِ مغرب (افریقہ) میں اٹمس کی سرحد تک پھیلا دیا، یہاں تک کہ افریقہ کے باشندوں کی بہت بڑی اکثریت مذہبِ حنفی کی پیروی ہو گئی، ان باہمی کے عہد تک یہی کیفیت رہی، قاضی حیا فرماتے، "المدن امراء" میں اور ابن فرجون نے "طبقات المالکینہ" میں اسد بن فرات کے مابین شمران

اور فضائل و کمالات کا ذکر سبب و تفصیل کے ساتھ کیا ہے، اور صاحب معالم الایمان نے تاریخ قبردان میں تو بہت زیادہ تفصیل سے ان کے حالات و سوانح بیان کئے ہیں۔

اسد کی وفات

یہ اسد وہی ہیں جو فاتح صقلیہ کی حیثیت سے مشہور نام میں، انہی کے سبب وہاں اسلام پھیلے، جہاں مسلمانوں میں ان کی عزت ہوئی۔

اسد مسلسل کوششوں نے صقلیہ پر قابض کیا۔ یہ ملک اٹلی کا ایک زرخیز صوبہ تھا، جسے عربوں نے فتح کیا اور عرصہ دراز تک یہاں حکومت کرتے رہے۔ یہ حکومت اس شان و شکوہ اور جاہ و جلال سے کی کہ آج بھی تاریخ کا روشن اور تابناک باب ہے۔

پھر مسلمانوں کی اختراق پسندی اور غنائی نے حالات کا رخ ایسا بدل دیا کہ عربوں کو، اور مسلمانوں کو، اس سے جلا وطن ہو کر پناہ لینا پڑی، اور صقلیہ پھر قبضہ ہو گیا، اور قابض ہونے پر انہوں نے ایسے رزہ خیز مظالم مسلمانوں پر توڑے کہ ان کی نظیر اندلس کے سوا کہیں اور نہیں ملتی؟

مقامی اہمال جب پہلی مرتبہ لڑی ہار چکے تھے، اور چنانچہ سے کوششوں نے دورے مسلسل کاغذ پر کیا تو ان کے سامنے عہد گذشتہ کی تاریخ آگئی، اور وہ بے تاب ہو کر کہہ اٹھے۔

ہمارے اسد کی لکھوں کے لئے وہ خون کا بار بار
 وہ نظر آتا ہے تہذیب حبزی کا مزار
 یہ زمین مسکن تھا ان شہر اشجریہ کا
 پھر بازی گاہ تھا جس کے سفیدوں کا کھی

پورا مشرق و مغرب کے اعجاز سے اپنا جواب آپ ہے۔

(دشمن احمد جعفری)

بہر حال اسد کی ذات گرامی، افریقیہ میں مذہب مالکی و حنفی کے لئے ایک خوشگوار مثال ہے،
 جیسا کہ صاحب "احسن التقاسیم" نے تاریخ قیصر وای میں ذکر کیا ہے۔
 یہی وجہ ہے کہ بعض کبار فقہاء مالکیہ کا قول ہے کہ :-
 "اگر کسی مسئلہ میں امام مالکی کی رائے معلوم ہو تو امام ابو حنیفہ کے قول
 پر عمل کیا جائے گا۔" ۱

مالک و ابو حنیفہ کے اختلاف

بلکہ کبار فقہاء نے مالک و ابو حنیفہ کے اختلاف کو صرف تیسریں مسائل تک محدود کر دیا ہے باقی
 تمام مسائل میں وہ دونوں کم و بیش متفق ہیں، تفصیل مطلوب ہو تو "فتح اہل الزیغ والاحلہ
 عن الطعن فی تقلید ائمۃ الاجتہاد" از شیخ محمد المنذر الشقیطی المالکی (۱۳۶۷ھ)

امام شافعی امام محمدؒ کے حضور میں

امام شافعی کی گفتاری

امام محمد بن احمد میں شافعی ارضی حضرت نے فقہ مکہ مکرمہ میں مسلم بن خالد زہری سے حاصل کیا۔ پھر مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ اس وقت ان کی عمر صرف چودہ سال کی تھی، یہاں موطا کی قراءت مالک کے سامنے کی، نیز ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ الاسدی کو امام مالک پر نکتہ چینی کرتے سنا، اس کے بعد مکہ واپس آئے اور ابن عیینہ سے ساهت کی۔ اس کے بعد مدینہ تشریف لے گئے، تاکہ وہاں کے نظام و عقل سے مل کر اپنے لیے کوئی کام حاصل کریں، کیونکہ حضرت ابو تنگہ مستی نے پریشانی کر رکھا تھا، یہاں کچھ عرصہ تک ان کا قہم رہا، اور علم سے منہ موڑ کر صرف ننگا اور کسب معاش کی الجھن میں گرفتار رہے۔ اسی اثنا میں ان پر یہ الزام لگایا گیا کہ عباسی حکومت کے برخلاف، وہ طہلوں سے ساز باز کرتے رہتے ہیں، چنانچہ اس الزام کے تحت گرفتار کر لیے گئے، اور عراق لائے گئے، یہ واقعہ سنہ ۱۷۸ھ کا ہے۔

رانی کے بعد

پھر حبیب بری ہوئے، اور یہ الزام ان پر سے اٹھ گیا، تو پھر علم کی طرف متوجہ ہوئے، اور امام محمد کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان سے فقہ کا علم حاصل کرنے گئے اور پوری یکسوئی اور استغراق کے ساتھ، ان کے دامن سے وابستہ رہے، اور ان کے معشقات کا پی رزم خرچ کرنے کے بعد نکل گئے، اور اپنی ساری توجہ حصول فقہ پر صرف کر دی، اس محنت و ریاضت، اذوق و شوق، اور جوش کا دیکھنے، ان کی صلاحیت کو اُجاگر کیا، اور ان کی صلاحیت کو بخت کر دیا، اپنی جاں فشانی کی بدولت انہوں نے رفعت اور عظمت حاصل کر لی۔

امام شافعی کی امام محمد سے عقیدت

ابن جریر نے "المنہاج" میں لکھا ہی ہے، اور ابن عبد البر نے بھی، امام شافعی کے مشرقی علم، اور امام محمد سے حسن عقیدت کے واقعات بیان کئے ہیں۔ میری کہتے ہیں کہ ہم سے ابو اسحاق نیشاپوری نے، کیا کہ ہم سے یعقوب بن الاصبغ نے بیان کیا کہ ہم سے ربیع بن سلیمان نے روایت کی کہ شافعی نے امام محمد بن حسن کو ایک معروضہ لکھا، یہ مظلوم خط تھا، جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ آپ اپنی کتابیں، کچھ مدت کے لیے عاریۃً مرحمت فرمائیے، تاکہ میں اس کی نقل حاصل کر سکوں، جب اس گزارش کے پورے ہونے میں تاخیر ہوئی تو انہوں نے اشتداد کے ذریعے عرض حال کیا، چنانچہ فوراً ہی امام محمد نے اپنی کتابیں انہیں نقل کے لیے دے دیں! ابو اسحاق شیرازی نے بھی یہ قصہ اپنی کتاب "طبقات الفقہاء" میں مع ذکرہ اشتداد کے درج کیا ہے، لیکن سند میں کمی ہے۔

ثابت شدہ حقیقت

بہر حال یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ امام شافعی نے امام مالک کی زیادت کی نفی،
خزندگیہ بن الخراج اور ابن عیینہ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے تھے۔ لیکن اپنے اشیاء میں انھوں نے
اگر کسی کو خراج عتسین پیش کیا ہے، تو وہ صرف امام محمد میں، ان کے بارے میں انھوں نے کہا ہے کہ
میں نے محمد بن مسیح زیادہ بلند پایہ عالم اور عالی مرتبت غیر کوئی نہیں دیکھا، جو اپنے علم و فضل میں
بالکل ابو حنیفہ کی مثال میں، جن کی زیادت سے میں بہرہ ور نہیں ہوا۔

امام شافعی ان شعرا کی طرف نہیں تھے جو آمد سخن میں، اصحواں جی ہر طرح کی بات کہہ جاتے ہیں،
مہذبین کا شمار ہوتا ہے، اور جو اپنے الفاظ کا ذوق معمول کے بغیر جو جاتے ہیں، کہہ گزرتے ہیں
کہ امام شافعی ان لوگوں میں تھے، جو قول کہ بات کہتے ہیں، اور وہی کہتے ہیں، ہون کے دل میں
ہوتا ہے، منہ جھوٹ لہتے ہیں، زبان آسانی سے کام لیتے ہیں، جن کے قلب اور زبان میں بارہی
کیا نہایت اور ہم آہنگی ہوتی ہے، وہاں بھی فرق نہیں ہوتا۔

تاریخ کبیر کی روایت

اپنی تاریخ کبیر میں ذہبی نے لکھا ہے۔

ابو حنیفہ صوف کہتے ہیں کہ میرے اجداد ان میں اٹھائی نے بیان
کیا کہ میں نے ابو حنیفہ کو کہتے ہوئے سنا کہ امام شافعی سے میں اس وقت
موجب وہ امام محمد کے حضور میں حاضر تھے، امام محمد نے انھیں پیاس بنا کر
دئے، اس سے پہلے انھیں وہ پیاس درہم سیر سے کچھ تھے، اور فرمایا کہ
اگر وہ اچھی تم علم کہ میرا اس سے کچھ رہا، اس کا اس میں جو کچھ
نہیں ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ میں نے شافعی کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں محمد بن

سے بہت کمزور اور کمزور ہے۔

ابن ابی حاتم مریح سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے شافعی کو دیکھتے

ہوئے تھا کہ میں نے محمد بن حسن سے ایک بار شعر علم حاصل کیا، یہ شعر

علم شافعی شامی

علم شافعی شامی

علم شافعی شامی

علمی کارنامہ

ابن ابی حاتم، ابو حاتم مریحی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے شافعی کو دیکھتے

ہوئے تھا کہ میں نے محمد بن حسن سے ایک بار شعر علم حاصل کیا، یہ شعر

علم شافعی شامی

علم شافعی شامی

علم شافعی شامی

اہم تاضی شہبہ کا بیان

ابن ابی حاتم شہبہ نے تاریخ وہبی کا جو تصحیح کیا ہے، اس میں وہ لکھتے ہیں کہ امام محمد بن حسن اپنے

جود و سخا کو پر مشیدہ رکھتے تھے، اپنے شاگردوں کے ساتھ جو حسن سلوک کرتے تھے، انہیں چاہتے

تھے کہ کسی اور کو ان کا علم پر وہ بات صرف وہی جانتے تھے، جن پر وہ خرچ کرتے تھے، اور جو

ان کے ذریعہ بار احسان رہتے تھے۔

امام صاحب کی داد و بخش

امام محمد کی داد و بخش، بذل و عطا، اور جود و سخا سے متعلق بہت سی روایتیں کتب تاریخ میں

مرقوم ہیں۔ سب پر، اور خاص کر شاگردوں پر وہ بے دریغ و پیر مرث کرتے تھے اور امام شافعی

کی تو بہت زیادہ انہوں نے مالی مدد کی تھی، اور یہ بات انہیں گوارا نہ تھی کہ لوگ انہیں امر بڑھ میں مال خرچ کرتے دیکھیں، اس بات کو وہ زیادہ چشم مردم سے پنہاں رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔

مخصوص برتاؤ

اور یہ بات کہ امام شافعی نے امام محمد سے ایک بار شترکنا میں حاصل کیں، اور یہ ساری کی ساری سماعی تھیں، یعنی ان کے تمام سند درجات وہ تھے جو شافعی نے، یہ گوش خود محمد سے سنئے تھے، اس کی دو صورتیں ہیں، ایک ساعت تو وہ تھی، جو مجلس عام میں دوسرے عوامی شاگردوں کے ساتھ، انھوں نے کی تھی، اور دوسری ساعت وہ تھی، جو خاص تھی، اور خاص وقت میں، یعنی خارج اذان اور اس اوقات میں انہیں اختصاص اور امتیاز کے طور پر یہ شرف حاصل ہوا تھا، ان بار شترکنا میں یہ دونوں ساعتیں سند درجات تھیں، یہ ساعت خاص ایسی ہی تھی جیسی امام محمد نے احمد بن حنبل کے لیے طوقہ لکھی تھی، ابو حنیفہ بھی اس رعایت خصوصی سے بہرہ ور ہو چکے ہیں، یہ سب اپنے اپنے وقت کے بڑا اہل مانے جا چکے ہیں، اپنے شاگردوں کے ساتھ یہ مخصوص برتاؤ، اور حسن سلوک، امام ابو حنیفہ کے بعد امام محمد کے سوا کسی اور امام کے حالات و سوانح میں نظر نہیں آتا، یہ بات انہی دونوں بزرگوں پر ختم ہو گئی۔

ابن ابی حاتم کی روایت

ابن ابی حاتم، محمد بن ادريس و داق الحمیدی سے، اور حمیدی سے، اور وہ شافعی سے روایت کرتے ہیں کہ جیس زمانہ میں میں (امام شافعی) امام محمد بن حسن کی بارگاہ فیض سے استفادہ کر رہا تھا اور ان کے دامن علم و کمال سے وابستہ تھا۔

”تمہارا میکوی اور اہلک و استغراق کے ساتھ امام محمد کی خدمت

میں ہمدقت حاضر رہتا تھا۔ جو کچھ ان سے سنا تھا، اسے نگاہِ حقانیت سے
کی تمام باتیں مجھے ادھر تھیں، دوس سے فارغ ہو کر حسبِ وہ تشریف سے
جاتے تھے تو میں ان کے دوسرے اصحاب اور تلامیذ سے بعض مسائل میں منظر
کرنے لگا تھا،

ایک روز امام غزالی نے مجھ سے فرمایا :-

ایک سوال

مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم میرے اصحاب و تلامیذ سے منظر کرتے رہتے

جو — ۹ —

میں خاموش رہا، کیا جواب دیا، کہ پھر امام صاحب نے فرمایا،

”شاید، اور یہی کے مسئلہ میں آؤ مجھ سے مناظرہ کرو“۔

بھلا اُس کے ذمے مناظرہ کی جرات میں کس سے آتا؟ میں نے انکار کر
دیا، لیکن انھوں نے میرے انکار کو تسلیم نہیں کیا، اور اصرار کیا کہ مذکورہ مسئلہ
میں اس سے مناظرہ کریں، آخر ان کے اصرار سے مجبور ہو کر میں نے قبولِ حکم کیا

یعنی مناظرہ شروع کر دیا،

قدراستغاثی

میرے مناظرہ اور طرزِ حکم سے امام غزالی خوش ہوئے کہ انھوں نے یہ مسئلہ

تفصیلِ خلیفہ ہارون الرشید کے کاؤں تک پہنچا دی، میرا مومنین اس سے

بہت محظوظ اور لطف اندوز ہوئے، اور میری قدر افزائی فرمائی،

امام صاحب کے کردار و سیرت کا خلاصہ

مذکورہ بالا واقعہ سے امام محمدؒ کے کردار و سیرت، اور احوال و سوانح کے کئی پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔

ایک تو یہ کہ امام صاحب مناظرہ سے دلچسپی لیتے اور اس کی حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ دوسرے یہ کہ اپنے شاگردوں کے ساتھ ان کا طرز عمل کس درجہ شفقت و محبت پر مبنی تھا، اور وہ انہیں آگے بڑھانے اور عروج حاصل کرنے میں زیادہ سے زیادہ مدد دیتے تھے، اور کوشش کرتے تھے کہ ان کی صلاحیتیں ابھر سکیں، ان کی اہلیتوں کا اظہار کیجے اور وہ زیادہ سے زیادہ عروج حاصل کریں۔

تیسرے یہ کہ امیر المؤمنین اور خلیفۃ المسلمین کی بارگاہ میں ان کی منزلت اور وقعت کا کیا عالم تھا؟ اور ان کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ کیا قدر و قیمت رکھتے تھے؟ چوتھے یہ کہ امام محمدؒ کے شاگرد، اور خاص طور پر امام شافعیؒ، اپنے استاد کا ادب و لحاظ کس درجہ ملحوظ رکھتے تھے۔

مناظرہ سے انکار!

اور امام شافعیؒ نے، اپنے استاد امام محمدؒ سے مناظرہ کرنے سے جو انکار کر دیا تھا، اس کی وجہ یہی تھی، بھلا جو شاگرد اپنے استاد کا اس درجہ منولہ کرم ہو کہ اس سے ایک بار شتر علم حاصل کیا ہو، جس پر استاد کی شفقت اور محبت بیش از بیش رہی ہو، وہ کیوں انکار کے سامنے نرم نظر نہ کرے؟ یہاں مناظرہ میں اتر سکتا تھا، پھر اس زمانہ میں یہ معمول بھی تھا کہ استاد اور شاگرد میں مناظرہ ایک نئی اور اچھبے کی بات تھی، لیکن استاد کے حکم سے مجبور ہو کر یہ مناظرہ فریضہ منوں نے انجام دیا۔

امام شافعیؒ کا احترام

امام شافعیؒ کے ساتھ امام محمدؒ کے حسن سلوک، اور شفقت و رحمت کا کیا عالم تھا، اسے خود شافعیؒ کی زبان سے نیچے:-

”اثر تعالیٰ سے میرے وہ دایرہ اور راستہ پیدا کئے، حدیث میں
ابن قینہ، اور فقہ میں امام محمد!“

امام شافعیؒ کا احترامِ سپاس

ایک دوسری روایت ربیعؒ شافعیؒ سے کرتے ہیں:-

”میں دنیا میں، علم اور اسباب دنیا کے مسئلوں میں کسی کا بھی اتنا ممنون
کرم اور ذریعہ احسان نہیں ہوں، جتنا امام محمدؒ کا، درس کے عام اوقات میں
بھی میرے ساتھ ان کا سلوک اخیلازی پہلو رکھتا تھا، وہ میرے ساتھ حدود
شفقت و مروت کا پرتاؤ کرتے تھے:-“

امام شافعیؒ کا حسن سلوک!

ابن ساعدہ روایت کرتے ہیں کہ محمد بن حسی نے اپنے اصحاب سے تقریباً ایک لاکھ درہم
بطور چنڈہ کے جمع کیے، یہ رقم امام شافعیؒ کو مختلف وقفوں میں دے دی گئی،
ذہبی اپنی کتاب میں ”اور اکیس بن یوسف القراطیسی سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے
کہا:-“

ایک مرتبہ امام شافعیؒ کو کہہ رہے تھے کہ کتاب اللہ کا امام اسحاق
میں نے، خدا کی قسم امام محمدؒ سے زیادہ، کسی کو نہیں دیکھا، ایسا مہم

ہوتا ہے کہ بیسے بیکار مہی پر نازل ہوئی ہے ۔

ان تمام تعریضات سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام شافعی کے دل میں امام محمد کی عظمت و جلالت کا کیا عالم تھا ، اور وہ ان کا ادب و احترام کس درجہ ملحوظ رکھتے تھے ۔

امام شافعی و امام محمد

گزشتہ صفحات میں ہم سبب و تفصیل کے ساتھ اس امر پر روشنی ڈال چکے ہیں کہ امام شافعی کو اس بات پر فخر تھا کہ وہ امام محمد کے شاگرد ہیں ، انھیں اس پر بھی ناز تھا کہ اپنی عمر عزیز کا معقول حصہ اس درجہ عظیم و مجید کے دامن سے وابستگی میں انھوں نے صرف کیا ، ہم یہ بھی بتا چکے ہیں کہ امام شافعی کا دل امام محمد کی عظمت و جلالت شان سے مملو تھا ، ان کی نظر میں کسی اہل علم کا وہ درجہ نہیں تھا جو امام محمد کا تھا ، وہ امام محمد کو صرف فقہ کا امام تسلیم نہیں کرتے تھے ، بلکہ انھیں حدیث میں بھی یکتا و ہم قرآن میں بھی بے جہتا سمجھتے تھے !

لیکن بعض فتنہ پردازوں نے بالخصوص غلط طور پر مختلف نصیحتیں مستند و معتبر روایات و احادیث و حکایات کا سہارا کر کے ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ امام شافعی کے دل میں امام محمد کی کوئی خاص قدر و منزلت نہیں تھی ، نہ وہ ان کے علم بے پایاں کے قائل تھے ، بلکہ موقع بہ موقع ان پر نکستہ جھنی اور ان کا استحقاق بھی کرتے رہتے تھے ،

اس طرح کی چند روایات و حکایات پر ہم ذرا وضاحت کے ساتھ گفتگو کریں گے ۔

ایک مناظرہ کی روایت

خطیب ابن رزق بخوارہ ابو عمرو بن سماک سے ، وہ حماد سے ، وہ احمد بن خالد الکوفی سے ، احمد و مقدسی سے روایت کرتے ہیں ، کہ ایک مرتبہ علیہ دارون طر مشید کے مابین جس امام شافعی اور امام محمد کے مابین مناظرہ ہوا ، جس میں خوب خوب وہ دونوں نے ایک دوسرے کے خلاف طعنات

ساری اور متروک ذہانت کے جوہر دکھائے۔

یہ روایت غلط ہے

لیکن اس روایت کے تسلیم کرنے سے ہیں شدت اور سختی کے ساتھ انکار ہے، اور اس انکار کے دیگر وجوہ و اسباب کے علاوہ، اس کے راویوں کا بھروسہ ہوتا ہے۔

اس روایت کے ایک راوی، ابن دوق، ہیں، ان کی کیفیت یہ ہے کہ جب یہ اندھے ہو گئے اور اپنے بڑے بھائی کے کھینچے والی کے درجہ میں آ گئے، تب انہوں نے خطیب کے پاس رہنا شروع کیا چنانچہ ان کی کثرت و اتنیس، جن میں یہ روایت بھی شامل ہے، مندرجہ ذیل باقی ہیں۔

اب ابو عمرو اساک کو بھیجے، انہیں روایات کے گھڑنے میں ملکہ حاصل تھا۔

مخبر ہوتا ہے۔

ایک اور راوی جن کا ذکر خطیب نے اپنے سلسلہ اسناد میں کیا ہے، احمد بن خالد انکرماتی ہیں۔

یہ لے کر بھول ہیں کہ ان کا حال کسی معتبر تذکرے میں نہیں ملتا،

آخر تک راوی مقدی ہیں، انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ اس واقعہ کے شاید یہ طور میں، یا کسی دیگر

سے انہوں نے سنا ہے، اگر وہ شریک مناظرہ تھے، تو صاف الفاظ میں بیان کرنا چاہیے تھا اور

اگر اس مناظرہ کی کیفیت کسی دوسرے شخص سے معلوم ہوئی تھی تو اس کا ذکر کرنا چاہیے تھا، تاکہ معتبر

واقعہ صحیح طور پر سامنے آجاتی،

لہذا واقعہ کا جہاں تک نقل ہے، یہ روایت بالکل من گھڑت، ناقابل اعتماد اور ناقابل قبول

نظر آتی ہے۔

روایت کے لحاظ سے بھی غلط ہے

اب خدا اس روایت کو روایت کے اٹھل پر پرکھے، اس زمانہ میں شاگرد و مرید اسناد کے باج

منظور کا یہ طریقہ ہی نہیں رائج تھا، جس کا اس روایت میں ذکر کیا گیا ہے، امام شافعی، امام مالک اور اہل مدینہ منکب کا رد اس طرح کسی مجلس میں بیٹھ کر نہیں کر سکتے تھے، نہ کہ دور دورہ امام محمد کا جن سے ان کے جبرِ معمولی روایات و تعلقات تھے، اور جن پر امام محمد کے عد سے زیادہ احسانات و عزائمت تھے۔

قطعا غلط اور ناقابل یقین

ان دونوں کے روابط اور مراسم کی کیا کیفیت تھی، اس کا اندازہ بڑی آسانی کے ساتھ ”کتاب الصحیح“ کے مطالعہ سے ہو سکتا ہے۔ جو امام محمد کی نگہی ہوئی ہے۔ اور جس میں امام شافعی کے بارے میں کلماتِ حق موجود ہیں، یا ”کتاب الامہ“ کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے جو امام شافعی کی تالیف ہے، اور جس میں امام محمد کے بارے میں عقیدت و عظمت سے بھرے ہوئے شاندار الفاظ موجود ہیں، نیز ابن حجر کی کتاب ”مشاقب الشافعی“ میں بھی امام محمد کے وہ الفاظ مل سکتے ہیں جو انہوں نے امام شافعی کے بارے میں تعریف و تحسین کے طور پر استعمال فرمائے، اور ان دونوں کے خیالات و آراء ایک دوسرے کے بارے میں معلوم کرنے کے بعد، کوئی شخص ایک لمحہ کے لیے بھی اس کا تصور نہیں کر سکتا کہ شافعی امام محمد کے خلاف جاسکتے ہیں، اور تصورِ مناظرہ کر کے ان کے ایک حریف کی حیثیت اختیار کر سکتے ہیں۔

دعویٰ ایکن دلیل نہیں

امام شافعی اور امام محمد کے اختلافِ فقہی کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ شہادتِ قابلہ کے مسئلہ میں دونوں کے درمیان اختلاف تھا۔

لیکن سوال یہ ہے کہ امام شافعی امام محمد سے اس بات پر کس طرح معاذ کر سکتے تھے کہ شہادتِ قابلہ کا قبول کرنا درست نہیں، اس کی دلیل کتابِ الہی سے وہ کیا لاتے ہیں؟

بحسب شبہ اللہ تعالیٰ نے دلائل، مصیبت و مسطر و حجت، مفارقت اور زمانہ کے مسئلہ میں
تجددات کا ذکر کیا ہے، لیکن شہادت فی قولہات کا ذکر سارے قرآن میں کہیں نہیں آتا،
اسی طرح یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ امام شافعی عہد اللہ بن نبی کو جہول راوی قرار دیں، حالانکہ
حالت یہ ہے کہ ان کی جلالت شان و مرتبت کا اعتراف بڑے بڑوں کو ہے، کتب اسناد الرجال میں
ان کا ذکر آیا ہے، اور بہت اچھے اور شاندار الفاظ میں آیا ہے، اگرچہ امام ابو حنیفہ نے ان کے فقہ ہونے
میں کلام کیا ہے، جیسا کہ عقلی ترمذی سے معلوم ہوتا ہے، لیکن یہ بات بھی فراموش ذکر کرنی چاہیے
کہ ترمذی جیسے شخص نے ان کی توثیق کی ہے، اور شیبہ جیسے شخص نے ان سے روایت قبول کی
ہے، حالانکہ سب جانتے ہیں کہ قبول روایت میں شیبہ بڑے متشدد تھے، کسی راوی میں اگر خدا
بھی کوئی غامی یا کبھی نظر آتی تھی، تو اس کی روایت ہرگز قبول نہیں کرتے تھے، پس اگر امام محمد اس
باب میں اپنے استاذ امام ابو حنیفہ کی جرح تسلیم نہیں کرتے تھے، تو اس میں تعجب کی کون سی
بات ہے؟ وہ خود بھی امام تھے، اور پایہٴ اجتہاد رکھتے تھے، اور اپنی اس رائے میں منفرد نہیں
ہیں، بلکہ ترمذی اور شیبہ جیسے اکابر ان کے ساتھ ہیں، —: لہذا اگر وہ عہد اللہ بن نبی کو
جہول راوی نہیں مانتے، بلکہ ان کی ثقاہت تسلیم کرتے ہیں، تو اس کا اظہار حق ہے

ابن حجر کی روایت

ابن حجر نے "مناقب الشافعی" میں ایک روایت یہی بن اکثم کی یہ درج کی ہے:
"ہم نے کثرت کے ساتھ محمد بن حسن کے مکتوبوں میں شرکت کی ہے
لیکن امام شافعی کی بات ہی اور تھی، وہ عقیدہ قریش کے ایک فرد تھے،
ان کی عقل و فہم بھی ایک قریشی کی عقل و فہم تھی، ان میں ذکاوت،
ذہانت، فراست، دانش، سرعت فکر اور عقل صافی کے تمام وہ
جوہر موجود تھے، جو ایک قریشی میں ہونا چاہئیں، اگر کہیں انہیں نہ ملے

تو جو صرف حدیث نبوی ہی کی طرف مبذول رکھی ہوئی تو جاسب اہمیت
محض اس کے علاوہ دوسرے علماء سے بالکل بے نیاز ہو جاتی ہے۔

بجھول اور نات بل قبول!

مذکورہ بالا روایت بھی اگر نقد و جرح کی کسرٹی پر کسی جانے، تو بجھول اور نات قابل اعتماد و ناقابل قبول نظر آئے گی۔

بجھول ہی کثرت جو اس روایت کے راوی ہیں، وہ سند میں بھروسے کے گورنر نہیں، ان کی عمر میں سال کی تھی، اسی لیے اہل بھروسہ شروع شروع میں انہیں حقیقہ سمجھتے تھے کہ تمنا و عمر
نوجوان گورنر بنایا گیا ہے۔ لیکن انہوں نے اپنی ذکاوت و ذہانت کا بکھرا ہوا مظاہرہ کیا اور انہیں حقیقہ سمجھنے
والے لوگوں کی پرانی کے نام کی ہو گئے، ہر حال یہ تو ایک ضمنی بات تھی، سراسر یہ ہے کہ سند میں
ہیں کی عمر میں سال کی تھی، وہ سند میں تمام محمد کے مناظروں میں کس طرح شریک مانا جاسکتا ہے
اور اس سلسلہ میں اس کی روایت کہاں تک قابل قبول ہو سکتی ہے؟ پھر یہ بھی فراموش نہ کرنا
چاہیے کہ ابن کثیر کی روایت خواہ اس میں ہوئی تھی اور عراق وہ بہت دنوں کے بعد آئے تھے
صاف بات یہ ہے کہ ابن کثیر نے ان پہلوؤں پر غور نہیں کیا، اور ایسی روایت قبول کر لی،
جو قابل قبول نہ تھی۔

خطیب کی ایک روایت

خطیب نے ایک اور روایت اپنی کتاب میں درج کی ہے، اس کے راوی بھی ابن رزق
ابو عمرو بن سلک، قتادہ ہیں، آخری راوی ربیع ہیں، روایت کے الفاظ یہ ہیں۔
”جب کبھی بھی کسی شخص سے میں نے مناظرہ کیا تو جواب دیتے وقت
اس کے چہرے کی رنگت مزہ و تہی ہو گئی، اہل بیت محمد بن حسن پر ایسی کیفیت

گزرتے ہیں نے کسی نہیں دیکھا۔“

حمیری کی تخریج

اس روایت میں تخریج ہے، یعنی مناظرہ کا لفظ سوال کے بجائے، اس پر استعمال کیا گیا ہے تاکہ ثابت کیا جا سکے کہ شاگرد اپنے استاد سے بھی مناظرہ کیا کرتا تھا۔

اس روایت کے دو راوی، ابی رزق، اور ابی سہک تراجمی طرح مصروف ہیں، اسی سے اس کے صدق و کذب کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

باقی اصل اور صحیح روایت جس کی صحت و استناد سے، خطیب بھی انکار نہیں کر سکتے، وہ ہے جو حمیری نے تخریج کی ہے۔ وہ کہتے ہیں، ہم سے عباس بن احمد الماشمی نے، ان سے علی بن عمرو الجہرمی نے، علی بن محمد بن محمد بن عوفی نے، ان سے احمد بن حماد بن سفیان نے، ان سے ابی بن سلیمان نے بیان کیا کہ :-

”میں نے شافعی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب کسی مسئلہ کے بارے میں کسی عالم سے میں نے سوال کیا، تو میں نے دیکھا، جواب دیتے وقت اس کا گردن ضرور ہل گیا، لیکن امام محمدؒ یہ کیفیت کسی نہیں بتا رہے تھے۔“

امام محمدؒ کی شانِ فتویٰ

بالکل اسی طرح کی روایت ”استقراء“ میں بھی ہے۔ (ملاحظہ ہو ص ۶۹)

”ہم سے خلف بن قاسم نے، ان سے حسن بن رقیق نے، ان سے عمرو بن یحییٰ قدامی نے، ان سے ربیع بن سلیمان نے بیان کیا کہ میں نے شافعی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب کسی شخص سے کسی مسئلہ کے بارے میں کوئی سوال کیا گیا تو اس کے چہرے پر ناگہانی کے آثار ضرور پیدا ہوئے، لیکن محمد بن عوفی نے

موال کا جواب دیتے وقت کسی بھی ناگزیری کا اظہار اپنے چہرہ بصرہ سے
نہیں ہونے دیا۔

تبصرہ

اس روایت صحیحہ کے مقابلہ میں اگر خلیفہ کی روایت دیکھی جائے، تو صاف معلوم ہوتا ہے
کہ قابل قبولی کی روایت ہے اور قابل رد کون سی روایت ہے؛ دونوں کا نقل و مستوی فرق
ظاہر رہا ہے:

ایک اور غلط روایت

خلیفہ نے امام شافعیؒ کے حالات بیان کرتے ہوئے، ایک بڑی دلچسپ لیکن مہر اس غلط روایت
کی ہے:-

”ابو الخلیف الطبریؒ علی بن اسماعیلؒ ہیں، انھوں نے بغداد سے ابو احمد
یوسف بن محمدؒ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبیؐ سے
میلان کو لکھے ہوئے سنا کہ امام شافعیؒ نے امام محمدؒ کی حق سے مقام دونوں
منظور کیا اور ان میں سے کسی کو ان کی زبان سے جبر خلیفہ ہارون
الرشید کو پہنچا تو اس نے کہا:

قریش کے بارے میں حدیث

”کیا محمدؐ کو یہ علم نہیں تھا کہ وہ ایک قریشی سے منظرہ کر رہے ہیں۔
جو سالی کو ساکت کر دیتا ہے، اور حبیب کو بھی مارنے سے قلم نہیں اٹاتا۔ انھوں نے
میں نے اسے دیکھا کہ یہ نہیں ارشاد فرمایا ہے!

قَدْ مَوَاقِدُ بِنَا وَلَا تَقْدُ مَوَاقِدُ
وَتَعْلَمُوا مِنْهَا وَلَا تَعْلَمُوا
فَإِنَّ عِلْمَ الْعَالَمِ مِنْهُمْ يَسَّعُ
صَبَاقُ الْأَرْضِ - ۱
قریش کو آگے دیکھو، خود اس سے
آگے نہ بڑھو، قریش سے سیکو،
انہیں سکھانے کی کوشش نہ کرو
کیونکہ ایک قریشی عالم کا علم دین
کی پہنائی کے برابر پیسہ ہے - ۱

لیکن یہ روایت مسر اسر کذاب و دروغ پر مبنی ہے
اس کے ایک راوی ابن الجارود ہیں، جن کے بارے میں خود خطیب کا
فیصلہ ۱ ج ۲ ص ۱۶۴ ہے کہ وہ اوّل درجے کے جھوٹے ہیں -
(راقہ کذاب) -

یہ حدیث صحیح نہیں

باقی رہا اس حدیث کا یہ ٹکڑا کہ قریش سے سیکو انہیں سکھاؤ مت
یہ بھی سرسری غلط ہے، اور اصل صحابہ و تابعین کے یکسر مخالف ہے۔ عمر صواب
کرام و تابعین عظام میں برابر تعلیم و تہذیب عام کا سلسلہ جاری رہا، اور اسے
کون نہیں جانتا، کہ طرز امام شافعیؒ کے استاد امام محمدؒ قریشی نہیں تھے

خطیب کی حیثیت

خطیب کا جہاں تک تعلق ہے، وہ تو اس کے عاری ہی کہ اپنے حسب
مطلب روایت کو، خواہ وہ کتنی ہی کمزور، غلط اور ناقابل اکتفا و کیوں نہ ہو،
بڑے شوق سے قبول کر لیتے ہیں، لہذا انہوں نے اگرچہ روایت نقل کر دی تو باوجود
تجربہ فہم، اہلۃ تاحی ابو خطیب مصریؒ پر ضرور قہمت ہے کہ اسی صبیحا شخص

میں یہی روایت قبول کر لیا ہے۔ امام شافعی کی جلالت قدر ثابت کرنے کے لیے چھٹی اور ہفتم روایات کو اسارا دینے کی بات کیا ضرورت تھی؟ امام شافعی کی جلالت قدر بچانے کو کیا کم تھی؟ اور اس کی تائید میں کچھ اور حقیقی روایات کی کیا کمی تھی؟ اور سب سے زیادہ حیرت طاری ہو کر رہے کہ ائمہ نے یہی کتاب شافعی تھی، دس، سو، اس طرح کی روایتوں کو قبول کر لیا ہے۔ حالانکہ میں ان کا درجہ و کتب ہونا بھی طرح روشن تھا۔ ”رہے سچ، تو وہ من ارگن میں تھے جو کاذب کی روایت کرتے چلے ذرا نہیں بچتے تھے، بشرطیکہ وہ ان کی خواہش کے مطابق ہوں، لہذا ان پر یہ طعن بھی نہیں کر سکتے کہ اس سند میں بیعتی بھی شامل ہیں، کیونکہ وہ جلالت بھی طرح بیعتی سے واقف ہیں۔“

ہمارے حقائق

اسانید صحیحہ کے ساتھ امام محمدؒ کی امام شافعیؒ سے ثناء و صفت اور عظمت و منزلت مروی ہے، تاریخ خطیب، کتاب ابن ابی العوام، کتاب الصیرری، تذیب النور، مؤلفات ذہبی اور دوسری کتابوں میں بسط و تفصیل کے ساتھ امام محمدؒ کی تعریف و تحسین میں امام شافعیؒ کے بیانات بہ کثرت ملیں گے، کتاب الفوائد، ہی میں بھی اس طرح کا بہت سا مواد موجود ہے۔ یہ روایات اتنی مشہور و معروف ہیں کہ ان کا اعادہ ہم ضروری نہیں سمجھتے، صرف اشارہ کر دینے پر اکتفا کرتے ہیں۔

اس موقع پر یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ جب تک امام شافعیؒ نے امام محمدؒ کے حلقہ درس میں شرکت نہیں کی، ایک فقہ کی حیثیت سے ان کا ذکر کہیں بھی نظر نہیں آتا۔ — — — — — واقعہ یہ ہے کہ امام محمدؒ کی بارگاہ سے، فقہ میں درجہ و کمال حاصل کرنے کے بعد، وہ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے

اور وہاں جا کر فقہ اہل حجاز کو اس روشنی میں دکھایا جو یہاں سے پہلے ساتھ لے کر گئے تھے اور اس فن میں اتنا ملکہ حاصل کر لیا کہ مرتبہ اجتماع پر فائز ہو گئے!

الحجۃ

امام علقمہ کے انتقال کے کئی سال بعد، امام شافعی عراق واپس آئے، یہ واقعہ مشہور ہے اور امام علقمہ کی وفات کو سات سال گزرتے تھے۔ وہ دو سال تک عراق میں قیام پذیر رہے اور یہاں پہلے قدیم فقہی مذہب کی نشر و ترویج میں مشغول رہے، جس کی بنیاد معروف و مشہور روایت قدیم پر تھی، یہیں انھوں نے اپنی وہ مشہور کتاب تالیف کی جو ”الحجۃ“ کے نام سے مشہور ہے اور کافی ضخیم ہے، جس کے دو میں عینی بن ابان نے کافی کاوش کی۔

امام شافعی کے سفر کا ذکر

امام کے دو مخصوص سفروں کا ذکر بھی ہم کرنا چاہتے ہیں جو تمام ترمذیوں کو مذہب پر مبنی ہیں۔ پہلے سفر کے راوی عبد اللہ بن محمد اہلبوی ہیں، علامہ حرج و تعدیل کے حلقہ میں یہ ہمارے چھلانے و روٹ گزرنے کے لیے مشہور ہیں، ابن جریر نے قرانی احکام میں جمعہ الی ابن ابی ریمہ میں اس پر دو روایتیں درج کر کے، اس کی تردید کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ آپری اور سہیلی وغیرہ نے حسب موقع طرالت یا اختصار سے کام لے کر، اس کی تخریج کی ہے۔ فخر عبدین رافعی نے بھی اپنی کتاب ”مناقب الشافعی“ میں اس پر اتنا اکتفا کیا ہے کہ سنہ تک نہیں دی ہے، حالانکہ یہ یہ غلط۔ اس روایت کا بڑا حجتہ موضوع ہے، اور باقی ملکیں اس روایت میں جو واقعہ درج ہے اور یہ ہے :-

”ابو یوسف اور محمد نے تعلیق ہادی الرستہ کو اس بات پر

اٹھایا کہ وہ امام شافعی کو قتل کر دے۔“

لیکن ہواۃ سے قطع نظر، حج کے کرب و درو خانہ پر ہم روشنی ڈال چکے ہیں، دوسرے اعتبارات سے بھی یہ روایت غلط اور ناقابل قبول ہے۔ خاص طور پر دو وجوہوں سے :-

ناقابل قبول ہونے کے اسباب

پہلی وجہ اس کے ناقابل قبول ہونے کی یہ ہے کہ امام شافعی بغداد تشریف لائے تو امام ابو یوسف وفات پا چکے تھے، ان سے اور امام شافعی سے ملاقات ہی نہیں ہو پائی۔

دوسری وجہ اس کے ناقابل قبول ہونے کی یہ ہے کہ امام ابو یوسف اور امام محمد دونوں حضرات بزرگ تھے، ایک مسلمان کے قتل کے لیے وہ کس طرح جدوجہد کر سکتے تھے، جب کہ اس نے ان دونوں کو کس طرح کا نقصان ہی نہیں پہنچایا تھا، پھر اسے بھی ذبح نہ کرنا چاہیے کہ ان دونوں بزرگوں کا منصب، ان کی جہالت شان، اور ان کی دینیاری، کب اس کی اہانت دے سکتی تھی کہ وہ ایسی کجف حرکت کا ارتکاب کریں؟

حقیقت واقعہ

طریقہ صحیح سے جو بات ثابت ہے، وہ یہ ہے کہ امام شافعی نے سب سے پہلے مسجد میں بغداد کی سرزمین پر قدم رکھا ہے، اور امام ابو یوسف کی وفات اس سے دو سال پہلے ہو چکی تھی، البتہ امام شافعی امام محمد سے ملے، اور وہ انہیں قیام حجاز کے دنوں سے بہت اچھی طرح جانتے تھے، چنانچہ باقاعدہ ان کی مشغوری اختیار کر چکے تھے، اور ان سے کسب و استعاذہ کر چکے تھے اور ان کے واسطے علم سے کافی عرصہ تک وابستہ رہے تھے؛

ابن حجر کا بیان ختم ہوا:

یہ روایت بھی غلط ہے

اس جھڑپنی مذکورہ کتاب میں (ص: ۷۰) ایک اور روایت بھی سنبھلی کے حوالہ سے درج کی ہے، جو جن دونوں ہزرگوں و امام شافعیؒ اور امام محمدؒ کے احکامات اور ثابت باہمی پر روشنی ڈالتی ہے۔ یہ بھی روایت اور روایت ہر اعتبار سے غلط اور ناقابل قبول ہے۔ اور کسی مستند و معتبر ذریعہ سے ثابت نہیں ہوتی، بلکہ روایات صحیحہ و معتبرہ سے جو کچھ ثابت ہے، وہ یہ ہے کہ امام محمد امام شافعی کے ساتھ زیادہ سے زیادہ جتنی سلوک سے پیش آتے تھے، اور ہمیشہ ان کی مدد کرتے رہتے تھے، اور ان سے لطف و عنایت کا برتاؤ کرتے رہتے تھے، اسی طرح امام شافعی بھی ہمیشہ ان کی عظمت و جلال کے اعتراف میں رطب اللسان رہتے تھے۔ یہ حقیقت کبائے خود ان روایات کی گنجشک کرتی ہے، جو ان دونوں اکابر کے باہمی اختلاف و عداوت کی ترجمان ہیں۔

غلط طرز کار

امام شافعیؒ کے بعض مشہور عقیدہ مندوں نے امام شافعیؒ کی فضیلت و منزلت اس میں بھی کہ خواہ کتنے ہی غلط طور پر بھی، لیکن یہ ثابت کر دیں کہ امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ ان سے حسد کرتے تھے، اور ان کی شہرت اور مقبولیت سے جلتے تھے، لیکن ان حضرات نے یہ کبھی نہ سرا جاکر ان کے دشواری میں بات کو غلط اور نامعتبر قرار دیتے ہوں، اسے کتنے ہی زور اور قوت سے بیان کیا ہائے وہ بھی رہے گی۔

حائق سے انکار

کیا اس حقیقت سے کوئی انکار کر سکتا ہے کہ امام شافعیؒ اپنے طلب علم کے دور میں جب تھے اسی وقت سے وہ امام محمدؒ کے مرجع منت تھے، فقہ میں انہیں جو منزلت ملنی حاصل ہوئی اور اسی

بارگاہ فیض سے استفادہ کے بعد؟ حد یہ ہے کہ موطا امام مالک مالک ان کے پاس جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے امام مالک کے سامنے اس کی قرأت کی تھی امام محمد ہی کے واسطے سے پہنچی، سنا پڑ موطا امام مالک کا ایک نسخہ بھی ایسا نہیں ہے جو حسب روایت شافعی ہو، اور اہل علم کے حلقوں میں متداول ہو، جیسے موطا کے دوسرے نسخے، بعد دوسرے اصحاب کے حسب روایت میرا عام طور پر صدیوں سے متداول چلے آ رہے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگرچہ امام شافعی نے امام مالک کے سامنے موطا کی قرأت اور اہل ہرم میں کر لی تھی، لیکن اس کی امانت کو ضبط نہیں کیا گیا تھا، نہ اس کی وارستہ سترار کے ساتھ جاری رکھی تھی۔

امام شافعی کا سفر یمن

امام شافعی کا سفر یمن تو معلوم ہوا چاہیے کہ یہ سفر طلب علم کے لیے نہیں کسب معاش کے لیے تھا۔

اس حالات میں غور کرنا چاہیے کہ آخر امام شافعی میں کوئی سی بات تھی جس پر امام ابو یوسف اور امام محمد جیسے ائمہ وقت ان سے حسد کرتے، جلتے، اور ان کی برائی کے خواہاں رہتے؟ اور اگر واقعی یہی بات تھی، تو وہ آخر کون کی چیز تھی، جس نے امام شافعی کو مجبور کیا کہ وہ امام محمد کے واسطے علم سے چھٹے رہیں، حالانکہ خود ان کے تلامذین سکھایاں کے بموجب وہ عالم مصروف تھے، بھلا مصروفی حسد کے پاس، طلب علم، استفادہ اور مصروف فیض کے لیے کبھی گیا ہے؟ اور یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ اگر واقعی امام محمد، امام شافعی سے حسد کرتے تھے، تو وہ انہیں تعلیم دینے، ان کی تربیت کرنے، اور فن کے سراور و رموز بتانے اور سکھانے پر کیوں آمادہ ہوئے؟ اور یہ کیوں نہ ممکن ہو کہ محمد اپنی کتابوں میں حسد کے طرز کی روایت، تشاد و مصفت کے ساتھ کرے؟ حسد کلام محال فرض کر لینے کے بعد بھی، مذکورہ روایات کا جواب ہے کسی کے پاس؟

امام محمد کا کلمہ حق ہارون کے سامنے

امام محمد کے دوست اور دشمن سب اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اہل علم میں ان سے زیادہ علماءوں کے علم کو مانع کرنے میں الجند آمہنگ کوئی نہ تھا۔ ہارون الرشید کی مجلس میں جب اس کے کسی فعل نادر اور اہل علم کی زبانیں بیاں حق سے گنگ ہو جاتی تھیں، یہی ایک شخص (امام محمد) محتاج خوف موتہ لائم، نتائج سے بے پروا ہو کر بغیر کسی خوف اور جھجک کے، حق بات زبان پر لے آتا تھا، ایسا شخص ہارون الرشید کو علم پر مائل کر سکتا تھا، ایک سلطان کے قتل پر اسکا سکتا تھا، ایک ایسے شخص سے مسد کر سکتا تھا، جس نے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچایا اور جس کو وہ برابر غلام پہنچا کر رہا تھا۔

روایت ثقات کی بغیر پر غامض و عام، سب اس حقیقت آشہیں کلام محمد نے امام شافعی کی تعلیم کو کٹی ہوئی اور اس راستہ میں کس اثیار و قربانی کا مظاہرہ کیا، اور کس طرح بے دریغ اپنی پر اپنا روپیہ صرف کیا، وہ داران کے احتیاجات پر اسے کہے، خود تکلیف اٹھائی، لیکن انہیں شکوہ پہنچایا، جتنا بجز حقیقت ہے، اور اس سے کوئی واقف حال بھی انکار نہیں کر سکتا کہ فقہ میں امام شافعی اگر کسی کے مرزب اور نمبر بادشاہان میں تو صرف امام محمد کے!!

یہ حق کی حقیقت

اس سلسلہ میں پہلی کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے، ہم جانتے ہیں کسی طرح تعصب اور تحزب سے وہ اپنا دامن نہیں پھا سکتے۔ اپنی کتاب تصنیف السنن میں انہوں نے تعصب اور تحزب کے خوب جوہر دکھائے ہیں، عدویہ ہے کہ یہی نے طحاوی تک میں کلام کیا ہے، حالانکہ ان کے سوا اہل علم میں سے کسی نے بھی ان پر حرف گیری نہیں کی ہے۔ یہی حق کو اس بات میں کمال حاصل ہے کہ اپنے مسلک کو ثابت کرنے کے لیے قری راوی کو ضعیف اور ضعیف راوی کو قوی قرار دے دیتے

ہیں۔ بلکہ یہ لطف بھی نظر آتا ہے کہ ایک شخص کو ایک موقع پر اپنے مسلک کے پیش نظر وہ منصف قرار دیتے ہیں، لیکن کسی دوسرے موقع پر ان کے مسلک کو، اگر اس کی روایت سے قطعیت پیشتی ہے، تو بے تامل... قوی فی الروایت مان لیتے ہیں، حالانکہ اس وقت و صنف کی داستان طرازی میں آؤ، دق کا فاصلہ بھی نہیں ہوتا،

بہت ہی کے چہرے سے نقاب "الجمہور النقی" میں اٹھایا گیا ہے۔ حافظ عبد القادر قرشی نے بھی ان کی غامبیوں اور کتابوں کو بڑی تفصیل سے اُجاگر کیا ہے، اور واقعہ یہ ہے کہ بہت ہی کے بارے میں ہم بہت کچھ جانتے ہیں، لیکن اس کا تو یہیں وہم و گمان بھی نہ تھا کہ مناتب شامی بیان کرتے کرتے، ان کے سفروں کے بارے میں وہ ایسی حکایتیں اور روایتیں بیان کرنے لگیں گے، جن کی کوئی حقیقت دراصل نہیں ہے، اور یہ بیان لاعلمی پر مبنی نہیں ہوتا، بلکہ اس کے حامی اور بے اصل ہونے کا علم رکھتے ہوئے بھی اس پر اصرار کیا جائے گا، اور اس کی ذرا پروا نہ کی جائے گی کہ یہ واقعات و روایات جو یہاں کئے جلد ہے ہیں، تاریخ ان کی مخالف ہے اور تحقیق صحیح کا فیصلہ ان کے خلاف ہے۔

ابن الجوزی، ابو حامد الطوسی، اور فخر الدین الرازی، اگر اس طرح کے روایات و حکایات اور واقعات کو اپنی کتابوں میں نقل کر لیں، تو ایک حد تک قابلِ درگزر ہیں، کیونکہ سب جانتے ہیں کہ انھیں روایات اور تحقیقی واقعات سے انھیں ذرا دلچسپی نہیں ہے۔ لہذا اگر وہ بہت ہی کے روایات پر بھروسہ کر لیتے ہیں تو حیرت نہیں ہوتی، ہاں اس بات پر مزور اجنبھا ہوتا ہے کہ تحقیق سب کچھ جانتے ہوئے بھی غلط کو صحیح پر ترجیح دیتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت واقعہ یہ ہے کہ ان اخبار و روایات کی حیثیت قصہ کمائی سے زیادہ نہیں، اگر داستان اور افسانہ سے تاریخ نزدیک ہو سکتی ہے تو تاریخ مانا جاسکتا ہے، تو یہی بلاشبہ ان بیان کردہ داستانوں اور کہانیوں کو بھی تاریخ کا درجہ دیا جاسکتا ہے، اور نہ نہیں،

شافیہ کے اہل علم

شافیہ میں ایسے اہل علم تھے جو علمائے عراق کے کارناموں کے قائل اور ان کی عظمت و منزلت کے مستترف تھے، انھیں علماء عراق کے اسماءات کا بھی جوہن پر ورہ رکھے گئے تھے۔ اس واسطے تھا، لیکن ہر حال میں اس سفر اثنی کا پیلو یا ہوا قندہ انھیں بھی بہت ساتھ ہمارے گیا۔ یہ قندہ مراحمہ قندہ کے سلسلہ میں ہر حال میں ہوا تھا، جس کی تفصیل و تشریح خطط مستقر نری میں موجود ہے، اس واقعہ کی آڑ لے کر سفر اثنی نے کذب کا طوطا کر دیا اور ایسی دوا تیں گھڑیں جن کی کوئی اصل و حقیقت نہ تھی۔ اس قندہ کو ہوا دینے والوں نے یہ نہ سوچا کہ یہ دین کی خدمت نہیں ہے، بلکہ تو میں ہے، یہ قندہ اتنا بڑھا کہ آخر حکومت کو سمجھنے کے ساتھ اسے دیا نا پڑا، چنانچہ پانچویں، چھٹی اور ساتویں صدی کے وسط تک یہ کیفیت نزاع و اختلاف کی، جس کی جیسا کہ انھیں و اکاذیب پر تھی، انھیں رسی، احوال کے اس سے دین کا فائدہ تھا نہ دنیا کا بھلا۔

اکابر علم کا رویہ

لیکن ہر حال اکابر علم نے ان داستان طرازیوں کو ایک لمحہ کے لیے بھی تسلیم نہیں کیا، چنانچہ امام شافعی کے پہلے سفر بغداد کے غلط اور اس سلسلہ میں بیان کردہ واقعات کے نام مستتر جو نے کے سلسلہ میں، ان حیرے بھی پہلے جس نے قوت کی، اور ان کی پند و تردید کی، وہ تھی حدیث ابن خیر میں جہتوں نے اپنی کتاب منہاج السنۃ میں اس کذب کو واضح کیا ہے۔ نیز مسودہ شہب نے بھی اپنی کتاب "التعلیل" میں ان غلط روایات کی پردہ دہی کی ہے۔

دوسرا سفر بغداد

امام شافعی کے دوسرے سفر بغداد کی جو گمانی بیان کی جاتی ہے، وہ بھی پہلی گمانی کی طرح

خود ساقہ ہے۔ جسے حقیقت اور واقعہ سے دور کا بھی تعلق نہیں، یہ دونوں داستانیں تو ام حنفیہ
ہمیں ہیں، اور شکل و صورت اور اصل و حقیقت کے اعتبار سے باطل کیساں ہیں۔

اس دور کے سفر کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ سلسلہ میں پیش آیا تھا، حالانکہ کسی طرح بھی
صحیح نہیں ہو سکتا۔ تدریجاً کی معتزہ و مستند کتابوں سے ثابت ہے کہ امام شافعی نے عراق کی سرزمین
پر پچھلے سلسلہ میں قدم رکھا، جب کہ امام ابو یوسف کی وفات کو دو سال کی مدت گزری تھی، لہذا
دونوں کی ملاقات کسی طرح ممکن ہی نہ تھی۔

روایت کے اہم حقائق

- (۱) اس سفر کے سلسلہ میں جو روایت بیان کی گئی ہے، اس کے ہم ابو داؤد میں :-
- (۲) امام شافعی نے امام ابو یوسف اور امام محمد سے اس سفر کے دوران میں (سلسلہ میں)
ملاقات کی،
- (۳) اسی سفر کے دوران میں امام شافعی نے امام ابو یوسف، اور امام محمد سے مباحثہ اور مناظرہ
کیا تھا۔
- (۴) اسی سفر کے دوران میں امام شافعی نے امام محمد کے کتب خانہ سے ان کے علم و اطلاع کے
بغیر امام ابو حنیفہ کی "کتاب الاوسط" حاصل کی، اور روایت سب سے اسے از یاد
لیا :-
- (۵) اسی سفر کے دوران میں جب امام شافعی نے، امام ابو حنیفہ کی کتاب الاوسط حاصل
کی تو انہیں معلوم ہوا کہ امام محمد سے اس کتاب کے نقل کرنے میں بعض غلطیاں سرزد
ہوئی ہیں۔
- (۶) اس واقعہ کے بعد، کتابوں کے مین و مین کے معاملہ میں امام محمد نے بغیر ہر گئے کہ کسی کو اپنے
کتب خانہ کے پاس بھی نہیں پھٹکنے دیتے تھے۔

تبصرہ

حالانکہ جو شخص تاریخ پر نظر رکھتا ہے، وہ بادل نظر معلوم کرے گا، کہ سارے واقعات غلط اور افتراء ہیں۔ سبب مسئلہ سے پہلے امام شافعیؒ نے عراق کی سر زمین پر قدم ہی نہیں رکھا تو مسئلہ میں وہ بغداد کیسے پہنچ گئے؟ اور امام ابو یوسفؒ سے کس طرح مل بیٹے؟ اور امام محمدؒ کے کتب خانہ تک ان کے علم و اطلاع کے بغیر کس طرح ان کی رسائی ہو گئی؟ اس مذکورہ سفر کے سلسلہ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ امام شافعیؒ عراق کے مسجد بلاد فارس میں تشریف لے گئے:

دروغ محض

یہ دعویٰ بھی دروغ محض ہے، جو شخص تاریخ بلدان سے ذرا بھی دلچسپی رکھتا ہے، وہ جانتا ہے کہ بلاد فارس کی تاریخوں میں، سے کسی تاریخ میں بھی امام شافعیؒ کے سفر بلاد فارس کا ذکر تک نہیں ہے۔ ہمارے سامنے "تاریخ نجد نیشتا پورس" ہے، لیکن اس میں کہیں امام شافعیؒ کے سفر کا ذکر نہیں ملتا۔ اسی طرح، دوسرے، قزوین، جرجان، مرو، اصبہان، اور دیگر شہروں کی تاریخ اٹھائیے، اور غروب اچھی طرح اس کی ورق گردانی کر لیجئے، کہیں بھی امام شافعیؒ کے سفر بلاد فارس کا ذکر ملتا ہے؟، مذکورہ بالا ممالک کی تاریخیں ناورد و نایاب نہیں ہیں، ان کا شمار کتب متداولہ میں ہوتا ہے۔ اب بھی جس شخص کا جی چاہے، ان میں سے جو کسی تاریخ چاہے، اٹھا کر دیکھے، کہیں بلاد فارس میں امام شافعیؒ کے پہنچنے کا ذکر نہیں ملے گا۔ تو... اگر امام صاحب ان شہروں میں نہیں تشریف لے گئے، جو گوارہ علم اور مرکز فنون تھے تو... خدس کے کس شرمین انھوں نے قدم در رخ فرمایا تھا؟، یہ بھی اگر تبادیل کیا ہوتا تو کیا مرج تھا؟

تحقیق و تحقیق

اسی طرح اس روایت میں جو امام شافعیؒ کے دوسرے سفر بغداد پر مشتمل ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ امام صاحب خلیفہ ہادی بن الرشید کے ادا اہل عقد خلافت میں بغداد واپس آئے، یہ واقعہ ۳۱۵ھ کا ہے، اور اسی زمانہ میں انہوں نے وہ کتاب "قدیسر" تالیف کی جو اپنے شاگرد "جعفر بن ابی" کے نام سے منسوب کر دی، اور یعنی "کتاب الحجۃ"، جسے وہ رات محنت کر کے وہ ضبط تحریر میں لائے تھے۔

روایت کا یہ حصہ بھی قطعاً غلط اور بالکل ناقابل اعتماد ہے۔

جعفر بن ابی نے پہلے پہل امام شافعیؒ سے "قدیم" کا درس ۳۱۵ھ میں لیا۔ اس وقت ان کی عمر تقریباً پندرہ سال کی تھی۔ اور اسی وہ سنہ آغاز نہیں ہوئے تھے۔ پھر وہ ۳۱۵ھ میں کس طرح عالم وجود میں آ گئے؟ اور امام شافعیؒ ان کی ولادت سے پہلے اپنی کتاب ان کے نام کس طرح موصوم کر دی؟

بہر حال یہ روایت مذکورہ کا یہ حصہ بھی صرف کذب مضاعف کی حیثیت رکھتا ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں!

ایک اور داستان

اسی روایت کا ایک حصہ یہ بھی ہے کہ امام شافعیؒ بخران سے بغداد واپس آئے، اور یہاں ان کے ایک شاگرد نے کئی لاکھ دینار ان کی خدمت میں ہدیہ کے طور پر پیش کئے۔ امام صاحب نے دیناروں کی یہ عظیم مقدار ان محدثین اہل علم پر تقسیم کرادی، جو ان کے استقبال کے لیے حاضر ہوئے تھے مثلاً: ابوالاعلیٰ، ابن حنین اور احمد بن حنبل وغیرہ۔

روایت کے اس حصہ کو اگر نقد و نظر کی کسوٹی پر کسا جائے، تو امر ذیل حاکم ہوں گے:

(۱) اور اسی کی وفات ۷۷۷ھ میں ہوئی — اس وقت امام شافعی صرف سات سال کے تھے۔

(۲) اسی عرصہ نے امام ابوحنیفہ کی وفات کے بعد جب کوفہ سے آکر مکہ میں اقامت اختیار کی تو پھر مرتے وقت تک حجاز مقدس سے باہر نہیں گئے۔

(۳) سال مذکور میں امام احمد بن حنبل کی عمر صرف سات سال کی تھی، لہذا وہ سفر کر ہی نہیں سکتے تھے۔

اس حقائق کی موجودگی ہیں، اگر اس روایت کو دیکھا جائے تو وہ اپنی محذوب آپ کرتی نظر آئے گی!

دلچسپ اور عجیب

سب سے زیادہ دلچسپ، عجیب اور جدید بات، جو اس روایت میں کہی گئی ہے، وہ امام شافعی، اور امام مالک کی ملاقات کا حال ہے۔

بتایا گیا ہے کہ امام شافعی، امام مالک بن انس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ امام صاحب کی دنیا ثروت کا یہ عالم تھا کہ اس کے دروازے پر تین سو سے زیادہ کنیزوں کا جھگڑ رہا تھا، اور ان کے پاس مال و زر کی اتنی مقدار تھی کہ وقت کے ملوک و سلاطین بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔

امام مالک نے اپنی یہ ساری دولت، امام شافعی کے حوالے کر دی، پھر یہ سارا مال و منال اور ساز و سامان سے کہ امام شافعی اپنے گھر والوں اور اہل و عیال سے لے کر سردار وادہ ہوئے وہاں پہنچ کر انھوں نے یہ ساری کائنات اہل مکہ پر تقسیم کر دی، اس دعوہ و جش کے بعد، جب گھر پہنچے تو خالی ہاتھ تھے، اور گھر کا یہ حال تھا کہ وہاں منہسی اور طریت نے ڈیرا ڈالا ہوا تھا۔

یہ خبر جب امام مالک کو پہنچی تو وہ بہت خوش ہوئے، اور اس اخبار عظیم نے جس کا مظاہرہ امام شافعی نے کیا تھا، انھیں بہت مسرور کیا۔ پھر امام مالک نے شافعی کے لیے مستقل رہائش مقرر کر دیا جو بہت کافی رقم پر مشتمل تھا۔

بیشتر اراداد

پھر جب امام مالک کا انتقال ہو گیا تو پھر امام شافعی مالی مشکلات سے دوچار ہوئے اور سفر مختل ہو گئے۔ اور وہاں عبداللہ بن عبدالحکم نے امام مالک کی تمام مقامی کی یعنی جب مالک کا انتقال نہ ہو گیا، عبداللہ کی طرف سے بیش قرار رقم انہیں ملتی رہی!

یہ ساری داستان پڑھنے کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے ہم ایک ایسا فقہ پڑھ رہے ہیں جسے حقیقت اور واقعہ سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ جو محض خیالی ہے۔ اور جس کی بنیاد صرف ذہن رسا پر ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شافعی نے شرح مقامات میں جس کے جس بے پیکر ارادے والے امام کا نقشہ کھینچا ہے وہ بھی اگرچہ ہے تو ایسی داستان عجیب جو اوپر مذکور ہوئی، نہیں گھڑ سکتا۔ جو شخص تاریخ سے ذرا بھی مس دیکھتا ہے، اور جس کے علم میں امام مالک کی تاریخ وفات اور امام شافعی کی تاریخ سفر مصر ہے، اور جو امام مالک کے ذہد و تقوا سے اور ذروال سے نفرت اور معادلت دین میں تشکک سے ذرا بھی واقف ہے، وہ اس داستان کے ایک حرف پر بھی یقین نہیں کر سکتا۔ یہ تمام باتیں امور معلوم کی حیثیت رکھتی ہیں جن سے خاص و عام سب واقف ہیں صرف اسی واقعہ سے امام شافعی کے دوسرے سفر کے جنی بہ بیان ہونے کا یقین ہو جاتا ہے۔

ایک اور کذب صریح

ایک اور کذب صریح اس سلسلہ کا یہ ہے کہ عبداللہ بن عبدالحکم، اور اشعث، اور ابن القاسم

لے اس مسئلہ میں ان کی عمر صرف دو سال کی تھی۔ اس عمر میں یہ قرأت کیونکر ممکن تھی؟
یہ اشعث نے بے شک قرأت کی، لیکن وہ امام مالک کے حضور میں امام شافعی کے سفر وین سے کئی سال پہلے
برایاب ہو چکے تھے۔

اور بیٹ بن سعد نے امام مالک کے سامنے مولانا کی قراءت نمونہ میں قرأت شافعی کے مطابق کی۔

مشکل یہ ہے کہ کسی بات کا کمر دینا تو بہت آسان ہے، لیکن اسے واقعات و حقائق سے ہم آہنگ ثابت کرنا اتنا ہی مشکل ہے۔ صورت واقعہ یہ ہے کہ:

۱۔ ابن القاسم امام مالک کے دامن سے جب وابستہ ہوئے، اس کی تاریخ رجوع شافعی ہو گیا اور پھر الفاظ میں یوں سمجھنا پڑا جیسے کہ امام شافعی کے مدینے پہنچنے سے کئی سال پہلے امام مالک کے حلقہ تلمیذ بن کر یک ہر یکے اور مولانا کی قرأت کر چکے تھے۔

۲۔ زندگی کے کسی دور میں بھی امام شافعی کو بیٹ سے ملنے کا موقع نہیں ملا، جس کا انھیں عمر بھر افسوس رہا۔

ایک تحقیقی نظر

اس سلسلہ میں ہم اختصار کے ساتھ ایک امر کا ذکر کر دیتا چاہتے ہیں۔ یعنی امام حماد اور امام شافعی کے ابن امام ابو حنیفہ اور امام مالک کی انصافیت کے بارے میں رد و کد!

- ابن عبد البر نے اس واقعہ کو "استنقاء" میں دو طریقوں سے بالفاظ مختلف بیان کیا ہے۔
- ابو اسحاق شیرازی نے طبقات الفقہاء میں یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے، بالکل الگ انداز اختیار کیا ہے۔
- ابو اسحاق ہروی نے بھی یہ روایت اپنی کتاب "ذم الکلام" میں بیان کی ہے۔ لیکن ان کے الفاظ مذکورہ روایات سے بالکل مختلف ہیں۔
- ابن جریر نے مناقب احمد میں روایت بیان کرتے ہوئے، بالفاظ مختلف بیان کیا ہے اور باقی دو روایات سے الگ ہیں۔
- مذکورہ روایتوں میں صرف الفاظ کا فرق ہے۔ یا کسی حد تک لب و لہجہ کا، لیکن خطیب نے اس فرق

کو جس رنگ آمیزی کے ساتھ پیش کیا ہے، اور جس طرح اسے بڑھا چڑھا کر بیان کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔

رنگ آمیزی

اور خطیب نے صرف رنگ آمیزی اور واقعہ کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنے ہی پر اکتفا نہیں کیا ہے، بلکہ تمہیں اور اضافہ سے بھی کام لیا ہے۔ ابن عبد البر، اور خطیب، دونوں کے راویوں میں عبد اللہ علی ہیں۔ اب ذرا خطیب کے ہاں اس واقعہ کی عبارت (ج: ۲، ص: ۷۷) ملاحظہ کیجئے۔ پھر ابن عبد البر کی عبارت (ص: ۲۷) دیکھئے، صاف معلوم ہو جائے گا کہ خطیب نے کس درجہ تصرف و تدوین سے کام لیا ہے۔

خطیب کی غلط کاری

اور پہلا یہ خیال کہ خطیب نے جان بوجھ کر اس روایت میں غلط بیانی کی ہے اور تصرف و تدوین سے کام لیا ہے، ہوں صحیح ہے کہ خطیب نے اپنے اضافہ اور تصرف کے ساتھ ہی ساتھ اپنے بچاؤ کا بھی پورا بندوبست کر لیا ہے۔ یعنی اپنے اضافہ اور تصرف کے ساتھ روایت بیان کر چکنے کے بعد یہ بھی کہہ دیا ہے:

او ما هذا معناه: اسی کے لگ بھگ:

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی خطیب پر اعتراض کرے کہ روایت ابن عبد البر کی "انتقا" میں کچھ اور ہے، اور آپ کے ہاں بالکل بدل ہوئی اس کا سبب، تو وہ بڑی آسانی کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اس تفریق پر مجھے کوئی طاقت نہیں کی جاسکتی، کیونکہ میں نے یہ واقعہ بالمشع نقل کیا ہے، باللفظ نہیں، یعنی روایت کا مفہوم بیان کیا ہے۔ — بتائیے نقل مفہوم میں اگر اہل علم اسی طرح کی امانت و دیانت کا مظاہرہ کرنے لگیں، تو کام چل سکتا ہے کسی طرح؟

خطبہ سیانی کا طواری

یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ امام محمدؒ نے اپنی ساری زندگی فقہ اہل حنیفہ کی تعلیم و تعلیم میں بسر کر دی، انھوں نے پر بن اہل حنیفہ ہی سے سیکھا، اسی طرح حدیث کی سماعت انھوں نے امام مالکؒ سے کی، اور تقریباً تین سال تک ان کی خدمت میں حاضر رہے۔ حالانکہ امام شافعیؒ کو یہ سعادت آٹھ ماہ سے زیادہ مدت کے لیے نہ حاصل ہو سکی۔ اس اختصاص کے بعد یہ کیونکر ممکن ہے کہ امام محمدؒ امام اہل حنیفہ یا امام مالکؒ کی شاخ میں کوئی ایسی بات کر دیں جو ان کے شاہانِ ثناء ہونہ مذکورہ دونوں بزرگوں کے وہ دونوں سے مستفید ہونے تھے، دونوں کے سامنے انھوں نے ناخن نہ کھداتے کیا تھا، دونوں کی عظمت و عقیدت سے ان کا دل معمور تھا۔ انھوں نے اپنی تحریروں اور کتابوں میں ذکرِ اہل بیتؑ کے ساتھ، دونوں بزرگوں کا ذکر کیا ہے۔ اور اس طرح کیا ہے جو سزاوار تھا۔

مبسوط کی روایت

”المبسوط“ میں ابو حامد محمد بن احمد العامری نے جو روایت درج کی ہے، وہ اس طرح کی تمام روایات کے منافی ہے، جیسا کہ مسعود بن شیبہ نے اپنی کتاب ”التعلیغ“ میں بھی نقل کیا ہے۔

روایت کے اصل الفاظ

عامری کی روایت کے اصل الفاظ یہ ہیں:-

”ایک مرتبہ شافعیؒ نے، محمدؒ سے سوال کیا، زیادہ عالم کن تھا، مالکؒ

یا حنیفہؒ؟ محمدؒ اس سوال کے جواب میں شافعیؒ سے پوچھا۔

”ان دونوں بزرگوں کے متعلق یہ سوال کس علم کے بارے میں کر رہے ہو؟“
شافعی نے کہا:

”کتاب اللہ کے زیادہ عالم ایک تھے یا ابو حنیفہ؟“
امام محمدؒ نے جواب دیا:
”ابو حنیفہ!“

ایک اور سوال

امام شافعیؒ نے پھر سوال کیا:

”سنت رسول اللہ کا زیادہ عالم کون تھا؟ —؟ ایک یا ابو حنیفہ؟“

امام محمدؒ نے جواب

فرمایا: —؟

پھر اپنے جواب کی تشریح کرتے ہوئے امام محمدؒ نے کہا:

”ابو حنیفہؒ کی نظر مسانی پر تھی، وہ مسانی کے زیادہ عالم تھے، ایک کی نظر انکار پر تھی۔“

اللہ کا کے زیادہ عالم تھے!“

شافعیؒ نے پھر سوال کیا:

”اقوال صحابہ کا زیادہ عالم کون تھا؟ —؟ ایک یا ابو حنیفہ؟“

اس سوال کے جواب میں امام محمدؒ نے حکم دیا کہ امام ابو حنیفہؒ کی تصنیف —

اختلاف الصحابة“ لاکر شافعیؒ کو دکھائی جائے، جو اب خود بخود معلوم ہو

جائے گا۔ —“

بحث مفاہلت

ہماری کی اس روایت کا ایک لفظ بھی بحث مفاہلت میں آیا نہیں ہے جو کسی کی شان کے

کنٹونمنٹ پبلک لائبریری

نور ادب سہ ماہی راولپنڈی

خلاف ہر امام محمدؑ نے اپنے خیال کا اظہار جس انداز اور اسلوب میں کیا وہ بالکل ان کے مشایخ
 شان تھا۔ اور امام جو ضیفہ یا امام مالکؑ، کسی کی بھی اس جو ایک سیکی نہیں ہوتی۔

واللہ اعلم

استاد شاگرد

○

امام ابو یوسف اور امام محمد سے متعلق

چند روایات — چند حکایات

چند انیر ادا مت

الحمد

ان روایات و حکایات و ایرادات پر

تنقید و تبصرہ

امام محمد امام ابو یوسفؒ کی مجلس علم میں

فقہ و حدیث کی تحصیل اور حوادثِ مابعد

امام ابو حنیفہؒ کی وفات کے بعد امام محمدؒ نے امام ابو یوسفؒ کا دامن پکڑ لیا، اور انہی کے جوہر ہے فقہ و حدیث کی تحصیل و تکمیل انہوں نے امام ابو یوسفؒ ہی سے کی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد ان کی سرگرمیاں، اس علم کے نشر و ترویج کے لیے وقف ہو گئیں، جو انہوں نے ان دونوں بزرگوں سے حاصل کیا تھا۔ چنانچہ الملبسوطین اور الجامع الصغیر میں، اور السیر الصغیر میں جو ان کی دو امام محمدؒ کی تصانیف میں، تقدیر الیٰ حنیفہؒ و ابی یوسفؒ کو انہوں نے خوب خوب اُجاگر کیا، اسی طرح اپنی دوسری کتابوں میں بھی، انہوں نے مذہبِ حنفیؒ کی، دلائل و براہین سے تائید و حمایت کی، علم اس سے کہ ان دونوں بزرگوں کے احوال کا ذکر کیا ہو، یا نہ کیا ہو۔

طحاوی کی ایک روایت

طحاوی ابن ابی عمران سے، وہ محمد بن عبد الرحمن الطبری سے، وہ اسماعیل بن حماد سے روایت

کہتے ہیں کہ:-

”امام ابو یوسف کی مجلس میں بھی پہنچ جاتے تھے، لیکن ہم لوگ ان سے بھی پہلے پہنچ جاتے تھے، اکثر ایسا ہوا کہ امام محمد صاحب آتے تو امام ابو یوسف کوئی مسائل کی تعلیم دے چکے ہوتے، اور ہم ان پر بحث و گفتگو کر رہے ہوتے، لیکن امام محمد کے آنے کے بعد امام ابو یوسف ان مسائل کا زبردست ہوتے، ایسے ہی ایک روز امام محمد آئے اور ہم لوگ مسائل زیر بحث پر بحث و گفتگو کر رہے تھے کہ امام ابو یوسف نے ان مسائل میں سے جو ان کا تعلق بیشتر مسائل سے تھے، ایک مسئلہ پر ان سے سوال کیا، امام محمد نے اس کا جواب دیا، اور یہ جواب اس درس کے خلاف تھا، ہوا بھی امام ابو یوسف دے چکے تھے، چنانچہ امام ابو یوسف نے ان سے کہا، تم غلط کہتے ہو، مسند یوں نہیں دیوں ہے“

جواب کی صحت پر اصرار

امام محمد نے جواب دیا،

”میں نے جو کچھ عرض کیا، مسند اسی طرح ہے، میں طرح آپ نے فرما دیا، جو اس طرح نہیں ہے۔“

بڑی دیر تک قیام کر کے امام ابو یوسف نے اس طرح رد و رد کو برقرار رکھا، یہاں تک کہ اصل کتاب طلب کی گئی تو اس میں جواب دی نکلا، جو امام محمد کر رہے تھے۔ یہ دیکھ کر امام ابو یوسف نے فرمایا،

”میں نے کہتے ہیں حاکم۔“

امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ

”خطیب کہتے ہیں کہ ہم سے محمد بن عبداللہ الکاتب نے، ان سے محمد بن الحنفی نے، ان سے علی بن حسین بن جحان نے، بیان کیا کہ میں نے اپنے والد کی یادداشت میں یہ واقعہ لکھا ہوا دیکھا کہ لکھا کہ، محمد بن شیبہؒ کہہ رہے تھے کہ میں نے محمد بن حسن کو ایک سوال کے جواب میں یہ کہتے سنا کہ خدا کی قسم میں نے ابو یوسف سے صرف الجاسع الصیقرؒ کی سماعت کی ہے، باقی کتابوں کی سماعت میں نے ایسے شخص سے کی ہے جو ان سے بھی زیادہ عالم تھا!“

محمد بن شجاع کا بیان

محمد بن شجاع کا بیان ہے کہ میں نے اسماعیل بن فضل، اور ابو علی الرازی، اور اپنے کئی اصحاب کو یہ باتیں کرتے سنا کہ ایک مرتبہ امام ابو یوسف سے سوال کیا گیا:

”کیا امام محمدؒ آپ سے ان کتابوں، یعنی العتق کی سماعت کی ہے؟“

امام ابو یوسف نے جواب دیا،

”یہ سوال خود محمدؒ سے کرو!“

ہم لوگ امام محمدؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور ان سے یہی سوال کیا، امام صاحب نے یہاں

سوال کے جواب میں فرمایا،

”نہیں!“

ابن ابی العوام کا قول

ابو العوام کہتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن احمد بن حماد نے، ان سے احمد بن القاسم طبرقی اور احمی نے کہا

کہ میں نے محمد بن شجاعؒ کو یہ کہتے سنا کہ وہ کہہ رہے تھے کہ مجھ سے حسن زیاد نے بیان کیا کہ:

”جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ امام محمدؒ نے کتابیں یعنی الفتوح کی سماعت امام ابو یوسفؒ کو
 کوذہبی کی ہے، وہ غلط کہتا ہے۔ ان کے پاس روزنامات تھے، جن کا وہ رات میں مطالعہ کرتے
 تھے، اور دن کو ان کی تعلیم و تدریس شروع کر دیتے تھے۔“

طبری کی ایک روایت

لحمادی ابن ابی عمران سے، وہ طبری سے، یہاں کرتے ہیں کہ انہوں نے مسئل بن مقفود کو کہتے
 ہوئے سنا کہ:

”ایک مرتبہ امام ابو یوسفؒ سے، جبکہ وہ منصب قضا پر فائز تھے، میری ملاقات ہوئی، انہوں
 نے مجھے دیکھ کر فرمایا:

”کہوں مسئل! آج کل تم کس کے دامن علم سے وابستہ ہو؟“

میں نے جواب میں عرض کیا:

”امام محمد بن الحسن کے دامن علم سے وابستہ ہوں!“

امام ابو یوسفؒ نے فرمایا:

”شاباش! ———— اے کس دامن سے چٹے رہو، آج کل وہ سب سے بڑے عالم ہیں۔“

پھر عرض کیا، پھر میری ملاقات امام ابو یوسفؒ سے ہوئی، انہوں نے مجھ سے سوال کیا

”آج کل تم کس سے بغیر علمی حاصل کر رہے ہو؟“

میں نے عرض کیا:

”میں امام محمدؒ سے!“

یہ سن کر امام ابو یوسفؒ نے فرمایا

”بہت اچھا کر رہے ہو، ان کے دامن سے چٹے رہو، وہ بلند مرتبت عالموں میں سے ایک ہیں!“

فرق الفاء

ان دونوں طوائفوں میں امام ابو یوسفؒ نے امام محمدؒ کے بارے میں جو الفاظ استعمال کیے ہیں ان میں فرق ہے۔ پہلی مرتبہ انھیں سب سے بڑا عالم قرار دیا، اور دوسری مرتبہ بڑے علموں میں ایک انھیں بھی مانا ہے، دوسرے کی اس تہذیبی کا سبب شاید منصب قضا سے متعلق دونوں فضلاء کی بے لطفی تھی۔

محمد بن سہام کا ارشاد

اور اس بے لطفی کی بنیاد کیا تھی؟ — یہ بھی سن لیجئے۔

ابن ابی السوام طحاوی سے، وہ ابو حازم سے، وہ بکر بن محمد اصبہی سے، وہ محمد بن سہام سے روایت کرتے ہیں کہ

”محمد بن حسن کی مخالفت کا سبب جاہ و منصب کا سوال تھا۔ امام ابو یوسفؒ سے مشورہ کیا گیا کہ وہ تم میں کس شخص کو ناجہبی مقرر کیا جائے؟“

میاں صفائی

امام ابو یوسفؒ نے جواب دیا،

”میرے علم میں اس منصب کے لیے مردوں میں توین آدمی صرف ایک ہی ہے اور وہ میں محمد بن حسنؒ جو آج کل کوفہ میں مقیم ہیں، اگر میری اس رائے سے اتفاق ہوا تو انھیں کوفہ سے بلا کر یہ منصب سونپ دیا جائے۔“

امام محمدؒ

چاہے امام محمدؒ کو کوفہ سے جہاد طلب کیا گیا۔ وہ جب بغداد شریف لائے تو

امام ابو یوسفؒ سے ملے اور سوال کیا،
 ”میں کس مقصد کے ماتحت طلب کیا گیا ہوں؟“
 امام ابو یوسفؒ نے فرمایا،

اصل مقصد

رہنمائی ماضی مقررہ کرنے کے مسئلہ میں مجھ سے مشورہ کیا گیا تھا، میں نے
 آپ کا نام لے دیا، اور اس سے میرا مقصد یہ تھا کہ خدا نے عزوجل نے کوئی
 اور دھڑ میں ہادی فقہ کو اور ہمارے علم کا اچھی طرح سے رائج اور متعلق
 کر دیا ہے، بلکہ سامنے مشرق میں لفظ ہمارا علم پہنچا ہوا ہے۔ اب میری پیش
 ہے کہ اس رہنمائی میں بھی ایسا ہی ہو، اور آپ کے ذریعہ خدا ہمارے علم
 کو دستِ دعا فرمائے، اور اس کے بعد یہود و مسیح و منافقین میں بھی،

جہاد و منصبِ نفرت

امام محمد نے امام ابو یوسفؒ کی باتیں سن کر کہا، ”مجھے تو اس کی کوئی آرزو نہیں،
 امام ابو یوسفؒ نے کہا، لیکن آپ تو سرکاری طور پر ملے گئے ہیں۔ میں نے
 کب جلا ہے؟“
 — پھر انہوں نے سوری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا،
 ”بیٹھ جائیے۔“

اس کے بعد وہ دونوں سوار ہو کر، یحییٰ بن خالد کی بدگاہ میں پہنچے۔

”یحییٰ بریلی کے دربار میں“

یحییٰ نے سر وقت کھڑے ہو کر امام ابو یوسفؒ کی تعظیم کی، اور اپنے پاس گھڑا

مسند پر انھیں بٹھایا اور امام محمد کو گزشتہ مسند سے ڈاٹھک بیٹھنے کا اشارہ کیا، یہ منظر دیکھ کر ابو یوسف نے انھیں سے کہا

”یہ امام محمد ہیں۔ ان کے ساتھ شایان شان برتاؤ کرنا چاہیئے“۔
لیکن محمدی کے برتاؤ میں کوئی فرق نہ آیا۔ اگرچہ اس نے وقت کا پروا نہ لیا تھا۔
وہ دہلے۔

بہر حال امام ابو یوسف اور امام محمد کے درمیان تلخی اور بد مزگی کا سبب یہ واقعہ تھا!

ذہبی کا بیان کردہ واقعہ

ذہبی نے بھی یہ واقعہ اپنی کتاب میں درج کیا ہے۔

امام ابو یوسف اور امام محمد کے مابین تلخی اور بد مزگی کا اصل سبب جاہل و منصب نہ تھا، بلکہ یہ تھا کہ امام محمد جاہل و منصب کی طرف کوئی رغبت نہیں رکھتے تھے، اور اس سے دور رہنا چاہتے تھے، وہ چاہتے تھے کہ اپنے علمی مشاغل جاری رکھیں، پڑھیں اور پڑھائیں، مسند قضا کے مقابلہ میں بطور اپنی مسند علم زیادہ عزیز تھی، وہ کسی قیمت پر بھی اس سے دستبردار ہونے کو تیار نہ تھے، وہ اپنے استاد و گرامی امام ابو حنیفہ کی طرح، صرف علم اور تعلیم ہی کے لیے وقف رہنا چاہتے تھے۔

لیکن ان کی اس یکسوئی میں امام ابو یوسف شامل ہوئے، اور ردّ کے منصب قضا کے لیے ان کا نام حکومت کے سامنے پیش کر کے انھیں مسند علم سے دور کرنے کا سبب بنے۔ اس بات کا انھیں آنا صدمہ ہوا کہ بھر وہ زندگی بھر امام ابو یوسف سے نہیں ملے، اور ان سے ہر طرح کے تعلقات یکسر منقطع کر لیے۔ یہاں تک کہ اسی حالت میں امام ابو یوسف کا انتقال ہو گیا، اور وہ ان کی نماز جنازہ میں بھی شریک نہیں ہوئے۔ — یہ سیاسی معاملہ تھا جس میں عثمان بن عفان اور علی بن ابی حنفہ رضی اللہ عنہما کا، یا حسن اور ابن سیرین رضی اللہ عنہما کا،

اصل حجب

لیکن میرے خیال میں امام محمدؒ جو امام ابو یوسفؒ کی نماز جنازہ میں شریک نہ ہو سکے اس کا سبب ذاتی دلچسپی اور باجمعی مددگار کی دقتی بلکہ یہ نئی کو دقت کے وقت، دقت سے ہذا پہنچا امام محمدؒ کے لیے ناگہان تھا۔ کیونکہ وہ امام ابو یوسفؒ کی وفات کے وقت بہ حیثیت خاص شہرہ زد ہی میں مقیم تھے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ امام ابو یوسفؒ کے بعد جب ابو الخضرؒ کو ان کی جنگی ترانہوں نے امام محمدؒ کو اتنا کٹھنا سے معزول کر دیا، اگر وہ اس وقت میں نہ ہوتے تو معزول کیسے کئے جاتے؟ اور جب وہ تھے تھے تو ہذا اعتلا جنازہ میں شرکت کے لیے کس طرح پہنچ سکتے تھے؟

یہ بھی غلط

السیر الکبیر کی شرح میں سرخس فرماتے ہیں:

امام محمدؒ نے السیر الکبیر میں امام ابو یوسفؒ کا نام تک لینا گوارا نہیں کیا ہے، اس لیے کہ اس کتاب کی تصنیف کا زمانہ ہے جب ہی دور تھا حضرات کے درمیان نفرت جو پکڑ چکی تھی۔ اور جہاں کہیں بھی روایت حدیث کے سلسلہ میں امام محمدؒ امام ابو یوسفؒ سے بے یلہ نہیں رہ سکے، اس لیے تو انہوں نے یہاں کیا ہے:-

اخیر فی الشقة: مجھے ایک شخص معتبر نے خبر دی:

”اگر شخص سے مولانا امام ابو یوسفؒ میں، ان کا نام لینا انہوں نے پسند نہیں کیا، بلکہ اس پر براہ میں اپنا مطلب پورا کر دیا۔“

سرخی کی غلط روایت

- مذکورہ واقعہ کے علاوہ بھی سرخی نے کئی غلط اور ناقابل یقین باتیں اس سلسلہ میں کہیں ہیں جن کی جانب ہم منقرضوں پر اشارہ کریں گے :
- سرخی نے اس قسم کی چار روایتیں درج کی ہیں جن کے راوی معنی و فیروہ ہیں، لیکن سند کا ذکر نہیں کیا ہے۔
- یہ ساری روایتیں اس زمانہ سے تعلق رکھتی ہیں جب امام ابو یوسف بغداد میں مقیم تھے اور منصب قضا پر فائز تھے۔
- یہ بھی کہا ہے کہ امام ابو یوسف امام محمد سے حسد کرنے لگے تھے۔
- یہ بھی بتلایا ہے کہ امام محمد کی شہرت زیادہ کمزور ہو گئی اور علاقوں میں بے یقینی طاری ہو گئی تھی جن کی مرجعیت میں اضافہ ہو رہا تھا، ان کے مقام و منزلت کا اعتراف عام ہو تا جا رہا تھا، اور کچھ حقیقت و غفلت لوگوں کے دلوں میں گھر کر رہی تھی، لہذا وہ امام ابو یوسف کے لیے ایک مستقل خطوں بن گئے تھے، جس سے گھر خلاصی کی تدریس یہ وہ کرتے رہتے تھے۔
- خلیفہ ہادیون الرشید امام محمد کی شخصیت سے بہت زیادہ متاثر تھا، لہذا وہ چاہتا تھا کہ امام محمد بغداد آجائیں، اور اس کے حاشیہ نشینوں میں باقاعدہ شامل دیں، تاکہ ان سے بہاوت رہے۔ اور مسائل و معاملات پر بحث و گفتگو کی جائے۔
- رشید کی یہ خواہش امام ابو یوسف پر گراں گذری، انھوں نے سوچا، اگر کہیں امام محمد دربار رشید میں آگئے، تو وہ وہاں کے مرتبہ علم و فن سے واقف ہو گیا تو پھر ان کی پوجہ نہ ہو گی۔
- چنانچہ امام ابو یوسف اس کو شش میں لگ گئے کہ جس طرح بھی ممکن ہو سکے، امام محمد کو بارگاہ الرشید کی مجلس سے دور رکھیں اور بغداد آنے دیں۔ ا

- چنانچہ امام ابو یوسفؒ نے خلیفہ ہارون الرشید کو بتایا کہ امام محمدؒ مجلس البہل و فساد میں،
کے مرام میں کماور ہار میں زیادہ ویرانگی پیش کی سکتے ہیں۔
- امام محمدؒ کے یہ ذہن نشیں کیا کہ خلیفہ ہارون الرشید سرحدی انتہا میں آوہ و آقا اسی بات
پر طول و درہم جو جایا کرتے ہیں۔
- دو دنوں (امام محمدؒ اور خلیفہ ہارون الرشید) سے یہ الگ الگ باتیں کرنے کے بعد امام محمدؒ
کو بایہ تخت خلافت بغداد سے دور رکھنے میں سہولت ہوئی، اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے۔
- امام محمدؒ کو بغداد اور ہارون الرشید سے دور رکھنے کی مزید تکریم یہ سوچی کہ امام محمدؒ کو مصر کی مسجد
قضا سرحدی جاسے۔

غلطی بڑوں سے بھی ہوتی ہے

فرض مرضی کی یہ ساری روایت مجبورہ خرافات سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی۔
کوئی شخص نہیں سرخس اپنے علم و فضل اور دانش و بینش کے اعتبار سے، جدید ترین لوگوں
میں سے ایک تھے۔

لیکن اس موقع پر یہ بات فراموش نہ کرنی چاہیے کہ سرخس نے یہ کتاب خود نہیں لکھی، بلکہ اپنے
شاگردوں سے لکھا کرانی۔ اس کتاب کی تصنیف کے زمانہ میں وہ اسپر دنوں تھے۔ حکام میں کی
عبادت سے چند شاگردوں کو اہدات مل گئی تھی کہ وہ سرخس کے کچھ اسیری میں حاضر ہو کر جو کچھ
وہ بولیں، لکھ لیا کریں۔ شاگردوں نے لکھا، لیکن نہ مرضی نے تصحیح کو انہیں بلکہ خود اس کی
تصحیح کا موقع ملا۔ چنانچہ اس کتاب کی وہ اہمیت نہیں ہے جو سرخس کی ایک کتاب کی ہونی چاہئے
اس کتاب سے اہل علم کے بچے زیادہ تر وہ لوگ استفادہ کرتے رہے ہیں جو افسانہ پردازوں کے
عادی ہیں، اور واقعات کو فہرستہ کے بیان کیا کرتے ہیں۔

ایک تختی نظر

- اب ہم مذکورہ روایتوں کے بارے میں جو امام محمد اور امام ابو یوسف کی خصوصیت، امام محمد پر مبنی ہیں، ایک تنقیدی نظر ڈالیں گے، پھر خود ہی دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہو جائے گا،
- سب سے پہلے تو یہ بات پیش نظر رکھنی چاہیے کہ سرخسی کے عہد سے پہلے جتنی بھی کتب مندرجہ میں ان کی ورتی گردانی کر جلیے، مگر ایک مثال بھی ایسی نہیں ملے گی، جو ان روایات میں سے کسی کی تصدیق کرتی ہو۔
- یہ بات بھی سوچنے اور غور کرنے کی ہے کہ امام ابو یوسف جیسا شخص جو عدد درجہ صاحب ہوا، بھی تھا، اور عدد درجہ خدا ترس بھی — اس طرح کی حرکت کو سکنا تھا؟

- سب سے پہلے یہ بات بھی نظر انداز نہیں کی جا سکتی کہ امام ابو یوسف کثیر التصانیف اور کثیر الشکایہ بزرگ ہیں ان کی تصنیفات بھی بہت زیادہ ہیں اور شاگرد بھی حد شمار سے خارج ہیں صرف ان کے مالی، عین موکل ہونے پر مشکل میں دھبہ کہ ابو حاتم عماری کی روایت ہے، ”بھلا ایسا شخص اپنے کسی شاگرد سے صدقہ کر سکتا ہے؟“

- امام محمد کی شہرت اور مرجعیت، قبول عام، اور کثرت جماعت پر تو امام ابو یوسف شامیوں کے لئے تھے کہ ان کا ایک شاگرد ان کی زندگی ہی میں اس مرتبہ بلند پر فائز ہو گیا۔
- امام محمد بن حسن کوذ میں تھے کہ انھیں رتہ کی قضا پیش کی گئی اور ان کا قیام کوذ میں رہتا یا رتہ میں، لہذا وہ امام ابو یوسف کے لیے ان سے کون سا خطرہ ہو سکتا تھا؟ اور جیسا کہ اوپر لکھ چکا ہے، اس منصب کے لیے خود امام ابو یوسف ہی نے انھیں نامزد کیا تھا۔ اگر وہ ان سے چلتے ہوتے تو انھیں کوذ ہی میں رہنے دیجئے، انھیں عروج و ترقی کے راستہ پر کیوں لاتے؟
- جب امام محمد کوذ میں تھے، انور دہلوی اپنی علمی سرگرمیوں میں مصروف و مشغول تھے، اور بغداد

ابنیں کوئی دلچسپی نہ تھی تو ان کے بعد آونے کے خیال سے امام ابو یوسف کیوں ہل سارے اور شیخا
ہوتے؟ اور ابنیں پائے تحت خلافت سے دور رکھنے کی کوشش کیوں کرتے؟

• اور یہ بھی کیونکر ممکن تھا کہ امام محمد جس مرض میں سرے سے مبتلا ہی نہیں تھے، امام ابو یوسف
کہہ دیتے کہ وہ تو سلس البول کے مریض ہیں، کیا وہ عقل سے اتنے عاری تھے کہ ایسی بے بہت
بات کہہ دیتے، ایک لمحہ کے اندر جس کا پول کھل سکتا تھا؟ اور جب کھل جاتا تو وہ کہیں کے
نہرتے۔

نودا اعتراض

اگر رشید واقعی امام محمد کا اتنا ہی خواستگار، اور جو یا تھا، تو کبھی چیز منع تھی کہ وہ ابنیں نہ
بچاتا۔ کیا وہی سلس البول کی بیماری؟ لیکن دربارہ رشید میں کیا صافق، ماہر، اور
دستِ شکار کھنے والے طبیعوں کی کمی تھی، ظاہر ہے کہ کوئی سلس البول کا اتنا اچھا علاج نہیں
ہو سکتا تھا، جتنا بغداد میں، اور اگر رشید کی ذہنی یہ خواہش ہوتی کہ وہ کوئی سے بغداد آکر
اس کے دربار میں خرمیک ہو جائیں تو اس عیالات کا حل سن کر تو وہ فوراً اٹھ اٹھتا، تاکہ معقول
طو پر ان کا علاج ہو سکے۔ اور کم سے کم مدت میں وہ بھلے چنگے ہو جائیں۔

• امام ابو یوسف کی سفارش پر امام محمد کو قذافی کی قضا پر ہر کی گئی۔

اور یہ قذافی کون سا مقام ہے؟

خلفائے بغداد کا گرانی پائے تخت!

و تقریباً دس برس کے بعد، امام محمد کے لیے زیادہ سے زیادہ موقع تھا کہ وہ دربارہ رشید میں
حاضر ہوں، اور غلیظ کا قرب حاصل کر لیں، اور رشید کے لیے بھی ان سے محاسنت اور
مخاطبت کا زیادہ سے زیادہ موقع تھا۔

• امام محمد کو یہ معلوم تھا کہ وہ امام ابو یوسف کا "نفس" کے نام سے اپنی کتابوں میں ذکر کرتے ہیں
لیکن اگر واقعی ان کے اور امام ابو یوسف کے مابین کسی قسم کا اتنا زبردہ جہاد، یا محاسنت اور عداوت

ہوتی، یا غنی اور بد مزگی کا شائبہ بھی ہوتا تو وہ انھیں "نقد" کہہ سکتے تھے، "نقد" کے نام سے
باد کر سکتے تھے؟

کیا یہ عذر ہے؟

بہر حال یہ ساری باتیں فطری اور غلط بیانی کا طیارہ ہیں، اس دانشمندی طرز ہی کا عذر و سرخی کی کیا
ایک ہی ہے۔ وہ یہ کہ جس زبان میں یہ کتاب مرتب ہوئی، وہ میری زبان تھی، اور حالت ایسری
میں "نقد" اس پر نظر ثانی کر سکے، نہ تصحیح، جیل کی کہ تھی میں کتب حوالہ میں ان کے پاس نہیں تھیں
جو بات ان کے ذہن میں آئی، وہ دیکھتے اور شاگرد دیکھتے چلے جاتے، اور یہ داستان جو ہم نے اوپر
بیان کی کسی طرح ان کے ذہن میں، کبھی کتب اسرار اضافہ کے دوران مطالعہ میں ملے گی
ہوگی، "الٹا کرتے وقت زبان پر آگئی" اور درج کتاب ہو گئی، نہ اتنا وقت تھا، نہ اس کا امکان کہ
تحصیل و تحقیق روایات کا کام کتب حوالہ و متعلقہ کی مدد سے کر سکتے، نتیجہ یہ ہوا کہ ایک غلط بات
جوان کی زبان پر آئی درج کتاب ہو گئی، اور ہر طرف پھیل گئی!

علم کا کوہ گراں

ہمارے دل میں سرخی کی غیر معمولی عزت اور وقعت ہے، اس حقیقت سے کوئی بھی انکار
نہیں کر سکتا، اور نہ ہم کرنا چاہتے ہیں کہ وہ علم کا پہاڑ تھے، مسائل و مباحث فقہ میں انھوں نے
جس ذہانت و فراست و وسعت نظر اور وسعت علم، بلند فکری اور دستانی ذہن کا ثبوت دیا ہے ان
جیسی رفیع و اعلیٰ شخصیت سے یہ کسی طرح ممکن ہی نہ تھا، کہ وہ ایسی بے بنیاد اور بے اصل بات اور بے
کتاب کریں، جو ایسی ہے کہ میرے ذہن میں ہونے سے پہلے، نہ جانے کہاں سے یہ واقعہ انھوں نے کتب
اسلام میں پڑھا جو ذہن میں چپک گیا، جیل میں چونکہ کتب حوالہ موجود نہ تھیں، خود سری کتابوں سے
مزاحمت ممکن تھی، لہذا یہ واقعہ زبان پر، اور زبان سے زبان نظم پر آگیا، اور درج کتاب ہو گیا، پھر

اس کتاب کی تصحیح کا موقع ملا، نہ نظر ثانی کی فرصت میسر آئی، لہذا وہ اسی طرح قائم رہا، اور اس غلطی کی اصلاح نہ ہو سکی۔

خدا کا نشانہ

بات شاید یہ ہے کہ خدا نے بزرگ و برتر کو یہ منظور نہیں کیا اس کی کتاب دو قرآن کریم کے سوا کوئی اور کتاب غلطی سے محفوظ رہے، جیسا کہ امام شافعی نے ایک مرتبہ مزنی سے فرمایا۔
 و انتہی جو اگر مزنی نے بار بار امام شافعی کی خدمت میں اس کی کتاب ”الرسالہ“ تصحیح و اصلاح کی غرض سے پیش کی، ہر مرتبہ امام صاحب نے اس میں کچھ نہ کچھ تبدیلی کی، ”آخیا یک مرتبہ عرض کی کہ نہ فرمایا۔

”ہذا اللہ تعالیٰ کو شاید یہ منظور ہی نہیں ہے کہ اس کی کتاب دو قرآن مجید کے سوا کوئی اور کتاب غلطی سے بہتر ہو!“

میں بات ہم سرخسی کی کتاب ”جو“ ”المرآۃ“ کی شرح ہے، کے بارے میں کہہ سکتے ہیں کہ خطا کو یہ منظور ہی نہیں ہے کہ اس کی کتاب کریم کے علاوہ کوئی اور کتاب غلطی سے پاک ہو،

حسن نیت کے باوجود غلطی

مہر حال، سرخسی کے حسن نیت کے باوجود، امدان کے اجمال و اکرام کے باوجود، امدان کے علم و فضل، دانش و تدبیر، وصحت علم و نظر، ہندی فکر و رسائی، دہن کے غیر مشروط اور کامل عجزاً کے باوجود، ہمیں یہ عرض کرنے میں ذرا تاثر نہیں کہ روایات مذکورہ یکسر غلط اور قطعاً ناقص ہیں، قطعاً یقین ہیں، امام محمد اور امام ابو یوسف، اس سے کہیں ماورائے، اگر ایسی خدا خدا سی باتوں پر ان کے درمیان طعن اور جدوجہد ہو۔

خلاصانِ خدا کی فطرت

— رگ جاہ و منصب کی طرف پلکتے ہیں، جاہ و منصب کی کشش علیہ
 ملک کو اپنی طرف متوجہ کر لیتی ہے، لیکن کچھ خلاصانِ خدا ایسے بھی ہوئے
 ہیں جو جاہ و منصب سے نفرت کرتے ہیں، جنہیں افتد اور اختیار کی
 دنیا میں کوئی لذت نہیں ملتی، جن کی زبان حق و شاہ شہزادہ کے سامنے
 لنگھتی ہوئی ہو نہ قیصر و خاندان کے سامنے، اور امام ٹھوڑے ثابت کر دیا
 کہ وہ انہیں خلاصانِ خدا میں سے تھے۔

- خلیفہ ہارون الرشید کا دربار گوہر بار
- قاضی القضاۃ ابو البختری کی مدامت اور تملق
- امام محمد کا اعلیٰ کلمۃ الحق
- امام محمد کا عزم و ثبات اور استقامت علی الحق

افضل الجہاد

— آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سب بڑا جہاد جو
پیشہ بادشاہ کے سامنے کلمۃ الحق کا اظہار ہے۔
جب علما و سودا کی زبانیں ہارون کے سامنے ٹنگ تھیں اور وہ
اس کی مرضی کے مطابق اور شرع کے خلاف فتویٰ دے رہے تھے اور
امام غلام تھے۔ جنہوں نے اپنی زندگی سے بے پروا ہو کر خلیفہ کو ٹوکا اور
اسے بتایا کہ ان کا اقدام شریعہ اسلامی کے یکسر منافی ہے۔ اور اس حق
کوئی کیہ بادشاہ میں انہوں نے مستوجب بارگاہِ خلافت ہونا گوارا کر لیا۔

- خلیفہ ہارون الرشید کی امان شکنی
- علماءِ دربار کا فتویٰ ”قتل جائز ہے“
- یحییٰ بن عبد اللہ طالبی کا خلیفہ سے مطالبہ
- ہارون کا امان شکنی اور قتل پر اصرار
- قاضی القضاۃ کا فتویٰ: ”یہ قتل میری گردن پر ہے۔!“

امام محمدؑ کا اعلان

”و امان موقوف ہے، کسی حیلہ اور بہانہ سے بھی اس کا توڑ نا لازم ہے
شرعیۃً اسلامیہ ناجائز اور نادرست ہے“

— ” جب علماء اور قضاة غلیظ وقت کی حیثیت و ہر و کا اشارہ پا کر خدا

کو فراموش کر گئے اور موت سے خائف ہو کر، شرع اسلامی کے خلاف

فوت خانے میں تھے،

اہم محدث نے، کسی جھوٹ، کسی تائید اور کسی دہشت کا اظہار کئے بغیر

صاف اور بڑا کہ دیا،

” اے غلیظ !

تو جو کچھ کر رہا ہے، اور کرنا چاہتا ہے، شرع اسلامی اس کی

کامیاد میں نہیں کرتی !

جن عیسائیوں کو.....

، عمر نے پناہ دی

، عثمان نے جن سے صلح قائم رکھی

، علی نے جن سے سلوک قائم رکھا

ہارون نے عہد شکنی کر کے ان سے مقابلہ کرنے اور ان

کے پوتوں کو غلام بنا لینے کا فیصلہ کر لیا۔

لیکن امام محمدؑ نے خلیفہ کو روکا

”خلیفہ! راشد کی بی بی ہوتی اماں تم نہیں واپس لے سکتے“

6

غیر مسلموں کی حمایت

— خلیفہ ہارون الرشید جو تغلب ہوا ایک صیائی قبیلہ سے
برہم ہو گیا۔ اس نے چاہا کہ مقابلہ کر کے ان کے ہاتھوں اور پوتوں
کو تہ تیغ کر دے، ان کے بچوں اور جہازوں کی گردن میں غلامی کا
طوق ڈال دے

خلیفہ نے امام محمد سے فتویٰ لیا۔

امام محمد نے خلیفہ کی چشم دایرہ کا ذرا لحاظ کئے بغیر صاف اور واضح
الفاظ میں فتویٰ دے دیا کہ :-

”خلفائے راشدین کی دہی ہونی امن تو نہیں توڑ سکتا!“
وہ باز آگیا!

جاہ و منصب سے امام محمدؒ کی نفرت

ارباب حکومت سے بھڑنی! — بیان حق کی جرات

گذشتہ صفحات میں آپ یہ واقعہ چرمہ چکے ہیں کہ امام ابو یوسفؒ اگرچہ امام محمدؒ کے اُستاد تھے اور وہ اپنے اُستاد کا اجملال و احترام حد درجہ ملحوظ خاطر رکھتے تھے، لیکن بایں جہاں بات پر انھوں نے ان سے تعلقات منقطع کر لیے، اور پھر زندگی بھر طاقات نہ کی کہ روئے کی قضا کا منصب قبول کر لیتے پر اُستاد نے شاگرد کو مجبور کیا تھا، بظاہر یہ کوئی مایوس بات نہ تھی، بلکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام ابو یوسفؒ کس درجہ اپنے شاگرد پر شفیق، اس کی ترقی کے جویا، اور اس کی فلاح و بہبود کے لیے کوشاں تھے۔ اصل مقصد امام ابو یوسفؒ کا یہ تھا، جیسا کہ انھوں نے دودھن گنگو میں فرمایا، اسی تھا کہ اس طرح امام محمدؒ کے علم و فضل سے لوگ مستفید اور مستفیج ہوں گے، اور ان کا علم نئے نئے نامیوں اور گوشوں میں پھیلے گا لیکن امام محمدؒ کو یہ بات حد درجہ گراں گزری "اس لیے کہ اس طرح مستفید علم سے ترک تعلق کو کے مستفید قضا پر انھیں مشکوک ہونا پڑا تھا۔ مجلس علمی کی رونق ختم ہو گئی، اور اب عدالت کے وہ سربراہ بن گئے۔ حالانکہ وہ اپنی عدلی سرگرمیاں اپنے اُستاد امام ابو حنیفہؒ کی طرح صرف خیر علم ہی میں صرف کر دینا

چاہتے تھے۔

حکومت میں شرکت کے نیناری

امام غزالی کہہ چکے ہیں، یہ بات سخت ناپسند تھی کہ، علماء حکومت کے دست باز نہیں، اور چاہے منصب اختیار کریں۔ ان کے نزدیک یہ علم کی توجہ تھی کہ علماء، سلطان اور وزیر کے دربار میں جائیں اور ان کے احکام و قوانین کی مشابہت کریں، ان کے نزدیک خود بارگاہ علم و اجلال کا نقصان یا نقصان وقت کے ملک و مسلمانین اور امر اور نہی اور صحت و صحت کے امور میں غلطی کی خدمت میں غلطی کی خدمت اور غلطی میں غلطی۔

چنانچہ یہ امر واقعہ ہے کہ جب خلیفہ بغدادی کے آخری عہد خلافت میں، امام ابو یوسفؒ نے کاغذی تصفیہ کا منصب قبول کیا، تو امام محمدؒ نے انھیں غیرت و لافانی، اور سختی سے ٹوکا۔ اس موقع پر امام محمدؒ کے الفاظ اتنے تند اور درشت تھے کہ بے ساختہ امام ابو یوسفؒ کے ہاتھ دعا کے لیے اٹھ گئے، انھوں نے کہا،

”اللہ خدا اس شخص کو اس وقت تک موت سے ہٹا کر رکھتا ہے، جب تک یہ منصب تصفیہ کی آزمائش سے نہ گزرے۔“

امام محمدؒ کی معزولی عہدہ تصفیہ سے

امام ابو یوسفؒ کی وفات کے بعد کاغذی تصفیہ بھری بنائے گئے، انھوں نے امام محمدؒ کا منصب تصفیہ سے معزول کر دیا۔ صرف معزول کر دیا، بلکہ یہ فرمان بھی صادر کیا کہ، وہ فتویٰ نہیں دے سکتے بھری نے ایسا کیوں کیا؟

امام محمدؒ کا کہنا تھا جس کی تمنا تھی حاشد منرا انھیں ملی ہے؟

امام محمدؒ کا جرم یہ تھا کہ بھری بن عبد اللہ بن عباسی کو خلیفہ نے امان دیدی، اس امان سے مطمئن ہو کر

مبہدہ بے خطر آگئے تو انہیں گرفتار کر دیا گیا۔ اور ماہان تو ذرا قتل کا حکم صادر کر دیا گیا۔ بختر سے نقص ماہان کا فرتی دے دیا، لیکن امام محمد نے صاف اور واضح الفاظ میں کہہ دیا کہ اذروئے شریعت ماہان نہ لگنی کسی حال میں بھی جائز اور روا نہیں ہے۔

اس واقعہ کی تفصیل تاریخ کاہن جریدہ اور کتاب ابن ابی الوہام اور کتاب الصیمری میں دوسرے سلسلہ سلسلہ کے ساتھ، منفہ طرق سے اور متعدد معنی الفاظ سے درج ہے۔

امامین کے سامنے اعلائے کلمۃ الحق

ابو عبد اللہ الصیمری کہتے ہیں کہ ہم سے عمر بن ابی اسیم المقرنی نے ان سے تاحی ابو بکر مکرسم نے ان سے احمد بن عبید اللہ الشافعی نے۔ ان سے ابو خازم عبد الحمید بن عبد العزیز نے۔ ان سے یحییٰ بن محمد العمی نے۔ ان سے محمد بن سماعہ نے بیان کیا کہ :-

امام محمد کی طلبی

جب خلیفہ دارون الرشید مدینہ میں آیا تو امام محمدؒ کے ہیں اس نے مجھے طلب کیا۔ میں اس کی خدمت میں حاضر ہوا، خلیفہ کی خدمت میں میں بنیاد اور ابو انصاری و محبوب بن و محبوب اور امام ابو یوسف کے بعد کا ضیافت بنائے گئے تھے، ابھی حاضر تھے۔ خلیفہ نے ہمارے سامنے وہ ان تار پیش کیا جو اس نے محمد بن عبد اللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہم السلام کو عطا کیا تھا۔ خلیفہ نے یہ ان پر مہر و بطرت بڑھا دیا۔

امام کا اعلان حق

— میں نے اسے پڑھا، میں نے خلیفہ کو خدا کے اور لوگوں کی آخرت سے

ٹھیک اور کیا یہ امان ٹوک گئے، کسی جیل اور بہانہ سے
 بھی اس کا ٹرانا اڑوئے شریعت اسلامیہ، جانور اور نادرست ہے۔
 (طحاوی کے حسب روایت اس موقع پر ابن ابی العوام کے الفاظ کے مطابق
 طحاوی نفع پر بیٹھے تھے اور جلاہ پر ہونے کو دیکھتے ان کے سر پر کھڑا تھا، اور وہی
 آواز بلند کر رہے تھے، یہ بارہوی ہے جس نے پہلے مجھے ابن ابی العوام سے
 نوڈ کر کے نقل کر دیا ہے۔)

خیفہ کی برہی

امام محمد کہتے ہیں کہ میرے اصحاب میں کہ: بارہوی الرشید نے وہ امان ہم
 میرے ہاتھ سے چھین لیا۔ اور میں ابن زیاد کی طرف بڑھا دیا، انھوں نے اسے پٹھا
 اور کمرہ الفاظ میں اتنے آہستہ سے اپنی دانتے ظاہر کی کہ مجھے شبہ ہے، وہ سنی
 بھی جا سکتا نہیں؟ بہر حال انھوں نے صوف اٹا کر
 یہ امان ہے!

قاضی القضاۃ کی مہنت

بارہوی نے اب وہ امان، حسن ابن زیاد سے چھینا، اور ام المہتری کی
 طرف بڑھا دیا، انھوں نے اسے پٹھا اور پٹھا چکنے کے بعد فرمایا،
 ”(طحاوی) ہنایہ بڑا شخص ہے، زور داریت کا مستحق ہے، زانا
 کا اس نے نظم و اس ملک کو دھم دھم کر کے کی کوشش کی، اس نے مسلمانوں کا
 خون بہایا، اس کو مارنے نہ کیا، اور وہ کیا، لہذا یہ ہرگز ان کا سنی نہیں ہے۔“

لے چڑے کا فرقی جس پر عجم کو نقل کیا جاتا ہے۔

جویش و سازاری

کہ کہ ابو جعفر نے اپنے سوزے میں ہاتھ ڈالا، جس کی وجہ سے ہاتھ
 انھوں نے سوز سے چھری نکال، پھر انھوں نے اس چھری سے ان کا سر کاٹ
 کر دیا، اور اللہ کے وہ کئے ہوئے، ان کے خادم کے حوالہ کر دیئے، پھر خلیفہ
 ہارون الرشید کی طرف متوجہ ہوئے، اور کہا
 "اس شخص کو قتل کر دیجئے، اس کا خون میں اپنی گردن پر لیتا ہوں !
 اس وقت (طالع) کے قتل کے بعد مجلس پر غصہ برپا ہو گیا اور ہم اٹھ
 آئے۔"

انہی میں میرے پاس خلیفہ ہارون الرشید کا ایک پیام آیا، اور اس
 کے لکھا۔

فتویٰ دینے کی ممانعت

امیر المومنین نے حکم صادر فرمایا ہے کہ آپ اب نہ فتویٰ دیں، نہ کوئی مسئلہ
 بیان کریں، اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ خلیفہ نے "عبد الرحمن المروزی
 کو اس کام پر مامور کیا کہ وہ فتویٰ دیا کریں، اور مسائل بیان کیا کریں،
 میں نے خلیفہ کے حکم کی تعمیل کی، اور فتویٰ دیا اور مسائل بیان کرنا چھوڑ
 دیا۔"

خلیفہ کی والدہ کا استفتاء

یہاں تک کہ کچھ عرصے بعد امام جعفر ہارون کی والدہ نے ایک وقت تاہم

کرنے کا ارادہ کیا، وہ اس سلسلہ میں میری طرف متوجہ ہوئیں، میں نے انہیں جواب دیا کہ خلیفہ نے مجھے فتویٰ دینے اور مسائل بیان کرنے سے منع کر دیا ہے۔
— لہذا میں آپ کو کوئی مشورہ اس سلسلہ میں نہیں دے سکتا :

مال کی بیٹے سے سفارش

اتم جمعہ نے میری یہ بات سن کر خلیفہ ہادون رشید کو سمجھایا کہ ایسا کرنا مناسب نہیں ہے، چنانچہ اس نے اپنا حکم واپس لے لیا، اور مجھے فتویٰ دینے اور مسائل بیان کرنے کی اجازت مل گئی۔

نظر بندی

امام محمد بن حسن بیان فرماتے ہیں کہ میں اس واقعہ کے بعد حکم میں نظر بند کیا گیا تھا، یہی تعریف کے ایک ممکنہ ہیں۔

مسائل کے قتل کا فتویٰ

نقیب ہے کہ جو لفظی نے جو کا معنی استفتاء تھے، حاکم وقت تھے صاحب فتویٰ تھے، کیونکہ گواہوں یا کہ ایک مسلمان کا خون ناجائز طور پر بہا یا جائے، بلکہ اگر ایک مسلمان کے قتل کا فتویٰ دے دیا، اور پتہ نہ ہو کہ وہی دیکھ کر بھری کرکھوئے ؟

ایک روایت یہ ہے کہ اس مجلس میں دینی قتل نہیں کئے گئے، انہیں قید کر دیا گیا، اور ایک عرصہ کے بعد حالت امیری میں ان کا انتقال ہوا، لیکن ایک دوسری روایت یہ ہے کہ اسی مجلس میں وہ قتل کئے گئے۔

ہارون امام محمدؑ کی حق گوئی سے متاثر ہوا

محدثین سماع کی روایت ہے کہ اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد ہارون الرشید کے دل میں امام محمدؑ کی قدر و منزلت پیدا ہوئی اور اس نے انہیں مقرب بدرگاہ بنالیا۔ اور کچھ عرصہ کے بعد قاضی القضاۃ بنا دیا۔ اور پھر جب دسے کے سفر نکلا تو انہیں اپنے ساتھ لے گیا۔ وہیں امام محمدؑ کو کئی کئی روز انتقال ہو گیا (ایک روایت ہے کہ کسائی کا انتقال امام محمدؑ کی وفات کے دو دن بعد ہوا) اس موقع پر حسرت و تاسف کے لہو میں خلیفہ ہارون الرشید نے کہا: "آج میں نے فقط اور فقط کو دسے میں دفن کر دیا۔"

دوسرا خلافت میں حق کا نعرہ

امیر المومنین دس واقعہ کی میان کرتے ہوئے کہتے ہیں:-
جب امام محمدؑ نے خلیفہ ہارون رشید کے سامنے صحت امین کا فتویٰ دیا، اور اسے امان شکنی سے روکا، اور خدا اور جمہور کی شہرت کا ڈر لیا اور دوسرا امیر نے امان شکنی کا فتویٰ دیا، اور خلیفہ کو مشورہ دیا کہ کچھ کی گردن

لے امام محمدؑ کے امام تھے، ان کے مرنے سے گویا فرقہ کا علم مر گیا۔

جسے کسائی کا علم عز کا امام تھا، اس کی بدعت سے گویا تو کا علم وفات پا گیا۔

کسائی اور امام محمدؑ کی وفات کا خلیفہ ہارون رشید کو واقعی بہت صدمہ ہوا اور ایک عرصہ تک غم و اہم کی کیفیت اس پر طاری رہی تھی، جب کہیں بھی وہ امام محمدؑ کا ذکر کرتا تھا، تو اس کے الفاظ حسرت و اہم کی ترجمانی کیا کرتے تھے۔

آٹا دے تو میں اس مہمانِ عالیہ فطیحہ پر میٹھے ہوئے تھے۔ اور غلیظہ سے کہہ رہے تھے۔

معلوم کی غلالم سے استدعا

استاذة

موجودہ مس کے قوسے پر غور کیجئے جو نقد میں اپنا ایک خاص مقام رکھتے ہیں وہ اس امان کی صحت کا غرضی دے رہے ہیں سو آپ نے دی تھی، اور غرضی کے قوسے پر آپ کیوں دھیان دے رہے ہیں، مصلحت یہ کیا جانے نقد کیا ہے ہاں قوسے کسے لکھتے ہیں، اس کا باب تو مرنے میں داخل بنایا کرتا تھا۔ !

امام محمد کا گریہ بے اختیار

صیدی کی ہدایت ہے کہ ہم سے ابو بکر اور عثمان نے، ان سے ابو جعفر الطحاوی نے بیان کیا کہ ابو عبد اللہ احمد بن سہل الرازی نے بھی ابن عبد اللہ بن الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب علیہم السلام کا واقعہ موسیٰ بن عبد اللہ بن موسیٰ بن عبد اللہ بن الحسن بن الحسن بن عبد الرحمن بن القاسم

۱۔ نطع۔ چرنے کے فرش کو کہتے ہیں اس فرش پر اس شخص کو بٹھا دیتے تھے جسے قتل کرنا مقصود ہو یا قصداً
خون کے پچھنے زمین پر نہ چھنے پائیں، کیونکہ یہ بات سنوس سمجھ جاتی تھی اور خیال یہ تھا کہ اگر مقتول کے خون کے
سیٹے زمین پر گریں گے تو وہ بادشاہ ختم ہو جائے گا اور اس کی بادشاہت مٹ جائے گی اور انطع، یعنی چرنے کے
ایک چوڑے فرش پر مقتول کو بٹھاتے تھے، تاکہ گروں اور سنے کے بعد خون کا جو طرارہ اس کی گروں سے اُٹے
اس کا ایک قطروہ بھی زمین پر نہ گرنے پائے۔

وہابیہ کی تحریک

بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہم سے روایا بیان کیا ہے۔

”اس موقع پر میں غلیظ ہارون کے دربار میں حاضر تھا، اور امام محمد بن الحسن اور غلیظ ہارون ہر شب کی کیفیت و کچھ دانتھا، حسب امام محمد غلیظ کے دربار سے باہر آئے، تو میں نے دیکھا، وہ رونے لگے، اور شدت کریں سے ان کا عیب عالم ہو گیا، میں نے ان سے کہا: ملے ابو عبد اللہ!

آپ کیوں روتے ہیں؟ — کیا آج کے ام انگیز حادثہ کے باعث؟

اولن کا قصہ

”ام انگیز حادثہ سے بری مولیٰ مئی کہ حسب امام محمد نے ہارون کی مرضی کے خلاف فتویٰ دیا، تو ہارون نے انھیں تیز تند نظروں سے دیکھا، اور کہا:۔۔۔ آپ کے اس فتوے سے اس باغی کا حوصلہ بڑھے گا، اور اس کی مخالفت دیکھ کر دوسرے باغی بھی ہم پر خروج اور چڑھائی کریں گے“

میرے اس سوال کے جواب میں امام محمد کا گریں اور زیادہ شدید ہو گیا، اس نے یہ کہہ کر ان کے چہرے اور لباس پر گر رہے تھے، انھوں نے کہا:

”میں اللہ کی قسم، غلیظ کے اس طعن اور برتاؤ پر جو اس نے میرے ساتھ کیا، مجھے روز انہیں آ رہا ہے۔“

میں نے پوچھا:

”پھر آخر اس گریہ کا سبب ہی تو کچھ ہو گا؟“

انھوں نے اشارہ فرمایا:

اعترافِ تقصیر

”ہاں۔۔۔ میں اپنی ایک بہت بڑی تقصیر دوہرا ہوں۔“

میں نے سوال کیا،

”آپ سے کون سی تقصیر سرزد ہوئی ہے؟“

امام محمدؒ نے دو تے ہوئے فرمایا:

”پہری تقصیر یہ ہے کہ میں اس مقام پر فائز ہو سکتا تھا، مگر میں نے آج خدا کی اس زمین پر کوئی فائز نہیں، لیکن افسوس وہ نادر موقع میرے ہاتھ سے ہلا رہا۔۔۔!“

میں نے دریافت کیا،

”اس سے آپ کا مطلب کیا ہے، کس مرتبہ کی طرف آپ اشارہ

کر رہے ہیں؟“

ایک حسرت

امام محمدؒ نے فرمایا،

جب ابو بکرؓ نے، یحییٰ کے قتل کا فتویٰ دیا تھا، اور ابودان الرشید کو لادرو نے خلیفہ، ان شگنی کی اجازت دی تھی مجھے اس سے بچنا چاہیے تھا کہ۔۔۔

”تیرے اس قول کی بنیاد کیا ہے؟“

پلٹے قول کی تائید میں کوئی نصیحت بھی پلٹے پاس دکتا ہے،

کیا یہ تیرا قول دین سے دلی لودہ رہا ہے؟

اگر ہے ترقی وہ دلیل کون سی ہے! ترقی وہ زبان کہاں ہے؟
 مجھے اس وقت تک اس سے بحث کرنی چاہیئے تھی، جب تک اسے مانگ
 نہ کروں تھا، جب تک اسے جواب نہ دیتا!۱۰
 جب تک اس پر اس کے قول کا فناء ثابت نہ کرتا!۱۰

خلیفہ کا عتاب امام محمدؒ

ابن ابی العوام اپنی سند کے ساتھ محمد بن سمان سے روایت کرتے ہیں کہ
 "بھئی طالبی کے واقعہ کے بعد خلیفہ ہارون الرشید نے حکم دیا کہ
 امام محمدؒ کی کتابوں کی خوب اچھی طرح چھان بین کی جائے، اسے یہ خوف تھا کہ
 کہیں امام صاحب کی کتابوں میں ایسا مواد تو نہیں ہے جو طالبین دین
 اور اہل کلمہ کو گمراہی اور خروج پر آمادہ نہ کر سکے؟"

امام محمدؒ کی تلافی

امام محمدؒ نے میں سمان سے جو اس نازک گھڑی میں ان کے ساتھ تھے
 خود ان کی روایت کے مطابق کہا،
 اس پر عباد اللہ!

جلدی کرو، قبل اس کے کہ میں یہاں سے دوڑا ہوں، تم میری قیام
 گاہ پر پہنچ جاؤ۔ اور میری کتابوں کی اچھی طرح دیکھوالی کرو، تاکہ میں نہ ہو
 یہ لوگ میری کتابوں میں ایسی باتیں شامل کریں جو ان میں نہیں ہیں۔
 اسی سمان کہتے ہیں کہ میں نے اس ارشاد کی تعمیل کی، اور ان کی کتابوں
 کی خوب اچھی طرح چھان بین کی کہ آیا خلیفہ ہارون رشید کے نقطہ نظر سے

یہ لکھوں میں کوئی ایسی کتاب تو نہیں ہے جو واقعی قابل اعتراض ہو اور کسی بھی
آفت کا سبب بن جائے ؟

مجموعہ فضائل علیؑ

امام صاحب کے کتب خانہ کو خوب اچھی طرح کھنگال ڈالنے کے بعد
میں مجھے کوئی ایسی چیز نہیں ملی۔ البتہ ایک عمدہ نظر آیا، جو فضائل حضرت علیؑ علیہ
السلام پر مشتمل تھا

اسی اثنا میں فیض بادون الرشید کے لوگ آگئے، انھوں نے بھی امام صاحب
کے کتب خانہ کو خوب اچھی طرح دیکھا، جب اس مجموعہ پر میں کی نظر پڑی تو اسے فیض
کی حد متنبہیں مل گئے، بادون الرشید نے اس مجموعہ پر ایک نظر ڈالی اور کہا۔
”ہمارے پاس اس سے بھی زیادہ مواد موجود ہے“

فترتی دینے کی ممانعت

محمادی لکھے میں کر میں نے بھگوان بن قتیبہ سے مذکورہ واقعہ سننا، انھوں نے ہاں ہنسنے والے واسطے
سے اس میں اتنا اضافہ کیا کہ :-

”بادون الرشید کی طرف متوجہ ہوا، اور ان سے کہا۔

”جئے شک یہ امان نامہ ہے، لیکن میں نے اسے نہیں لکھا ہے، میں نے

ایک آدمی کو حکم دیا، اس نے ٹھکرایا۔“

امام محمد نے بادون کی اس بات کے جواب میں کہا،

”مگر واقعی یہ صورت مسئلہ کسی عام شخص کے ساتھ پیش آئے تو

وہ حاشہ ”نہیں ہو گا“ جب تک کہ خود اس کا تو لکھ دے کہ ”ایک اور مسئلہ“

ملے حاشہ ہونا ”نقصی“ مطلق ہے، جو شخص قسم کھائے کہ میرا سے توڑ دے تو وہ حاشہ کلمہ لگا۔

مردان: یا حاکم وقت ایسا کیسے تو وہ از روئے شریع حادث بنا جاسکے گا کیونکہ
 لکھنے والا تعمیل حکم پر مجبور تھا۔ لہذا اس کی ذمہ داری سلطان یا حاکم جدید
 پہنچی۔ اس کے برخس ایک عادی اگر کسی شخص سے لکھنے کو کہے تو وہ مجبور
 نہیں ہے۔ اسے اختیار ہے بھی چاہے لکھے، یا نہ لکھے، لیکن سلطان یا حاکم
 کی بات تو وہ نہیں ٹال سکتا!

امام محمدی: بات سن کر خلیفہ کو غصہ آگیا، اور اس نے جو کچھ امام
 صاحب کے ساتھ سلوک کیا، وہ معلوم ہی ہے!

طالبی کا مخاطب خلیفہ سے

طحاوی ہی کی یہ ردایت بھی ہے کہ ابو خازم نے مذکورہ واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ کبر بن سہام
 کے واسطے سے بیان کرتے ہیں کہ:-

"جب بادشاہ نے میری طالبی کے قتل کا حکم دیا، تو انہوں نے دارا

سے فرمایا:-

"اے بادشاہ!

میرے سامنے امام محمد اور حسن بن زیاد ہیں جو ماننے ہوئے ظہیر اور عالم
 ہیں، یہ کہہ رہے ہیں کہ تو نے جو اہل دی خنیا اور یحییٰ سے ملو از روئے شریع
 تو جی نہیں ماسکتی۔ لیکن تو ان کی بات نہیں مانتا!"

ابوالہختری کو نعتاً

ابو جہر الختزی جو اول درجہ کا جہر تھا اور جاہل ہے، پتھر سے کتاب ہے کہ
 اہل غاصبیت ملو تو اس کا کتا اہل نیا ہے۔ اور میرے قتل کا حکم صادر

کہہ دیتا ہے :

یعنی طالبی کے ان المناظر میں اس طرف اشارہ ہے کہ ابو الجہریؒ جو اب کافی اقتضا بنا ہوا تھا، نسب کے اعتبار سے نہایت پست شخص تھا۔ ایسے شخص کی بات مان لینا، اور جو لوگ اپنے نسب، علم و جاہت اور شخصیت کے اعتبار سے ہر طرح واجب التحقیم ہوں، ان کی بات رد کر دینا، کس کا اصرار

۱۰۰

امام محمد خلیفہ کے استقبال کو کٹے نہیں ہوئے

الہ اعلم اطواری سے، وہ ابو مازم سے، وہ بکر بن محمد الصبی سے، وہ محمد بن سماعہ سے روایت کرتے ہیں کہ :-

”ہم لوگ امام محمدؒ کے ساتھ خلیفہ ہارون رشیدؒ کی مجلس میں حاضر تھے۔ وہ روزانہ تھا، جب رتو کی تنہا سے معزولی کے کافی عرصہ بعد امام جعفرؒ اپنی والدہ کی ممانعت سے ہارون نے صلح کر لی تھی۔“

”ہم لوگ بیٹھے آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ خلیفہ المسلمین ابو جعفرؒ ہارون رشیدؒ تشریف لائے، بعد ماضی ان کے احترام میں سرودھ کھڑے ہو گئے، لیکن امام محمدؒ میں طبع بیٹھے تھے، ویسے ہی بیٹھے رہے، اپنی جگہ سے اٹھنے کی عیبت نہ کی، ہارون ان کی طرف گھومنے لگا، پھر اس نے حکم دیا کہ امام محمدؒ کے ساتھ ماضی مجلس سے اٹھ جائیں، میں نے اپنے دل میں کہا ”خدا فیروز کرے، اسلام ہر گز اس کستافنی پر کہ امام محمدؒ سے آمادہ کیا کہ کھڑے نہیں ہوئے، وہ ہم پر گیا ہے، اور اب انھیں سرور مژدے گا۔“

”پھر حال ہم لوگ باہر افتخار میں بیٹھے رہے کہ دیکھئے کیا سنتے ہیں آتا ہے کہ میں امام محمدؒ آ رہے ہیں، ان کے ساتھ ساتھ ہو دیا، ہارون کے کھڑک

کیا، میں نے اس سے سوال کیا،

محمدؐ اور ہارون میں سوال و جواب

”کچے خلیط کے ساتھ کسی گدڑی؟“

امام محمدؐ نے فرمایا:-

”جب تخلیف ہو گئی تو خلیط نے مجھ سے کہا میں بز قنط سے متنازعہ کر کے
اس کا صفایا کرو چاہتا ہوں۔۔۔ اس کے بچوں کو غلام بنائوں گا اور انہیں
تسخیر کروں گا۔“

میں نے پوچھا،

امیر المومنین آپؑ نے ایسا ارادہ کس وجہ سے کیا ہے؟ حالانکہ حضرت
عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے مصالحت کر لی تھی اور وہ صلح باقاعدہ ہندو شرنوں کے
ساتھ مشروط ہے۔

ہارون کا عذر

ہارون نے جواب دیا:-

”ہاں یہ ممکن ہے، لیکن اس سے صلح اس بات پر ہوئی تھی کہ یزیدی
ارادہ کو تبدیل نہیں دیں گے، لیکن دسے رہے ہیں، اس طرح خود ہی امان سے

نے یہ ایک عیسائی عقیدہ تھا، جسے اہل عہد اسلام میں امان دے دی گئی تھی، اور اس کی جہاں دہاں کی حفاظت
کا عہد کیا گیا تھا۔

حدیث بڑھچکے میں

ناقابل قبول عذر

میں نے غلطی سے کہا

لیکن حضرت عمرؓ نے اس حالت میں بھی ان کی امان پر قرار رکھی کہ انھوں نے صلح کے بعد ان کے دماغ ہی میں اپنی ادا کو کہ پشیمرد پنا شروع کر دیا تھا جس کی ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عمرؓ نے جو تکلیف کو جو ان دی تھی وہ غیر مشروط تھی اور نہ وہ پشیمرد بنے میں مانع آئے تھے اذ انھیں انھوں نے امان سے خارج ہو جانے کا ہر تکلیف قبول یا تھا۔

سوال و جواب

بارہوی نے کہا

عمرؓ نے اس لیے ان سے قتال نہیں کیا کہ اس کے بعد وہ زیادہ دھڑلے تک زندہ نہیں رہے۔

میں نے کہا،

اس سے کہ نہیں ہوا، جب انھوں نے ایک شرط کی خلاف ورزی کر لی خود رکھی، اور اس سے روگرد کیا تو ثابت ہو گیا کہ انھوں نے امان قائم رکھی ملاوٹ اور ہر عمر کے بعد مشن مسند آئے خلاف ہوئے، انھوں نے بھی یہ امان قائم رکھی اور مذاق کاراں انہیں کیا، پھر علیؓ نے مسند خلافت کو زیت بخشی، انھوں نے بھی بڑھچکے کسی طرح کا تفرص نہیں کیا، نہ بلا پر کسی نہ تھا کہ کاہل ہو گیا، نہ انھیں امان سے خارج کیا، حالانکہ یہ دونوں یعنی عثمان و علیؓ اہم عادل اور

امام صاحب الامت نے اپنے حب الوطنوں کے بغیر شروع طور پر یہ ایمان قائم رکھی
 قراب و کس طرح قوی ہو سکتی ہے ؟

خلیفہ صفیری : اہم مکرکما
 آجہا ہائے آشراف سے جائے ۔

خیلیفہ کا سوال و جواب

صفیری نے روایت مذکورہ بالا میں یہ طریق ابن عطیہ اتنا افسانہ کیا ہے کہ :-
 امام محمد خلیفہ کے پاس سے مسرور و شگاہ برآمد ہوئے وہیں سے میں
 نے یہ کیفیت دیکھ کر پوچھا ۔

”کیسے خلیفہ کے پاس کیسی گزری ؟

امام صاحب نے جواب دیا ،

”اروں نے مجھ سے دریافت کیا ۔

”دوسرے لوگوں کی طرح آپ بھی میرے استقبال کو کیوں نہیں کھڑے

ہوئے ۔“

میں نے جواب دیا ،

”مجھے یہ بات پسند نہ تھی کہ آپ نے میں طبقہ میں مجھے داخل کیا جو

اس سے محل جاتا آپ نے مجھے اہل علم کے طبقہ میں داخل کیا ہے جس سے

عمل کرے کسی طرح گوارا نہ تھا کہ اہل خدمت کے طبقہ میں داخل ہواؤں

جو اہل علم سے داخل ملک ایک طبقہ ہے آپ کے ابن عم علی اللہ علیہ السلام نے

فرمایا ہے

”من احب ابنی یتیمثل لہ“ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ لوگوں کی

الرجال فیا ما غلبتہم مطلقاً اہل میں کھڑے ہو جایا کریں اسے
من النار! چاہیے کہ جہنم میں اپنا ٹھکانا بنالے

اور آپ کو معلوم ہوتا چاہیے کہ جس حضرت کا مطلب علماء سے ہے
پس جو لوگ آپ کے اہل و اکرام میں کھڑے ہوئے، انہوں نے اپنے
سلطان کے اعزاز و اکرام میں ایسا کیا جس سے دشمن مسیت زدہ ہو تاکہ
لیکن جو شیخ ۱۰ اس نے سنت نبوی کی پابندی کرتے ہوئے ایسا کیا۔

ہارون برابر اب سن کر گویا ہوا،

آپ نے صیح فرمایا۔

پھر اس نے بنو تغلب کے بارے میں مجھ سے سوال کیا۔۔۔۔۔

جس کی تفصیل گذر چکی ہے۔۔۔ اس سلسلہ کے سوال جواب کے بعد ہارون نے امام صاحب
سے کہا:

ہارون کا اندازہ

”میں نے آپ کی خدمت میں کچھ اندازہ پیش کیا ہے، اپنے اصحاب میں تقسیم کر دیجئے۔“

امام صاحب باہر تشریف لائے تو تم خیران کی خدمت میں پیش کی گئی جسے انہوں نے اپنے
اصحاب میں تقسیم کر دیا۔

ہارون نے اس موقع پر امام صاحب سے یہ بھی کہا کہ

”اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مشورہ کرنے کا حکم دیا تھا، چنانچہ آپ برابر اصحاب سے مشورہ فرمایا کرتے

تھے۔ حضرت جبریلؑ بھی تشریف لاتے تھے اور آپ کو صلاح دیتے تھے، میں آپ سے استدعا کرتا

ہوں کہ اپنے والی (ہارون) کے لیے دعا فرمائیے اور اپنے اصحاب سے بھی اس کے حق میں دعا دست

پر چلنے کی دعا کرائیے۔“

امام محمد کی بیخونی

واقعات بلا سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام محمد کس بے خبری، بے جگری، جرأت، دلیری اور پختائی کے ساتھ سلطان وقت کے ساتھ حق بات کہتے تھے، صرف مسلمانوں کے لیے نہیں مسیاحیوں کے لیے بھی! انا

اِنَّمَا اَتُكَلِّمُكُمْ فِيْ حَقِّ الْاَمْرِ

فقط حق کے بارے میں

اور میں آپ کو صرف حق کے بارے میں

تاکید کرتا ہوں، جس میں کوئی شک و شبہ

نہیں ہو، اور میں آپ کو صرف حق کے بارے میں

تاکید کرتا ہوں، جس میں کوئی شک و شبہ

نہیں ہو

امام محمد کی بیخونی

اِنَّمَا الْعُلَمَاءُ وَصَّةُ الْأَنْبِيَاءِ

علماء انبیاء کے وارث ہیں

اس آیت شریفہ کی روشنی میں علماء کی زندگی میں
انبیاء کرام کے ایشار و تقاضات حق و صداقت و حقیقت
غیر اللہ سے بے نیازی، زہد و روحِ خشیت الہی، عبادت
ریاضت ابداد فیض و اعلیٰ کردار و بصیرت کی
جھلک ہونی چاہیے۔

○

امام محمدؐ کی زندگی ایک نمونہ تھی صفات بالا کا

امام محمدؑ کی سیرت و کردار کے چند پہلو

حاضر داغی جاہلیت، انکسارِ تہفۃ اور تدین

امام محمدؑ کی ذات گرامی، مستقیمہ الصفات تھی، وہ گونا گوں خصائص و امتیازات کے مالک تھے،
خدا نے انہیں بہت سی نعمتیں عطا فرمائی تھیں، عقل عالی، ذہن صافی، جرات، حق گوئی، خوف
غیر اللہ سے بے نیازی، اپنی بات سب کے سامنے کر دینے کی جرأت، سلطانِ وقت کے حضور
میں غصہ حق بلند کرنے کا حوصلہ، علماء، سرکاری عاقبت اور ضعیف فردشی کے هجوم میں بھی، بے خوف و ترس
کام، اللہ کے اندیشہ و سواس، بہر خوف، بہر اندیشہ، اور ہر فکر سے بے نیاز ہو کر اعلا، کلام الحق کا بلند
جاہ و منصب سے نفرت، دولت و قدرت سے بے نیازی، حب و نیاز سے کراہت، مسیہ
تھے امام محمدؑ کے خصائص اور امتیازات، صفات اور حسنات۔

امام محمدؑ کا نام

حسین زبائین امام محمدؑ نے بزم شہود میں قدم رکھا، اور شہرت حاصل کی، وہ زمانہ اگرچہ بد تہلیدی

مبار سے کام لائی اور کام لگائی کا دور تھا، فتوحات کا سلسلہ جاری تھا، حدود مملکت میں توسیع
 ہوتی تھی، سلطنت اسلامیہ کے رعب اور قار کا یہ عالم تھا کہ دنیا کے بڑے بڑے ملک و
 سلاطین، خلفائے اسلام کا نام سن کر لرزہ برپا ہوا کرتا تھا، عساکر اسلامیہ کے جوش و
 خفگی یہ کیفیت تھی کہ یہ سب دواں اس طرف کا رخ کرتا تھا، خس و خاشاک کی طرح مخالف قوتوں
 کو ہالے جاتا تھا۔ کسی میں محبت نہ تھی کہ مقابلہ میں آئے، کسی میں یار نہ تھا کہ مقابلہ کی محنت کرے
 اطراف و اکناف عالم میں مسلمانوں کی قوت اور شوکت کی دھماک بٹھتی ہوئی تھی، روم و عجم میں
 ان کے نام کا ذکر ہوا کرتا تھا، بڑے بڑے مہم جو اور مغرور سلاطین اس بات کو اپنے لیے باعث فخر و تکرار
 سمجھتے تھے کہ انہیں خلافت اسلامیہ کے دوستوں اور نیاؤں مسندوں میں شامہ کیا جائے، وہ خوشی سے
 بھولے نہیں رہتے تھے، جب دربار خلافت میں انہیں حاضری کی سعادت حاصل ہوتی تھی ان
 کے لیے اس سے بڑھ کر فخر و تکرار کی کوئی بات نہ تھی کہ وہ خلیفہ اسلام سے مل لیں

روشنی اور تاریکی

لیکن اس روشنی کے قدم بہ قدم تاریکی بھی چلی رہی تھی !

اس کامیابی کے جلو میں ناکامی و نامرادی کے آثار بھی ہر جا تھے۔

فتح و ظفر کے اس طوفان میں شکست و ہزیمت کے علامت بھی نظر آ رہے تھے !

بے شک خلافت اسلامیہ بڑا بڑا اسکے سارے عالم میں رواں تھا، ملامت و بدعت اسلامیہ

کا پرچم ہر طرف لہرا رہا تھا۔ اس سے قطعاً انکار نہیں کیا جاسکتا کہ بعد از رون الرشید میں خلافت عظیم

کا آفتاب عروج نصف النہار پر تھا، اس دور کی علمی، ادبی و فنی، زیر بنی، عسکری اور فنی و فنی نقطہ

عروج پر پہنچی ہوئی تھیں۔ خزانہ سیم و زر سے معمور عساکر کاہرہ، ہر طرح کے ساز و سامان اور اسلحہ

سے آراستہ دھڑا دھڑا نظم مملکت و دوسری حکومتوں کے لیے تاج و تکرار، رعب و سطوت کی یہ کیفیت کہ

دوست اور دشمن سب دھڑا دھڑا سے لڑنا اور نرسان، ہر طرف جن برس رہا تھا، اولو و دش

اور بزل و عطا اور جود و سخا کی یہ کیفیت کہ صحیح ترین تاریخی واقعات بھی تصدیق کرنا ہی معلوم ہوتے ہیں۔
آج کے حالات سے آج کی دنیا سے ان کا موازنہ کیا جائے تو کسی طرح یقین کرنے پر طبیعت آواز
نہیں ہوتی۔

لیکن اندرون فی طور پر یہ غفلت رکاوٹ نہ تھی:
دین فراموش ہوا تھا، دنیا غالب آ رہی تھی!

علاء کا حل زیروں

اور تو اور علاء تک کا یہ حال تھا کہ دربار و خلافت میں پہنچنے کے بعد ان کی زبان بدل جاتی تھی،
ضمیر بدل جاتا تھا!

یہ علاء جانشین رسول تھے، ان کا فرض اتفاق کی حمایت!

لیکن زرد گوہر نے ان کی زبانیں خرید لی تھیں، قوت و شوکت نے انہیں مروج کر دیا تھا، مگر ان کی
جھک نے انہیں ضمیر فروش اور حق فروش پر مجبور کر دیا تھا۔

صحابِ عزائم

اسی دور میں، کھو ایسے لوگ بھی تھے جو زرد گوہر کو، ان کے خیر سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے تھے۔
جو اپنی جان خدا کے ہاتھ فروخت کر چکے تھے، اور اس سود سے پر خوش تھے جو کسی قیمت پر بھی حق کے راستے
سے دو گرواں نہیں ہو سکتے تھے، جو صحن مسجد، مجلس درس اور دربار سلطانی میں کیساں سکون، اطمینان
کے ساتھ ملائی کرتے تھے، انجام و نتیجہ سے غفلت اے پردہ تھے۔ — انہی اکابر میں امام محمد کا شمار بھی تھا
امام محمد کے حالات و سوانح کے مختلف گوشوں اور پہلوؤں پر ہم گزشتہ صفحات میں روشنی ڈال
چکے ہیں، اب چند اور پہلوؤں کی سیرت اور کردار کے پیش کرتے ہیں۔

امام محمد عوام میں

کردی نے اپنی کتاب "مناقب ابی حنیفہ" و اضافہ "میں من بن شہرہ سے روایت کی ہے کہ

"میں نے ایک مرتبہ امام محمد کو دیکھا کہ وہ دھڑیلوں کے محل میں تشریف لے گئے اور بڑی رنگان کے حلقہ میں بیٹھ کر ان سے باتیں کرتے رہے، ان کے معاملات و قضایا کو پوچھتے رہے اور جو معاملے ان کے آپہ میں چل رہے تھے، ان کے بارے میں استفسار کرتے رہے، نیز جو مسائل و معاملات انہیں درپیش تھے ان کے سلسلہ میں کوئی کرید کر دیافت کرتے رہے۔

مجتہد کے اوصاف

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مجتہد عظیم صرف اس علم پر اکتفا نہیں کرتا تھا جو اس نے کتابوں میں پڑھا تھا، تفسیر، حدیث اور فقہ کے ان امور اور مورد کو بھی یہ کافی نہیں سمجھتا تھا جو اس کے علم میں تھے اور ذہن و دماغ کے گوشوں میں بے ہوئے تھے، اقوال صحابہ پر اس کی وسیع نظر تھی، اقوال تابعین اس کے گوشہ و دماغ میں محفوظ تھے۔ فقہاء و بار و اصحاب کے اقوال و کار و کلام عالم اور مافوق عالم علوم عربیہ کا یہ ماہر تھا، لیکن اس کے باوجود یہ عام لوگوں میں معمولی قسم کے صنعت کاروں میں مشہور تھا، ان سے باتیں کرتا تھا، ان کے حالات معلوم کرتا تھا، ان کے مسائل سے واقفیت پیدا کرتا تھا۔

کیوں؟

اس لیے کہ صرف اسی طرح، عرف، فہم و ہمد سے وہ واقفیت پیدا کر سکتا تھا۔ اور ایک فقہ

نے اصطلاح فقہ میں عرف سے مراد درج ہوتا ہے۔

(دعویٰ احمد جعفری)

حقیقت اور حقیقت سے دور نہ ہوں اور احکام شرع شریف بیان کرتے وقت وہ جو کچھ کہے ہر طرح کی غلطی سے پرہیز ہو، ایک مجتہد میں جب تک یہ خصائص نہ ہوں وہ مرتبہ اجتہاد پر فائز نہیں ہو سکتا نہ اپنی گروں بارزہ سرداروں سے صحیح طور پر وعدہ ہر ہو سکتا ہے۔ نہ اجتہاد ملنے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔

امام محمدؒ کا جواب

ابن ابی اصماعتی کہتے ہیں کہ محمدؐ سے ابو جعفر طحاوی نے بیان کیا کہ میں نے ابراہیم بن ابی داؤد ابرہی سے سنا کہ یحییٰ بن صالح الوضائی ایک مرتبہ کہہ رہے تھے کہ :-

میں سنا ہوں کہ ایک امام محمدؐ کے ساتھ تھا، میں نے ان سے اشعار سفر میں عرض کیا،

”اپنی نکل نکل کتابیں جو حق فقہ میں ہیں، مجھے سنائیے تاکہ میں ان سے بہرہ ور ہو سکوں۔“

امام صاحب نے فرمایا :-

”کوئی سی صورت تمہارے لیے آسان نہ ہے گی، آیا یہ کہ تم وہ کتابیں

پر محروم رہو جن میں سنو، یا میں انھیں پڑھوں اور تم سنو۔“

میں نے عرض کیا

”میں قرأت کروں گا۔“

امام صاحب نے فرمایا،

”خیر، — میں پڑھ کر سنوں اور تم سنو، یہ میرے لئے زیادہ

آسان ہے کیونکہ جب میں قرأت کروں تو مجھے صوفائی دین اور آنکھ کا

استعمال کرنا پڑے گا اور اگر تم نے قرأت کی تو مجھے آنکھ کھلنی نہیں سب کرنا ہی

طرف توجہ کرنا پڑے گا۔ اور بات میرے لیے گروں ہو گی۔“

ہر پہلو میں نظر دہشت

اس واقعہ سے افادہ ہوتا ہے کہ امام صاحب جب کوئی کام کرتے تھے تو اس کے تمام پہلوؤں کو پیش نظر رکھا کرتے تھے۔

امام بخاریؒ کے استاد

وہی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ یحییٰ بن صالح الوضائی، وہ بزرگ ہیں جو امام بخاریؒ کے استاد تھے۔ یہ وضائی امام مالکؒ پر امام محمدؒ کو ہمیشہ منہ نقس میں ترجیح دیا کرتے تھے۔

قبول وایت

بدھو کرشی "البصیر الخبیث" میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام محمد بن حسن نے فرمایا۔
 "ہم اہل حدیث کی روایت قبول کر لیتے ہیں سنا کہ وہ کا عقیدہ یہ ہے کہ جھوٹ بولنے والا خاص ہوتا ہے لیکن
 ہل چوکی روایت نہیں قبول کرتے" یہی کا عقیدہ ہے کہ جھوٹ بولنے والا کافر ہوتا ہے۔
 "فاسق" اور کافر قرار دینے کا فرق بڑا بڑا کچھ ہے۔ اہل قبول روایت میں اس کو نظر انداز کرنا صحیح
 روایت نہ مکرور کرنے اور حزم و احتیاط کا مظاہرہ ہے۔

حاصل کو حجاب

ہی انی الامام لکھتے ہیں کہ میں نے محمد بن احمد بن حماد کو کتے بولے سنا کہ میں نے مشہد سے سنا کہ
 وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے مسلم بن منصور دلاوی سے سنا کہ وہ کہہ رہے تھے۔

۱۰ امام محمدؒ صاحبہ اطلاع ملی تھی کہ بعض لوگ امام ابو حنیفہؒ کے اصحاب

کا ذکر بُرائی سے کرتے ہیں، تو وہ یہ مشرعوں کو دیا کرتے تھے۔

محمد بن وحشی الناس منزلة
من عاش فی الدنیا لم یأخذ حق

یعنی:

”ہم وہ لوگ ہیں کہ ہم نے مسجد کیا بنا ہے اور وہ لوگ بھی کہتے ہیں جنت میں جو

مسجد نہیں (بجز حرامہ) ہوتے ہیں۔“

معاذوں و شمنوں اور حاسدوں کے فراغات و مخرجات کے جواب میں، امام صاحب جو کہ فرمایا کرتے تھے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایسے موقعوں پر بھی جب ان میں عینہ اور نفوس مشغول رہتا ہے، وہ نہ صرف یہ کہ مشغول نہیں ہوتے تھے، بلکہ ایسے شخص سے انفا میں جواب دیتے تھے کہ مخالفت کو یاد دلائے دم زدن ضرر ہے۔

شرط سماعت

حاشا اللہ وہی میں ابن جبہ کی روایت ہے کہ:

”میں نے امام محمد کو کہتے ہوئے سنا کہ کسی شخص کے لیے یہ زیادتیں ہے کہ ہماری نگاہوں سے روایت کیے۔ بجز اس شخص کے جس نے ہماری طرح سماعت کی ہو یا ہماری طرح سیکھا ہو۔“

امام صاحب کے اس ارشاد کی بنیاد و تہی کہ اصحاب پر حیفہ کا حاصل اور معمول یہ تھا کہ جب کوئی مسئلہ پر بحث آتا تو وہ یا محقق دینی تک وہ اس کے تمام پہلوؤں پر بحث مباحثہ کوئے، وہ یسین پیش کرتے، اور جب آپس کے بحث و مباحثہ کے بعد مسئلہ پر بحث سے متعلق کسی دوسرے پر متفق ہو جاتے تو پھر اس کو خدا کی کہہ دیتے اور اس مسئلہ میں جو دلائل و براہین زیر گفتگو آتے تھے، انھیں نظم و ذکر دیتے، اگر نہ ان کی تفصیل علمائے سے غالی تھی، اس اخذ و رد کے ذکر پر گفتگو کرتے تھے، بہرہ اگر کوئی طالب فہدان کی خدمت میں حاضر ہو کر اس مسئلہ کی سماعت کرنا تو بے شک اپنی تقریر میں، وہ دلائل و براہین کا ذکر کر کے اس کی تسلی کر دیتے، اور اسے بالکل مطمئن کر دیتے، اس طرح وہ مسئلہ کے بارے میں جو رائے قائم کرتا، وہ بصیرت اور تحقیق پر مبنی ہوتی، نہ کہ اندھی تقلید پر۔

ایک واقعہ

ابن ابی العوام عمادی سے: وہ ابراہیم بن ابی داؤد سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے یحییٰ بن صالح الوضائی سے سنا کہ وہ کہتے ہیں:

صحابہ حدیث کا مجمع

ایک عوام صحابہ کے مجمعے میں آکر حدیث پیش کیا، جب ہم سنا تو پہنچے، میں نے عبداللہ بن عبداللہ بن ابی العوام سے کہا: کیا آپ نے ان کی مجلس میں حاضر ہوا؟ وہ ہاں بیت سے اصحاب حدیث جمع ہو گئے، اس خبر کی باتوں سے انھیں تکلیف پہنچی، انھوں نے فرمایا:

ایک کمی کا احساس

کاش ان لوگوں نے کسی فقہ مسئلہ کے بارے میں استفتاء کیا ہوتا تو انھیں جواب مل سکتا۔

میں خاموش رہ سکا۔ بول نہ پڑا۔

مگر آپ کا بھلا کرے، سوال کیجئے، لیکن ہے اس گروہ میں کوئی ایسا آدمی بھی جو ہر سوال کا شافی جواب دے سکے۔

چنانچہ ایک مسئلہ کے بارے میں سوال کیا، میں نے فوراً اس کا جواب دیا۔

یہ جواب کو انھوں نے پسند کیا، اور مجھ سے کہا:

ہم تم نے کس سے سیکھا ہے یہ سناؤ۔

میں نے جواب دیا۔

ہام ٹھوٹے جھوٹے آپ کے ساتھ ہی توجہ کیا ہے۔

پیشکش انھوں نے کیا

روہم ج سے فراغت کے بعد مجھے ہام ٹھوٹے پاس لے جاتا

ابوالسینم امام محمد کے پاس

چنانچہ ج سے فراغت کے بعد میں انھیں لے کر ہام ٹھوٹے کے پاس پہنچا ہام

صاحب نے جب انھیں اپنے پاس آئے دیکھا تو چہرہ لائی کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے

لوہان کی قرار دہی تعلیم و حکوم کی۔

اسی اندازہ ہوتا ہے کہ ہام ٹھوٹے کی جلالت شان کا یہ عالم تھا کہ ابوالسینم صاحب شخص خود چل کر ان سے

ملے گا۔

سادگی اور اخلاص

امام ابو ایمن ابی عمران سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے طبری سے سنا کہ وہ کہہ رہے تھے کہ

مجھ سے حمید ابو العباس نے بیان کیا کہ

ہندو میں جس کے دن مسجد کے اندر حلقہ درس قائم ہوتا تھا اور بشر بن ولید درس دیا کرتے تھے

پہلے بہت دیر تک چلایا رہا، اور ہم اس میں شریک ہوتے رہے یہاں تک کہ ایک روز امام محمد

رق سے تشریف لائے، ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے مسائل کی تعلیم حاصل کرنے لگے۔ ان

سے مسائل کی تعلیم حاصل کر کے بشر بن ولید کے پاس آئے اور ان سے سوالات کرتے، ہماری اس حرکت سے

انھیں تکلیف پہنچی اور وہ براہ راست، لیکن جب یہ سلسلہ برابر جاری رہا تو انھوں نے حلقہ میں آنا ترک کر دیا۔

امامی کہتے ہیں میں نے ابی عمران سے سنا کہ وہ کہہ رہے تھے کہ :

ایک روز میں نے بشر بن عبد الوہید کو دیکھا کہ وہ میرے والد کے پاس آئے اور امام محمد کا ذکر کیا

الغلام میں کرنے لگے۔ میرے والد نے ان سے کہا:

”ایک الولید ایسا نہ کہو!“

اس کے بعد خرید لے لیا۔

بیمیں اس پر خوش ہوا، چاہیے کہ خدائے ہمیں برکات دینے کی رحمت سے بچا لیا!“

طحاوی لکھتے ہیں کہ ابن ابی عمر ابن ابی اہلی سے روایت کرتے تھے کہ

امام ابو یوسف کا ذکر

ایک مرتبہ بعض لوگوں نے حسن بن ابی مالک کے سامنے، امام محمد کے سائل فقہیہ بیان کے

تواضع نہ کی۔

”امام ابو یوسف بھی بڑے محقق تھے، لیکن تحقیق و ترقی کی وہ شدت جو امام محمد کے پاس پائی

جاتی ہے ان کے پاس نظر نہیں آتی۔“

اوپر کی روایت میں بشر بن ولید کا ذکر ہے۔ یہ امام ابو یوسف کے راوی تھے، ان سے ابو یوسف

موصی نے امام ابو یوسف کی کتابوں کی سماعت کی تھی، یہ امام صاحب کے ہرے چھتے اور محبوب شاگرد

تھے۔

اسی طرح حسن بن ابی مالک بھی امام ابو یوسف کے مخصوص تلامذہ میں تھے، بلکہ اگر یہ کہاجائے کہ امام

صاحب کے شاگردوں میں بہت زیادہ فرقہ کے جاننے والے تھے تو ذرا سبالتو نہ ہوگا۔

مجتہد کی حیثیت

ابن ابی اصمٰط طحاوی سے روایت کرتے ہیں اور وہ سلیمان بن شعیب الکلبیانی سے، اور وہ اپنے

والد سے:

امام محمد نے جس مفکر کو اپنا چہرہ ڈرایا، اگر لوگ کسی مسئلہ میں مختلف فرمائے ہوں تو

نقیض یا تو اسے حرام قرار دے گا یا حلال۔ بعد یہ دونوں چیزیں اس کے حدود
اجتماع میں داخل ہیں۔ اے عزوجل کے نزدیک وہ دونوں کا اجر ایک ہے فقیر
جو چیز مختلف ہے۔ وہ ہے اسکی عمر میں اجتماع اب اگر اس کا اجتماع اسے
میں ہے اور اس نے وہ فرمایا ہے جو اس کے نزدیک حق ہے تو اس کے
تو ایک اس نے اپنا فرض پورا کر دیا اور اجتماع کا حق ادا کر دیا۔ کیونکہ میں چیز پر
وہ مختلف کیا گیا تھا۔ اس کا حق اس نے ادا کر دیا، لیکن اگر اس نے مقدور ہر اجتماع
دائے کی سب کو شش تو کی، لیکن فیصلہ صحیح ذکر کے، غلطی کی، اور جو غلطی وہ اس
وہ بھی بخیر و صواب و اتفاقاً تو ہی خدا کے عزوجل کے نزدیک اس نے اپنے علق
ہونے کا فرض پورا کر دیا، اور اس غلطی پر بھی اس کو دیا ہی ہوئے گا جیسا صحیح
اجتماع پر

مجتہد کی خطا و صواب

یہی اگر کوئی کہتا ہے کہ گویا کفر ہے یا طاعت قرار دیتا ہے اور ہی وہ ام کو کہے اور اس
حلال و حرام کا سرچشمہ ایک ہی ہے۔ اور اے عزوجل کے نزدیک یہ اقوال
بائیں صواب اور عجب اور ہیں۔ تو یہ غلط خیال ہے اور اس کی بنا پر غلط فیصلے
اللہ عزوجل کے نزدیک صواب یہ ہے کہ جو لوگ جس کام کے لیے مختلف
کہتے ہیں، یعنی دوسروں کو روئے گئے ہوں تو وہ یہ ہی روایت اور صورت کے
ساتھ اجتماع کی کوشش کریں اور اپنے اسکی دستاویز کے مطابق اپنا
قرینہ نام نہانے کی سعی کریں۔ پس اگر ان میں اس کے باوجود کسی شخص سے روئے
نام کوئے اور نہ خدا سے میں فرزند ہوئی ہے تو وہ اس کا سختی ہے کہ اس کے
ہوئے ہیں یہ مان لیا جائے کہ اس نے اجتماع کیا۔ اور جس میں چیز مختلف تھا

اپنی کوشش سے اس کا حق ادا کر دیا۔ اس لیے کہ اللہ عز و جل کے نزدیک تمام باوقار میں مراد صرف اسکا ہی نام ہی ہو گا۔ یعنی وہ جو ہے کہ صحیح اور غلط دونوں قسم کے اجتہاد پر اجماع ہے۔ یہی امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا قول ہے، اور یہی ہم بھی کہتے ہیں۔

اجتہاد کے سلسلہ میں موقف کیا تھا؟

امام محمدؒ کی تقریحات بلا سے اندازہ ہو رہے کہ اجتہاد کے سلسلہ میں امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب کا موقف کیا تھا۔ اور وہ کتنا صحیح اور درست تھا۔

سیرت و کردار

لحاظی روایت کرتے ہیں کہ میں نے محمد بن علی، بن سعید بن مسعود العبدی سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ ایک مرتبہ میرے والد نے دمشق کے لشکر میں امام محمدؒ کا ذکر کرتے ہوئے، اور ان کی سیرت و کردار پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا۔

میں رونا لگ گیا، اور ان امام محمدؒ منسوب قصائد پڑھتے تھے۔ میں ان کے دردِ اندے پر پہنچا۔ میں نے اندر داخل ہوئے کی اجازت طلب کی، لیکن صاحبِ روضہ نے منع کر دیا۔ میں وہاں پہنچا، پھر کافی عرصہ تک وہاں قیام نہ کر رہا لیکن وہاں نہیں گیا۔

اچانک ملاقات

اسی شامیں ایک مرتبہ میں شرمس گھر میں رہا تھا کہ امام محمدؒ اپنی ساری پر بیٹھے نظر آئے، وہ تاحی شرم کے لباس میں بیٹھے تھے، انھوں نے جب مجھے

دیکھا تو میری طرف متوجہ ہوئے اور مجھے بڑا اور اعزاز کو کے اپنے ساتھ اپنی
قیام گاہ پر لے گئے۔

جب قیام گاہ پہنچے تو بچے کہتے ہیں چلے گئے، اور اور بعد میری طبی
ہوئی، امام صاحب نے پوچھا،

”تم اتنے دن سے کتنے ہوئے ہو اور میرے پاس نہیں آئے؟“ — مجھے
معلوم ہوا ہے کافی دن سے تم یہاں مقیم ہو!
میں نے جواب دیا،

میں آپ کے دولت کے سے پر حاضر ہوا، لیکن حاجب نے مجھے شرف
زیادت حاصل کرنے کا موقع نہ دیا، حالانکہ میں اسی طرح آیا تھا جس طرح اس
وقت آیا کرتا تھا، صبح آپ منصب آفتاب پر لاؤ نہیں ہوئے تھے۔“

وہ حاجب کون تھا؟

یہ سن کر امام محمد مضمون اور متوقف نظر آئے گئے، پھر فرمایا۔
”میرے کس حاجب نے تمہیں میرے پاس آنے سے روکا تھا؟“
میں نے سر ہچا، یہ ضرور اس حاجب کو سزا دی گئی، لہذا میں نے،
جواب دیا۔

”اب میں اسے کیا پھانساں؟ بہر حال کوئی حاجب ہی تھا۔“
امام صاحب میرے مقصد سمجھ گئے، انھوں نے فرمایا۔
اگر تم اس حاجب کی نشان دہی ذکر و گئے تو میں سارے جہانوں کو پر طرف
کردوں گا؟“
میں نے عرض کیا۔

”ہو تو آپ ظلم کریں گے کہ میں صاحب نے مجھے روکا ہے“ اس کے
 علاوہ دوسرے حاجیوں کو بھی سزا دی۔

یہ سن کر امام صاحب نے جلد حاجیوں کو طلب کیا، اور آئندہ مجھے روکنے
 سے منع کر دیا۔ پھر مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا: سر

جب چاہو آؤ

”تم جب چاہو آؤ، کوئی روک ٹوک نہیں کی جائے گی، اگر اس پرہے
 کے سامنے کھڑے ہو جاؤ، میں کے چمچے بیٹھ کر میں کام کیا کرتا ہوں، یہاں پہنچ
 کر دوا لکھوا دیں گے، اور سلام کیا کرو، اگر میں اس حالت میں ہوں گا کہ نہیں
 جاؤں، تو آؤ دیکھ لوں گا، لیکن اگر اس حالت میں نہ ہو تو تمہیں روک ڈنگا
 پھر بے شک تم وہیں جا سکتے ہو۔“

اس کے بعد میرا یہ معمول ہو گیا کہ جب چاہتا امام صاحب کے روت
 کدے پر پہنچ جاتا۔ بہت سے لوگ ان دن حاضری کے منتظر کھڑے ہوتے،
 اور حجاب ان کی روک ٹوک کر رہے ہوتے، مگر مجھ سے کوئی کچھ نہ کرتا۔
 میں سیدھا پرہے تک پہنچ جاتا، دوا لکھواتا، پھر سلام کرتا، انگڑیاں ہوتا کہ
 میری لکھواؤں کو امام صاحب فرماتے۔

”ابو محمد آ جاؤ!“

میں اندر چلا جاتا، اور جب تک جی چاہتا بیٹھا اور باتیں کرتا، کہیں
 کہیں جب وہ بہت مصروف ہوتے تو فرما دیتے۔

”ابو محمد! اس وقت نہیں!“

”تو جس داپس چلا آتا!“

سادگی اور مفناری

اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ جاہ و منصب کی منزل پر پہنچنے اور جاگنا زندگی بسر کرنے کے باوجود ان کے انداز و اطوار میں کوئی فرق نہیں آیا تھا، ان کی سادگی، اور مفناری ویسی ہی تھی جگر پڑانے والوں اور نیا دمزدلوں کے ساتھ یہ اختصاص تھا کہ حاجب و دربان کی دواک و رک کے بغیر وہ ان کے پاس پہنچ جاتے تھے۔ اور جب تک چاہتے تھے، بیٹھتے تھے، اور مسالک و معاملات پر گفتگو کر کے ان کے افکار و آراء سے واقفیت ہم پہنچاتے اور معلومات حاصل کرتے تھے۔

حدیث اور احکام

بصری کہتے ہیں کہ میں عبداللہ بن محمد القاضی نے بتایا کہ ہم سے قاضی مکرم نے اور ان سے احمد بن محمد لطف نے بیان کیا کہ میں نے محمد بن سہام کو کہتے ہوئے سنا کہ :-

ایک الزام

عیسیٰ بن ابان ہمارے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے اور میں داما نگ رہا تھا کہ یا اللہ امام محمد بن حنفیہاں بھی دس، ایک سو دو، لوگ ہمارے پاس ہیں کہتے ہیں کہ ہم حدیث کے مخالف ہیں !

عیسیٰ کا شمار بہترین حفاظ حدیث میں ہوتا تھا، ایک روز اعلیٰوں نے ہمارے ساتھ صبح کی نماز پڑھی، یہ امام محمد کی مجلس دس کا دن تھا۔ ہم وہاں پہنچے، ایک لمحہ کے لیے بھی میں نے عیسیٰ کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ جب امام محمد دس سے فارغ ہو گئے تو میں نے عیسیٰ کو اس سے قریب کر دیا اور امام صاحب سے کہا :-

”یہ آپ کے ابن ابی حنفیہ ہیں، ان کا نام عیسیٰ ہے۔ یہ ابان بن صدوق کے صاحبزادے ہیں، تم سے زمین

اور مذکی اور حدیث رسول کریمؐ کے بہترین حافظ، میں انہیں آپ کے پاس لانا چاہتا تھا، لیکن یہ
حاضر ہونے سے انکار کر رہے تھے دکتے تھے کہ
”تم لوگ حدیث کے مخالف ہو!“

الزام کا جواب

یہ سن کر امام محمد عیسیٰ بن ابان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا
”ہیکڑ بیٹے! کس بنیاد پر تم نے یہ دانتے قائم کیے کہ ہم حدیث کے مخالف ہیں؟ جب تک
ہمیں براہ راست واقفیت نہ ہوتی، اور تم نے خود ہی کوئی ایسی بات، جو حدیث کی مخالفت میں
ہوتی، دسنی نہ ہوتی، اتنا بڑا الزام نہ عائد کرنا چاہیئے تھا!“

امام محمد کا علم حدیث

عیسیٰ بن ابان نے امام محمدؒ سے حدیث کے نہیں، الباب پر چھے۔ امام محمدؒ بڑی روانی اور
صفا سے جواب دیتے رہے، اور بتاتے رہے کہ ان میں سے کوئی کونسی حدیثیں منسوخ ہیں۔ جن
حدیثوں کے بارے میں انہوں نے کہا کہ یہ منسوخ ہیں، تو اس پر وہ اُٹھ اُڑا اور خود بھی پیش کئے۔
عیسیٰ، امام صاحب کا حدیث میں یہ کہاں دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ جب ہم امام صاحب کی مجلس
سے اُٹھ کر باہر گئے، تو انہوں نے کہا،

”میرے اور نوز کے درمیان، ایک پردہ عائل تھا، آج وہ اُٹھ گیا! — میرا خیال ہے
کہ اللہ تعالیٰ کی اس وسیع دنیا میں آج امام محمدؒ کا سا کیٹا اور بے ہمتا تحدیث کوئی نہیں ہے!“
اس کے بعد ایک عرصہ درود تک عیسیٰ بن ابان امام محمدؒ کے دامنِ علم سے وابستہ رہے،
یہاں تک فقہ میں دستگاہِ کامل حاصل کر لی۔

اس واقعہ سے یہ حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے کہ امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحابؒ کی بارگاہیں

بعض حلقے جو یہ کہتے رہتے ہیں کہ اہل اوزن کو حدیث سے کوئی ربط و تعلق نہ تھا، بلکہ یہ لوگ مخالف حدیث تھے، یہ کس قدر غلط اور بے بنیاد بات تھی!

بالغ نظر رائے

حقیقت واقعہ یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ، اور امام محمدؒ حدیث پر اتنی ہی وسیع نظر رکھتے تھے، جتنی ایک بالغ نظر محدث کی ہونی چاہیئے۔ اور ہے بھی یوں کہ کتاب الہی اور حدیث نبویؐ کے حقائق و معارف پر اگر آدھی کی نظر نہ ہو تو وہ فقہ پر ہی نہیں سکتا ہے۔ البتہ یہ بات مفرد تھی کہ یہ حضرات الفاظ سے زیادہ معنی پر نظر رکھتے تھے۔

عیسیٰ بن ابان

اس موقع پر نامناسب نہ ہو گا اگر چند سطریں عیسیٰ بن ابان کے بارے میں بھی سپرد قلم کر دی جائیں۔

عیسیٰ بن ابان کو وہ علم تھے، انھوں نے کتاب الحج علی اہل المدینہ کی امام محمد بن حسن سے روایت کی ہے، انھوں نے ایک کتاب تالیف کی ہے جس کا نام ہے، "المسح الصغیر"۔ اس کتاب میں عیسیٰ بن ابان کی روایات و آثار کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ عیسیٰ بن ابان نامیوں کے دقیق طلب حدیث کے دور میں رہ چکے تھے، اور یہ کتاب امام ابو حنیفہؒ کے دور میں لکھی گئی تھی۔ دعوئی نے تھا کہ امام صاحب احادیث صحیحہ کے خلاف جاتے ہیں۔ اور یہ احادیث خود عیسیٰ بن ابان نے مدائن کی قیصر، ہارون بن کتب سے اسکا متاثر ہو کر اس نے طیار وقت سے کہا کہ وہ کتاب ہاشمی کے معیار اور پایہ استوار کے بارے میں اپنی رائے ظاہر کریں۔

خلیفہ ہارون کی تدوینی

اس کتاب پر بہت سے علماء نے اپنی رائے دی، ان علماء میں اسماعیل بن حماد بھی تھے، مگر ہارون

نے کوئی توجہ نہ کی، البتہ کی تخریر بھی اس سلسلہ میں مامون کی نظر سے گزری، لیکن اسے متاثر نہ کر سکی۔
 یحییٰ بن اکثم نے بھی اس کتاب کے سلسلہ میں تحقیق کی، لیکن مامون کے بیٹے وہ بھی توجہ طلب
 نہ ثابت ہوئی، البتہ اس کتاب کے رد میں سب سے زیادہ جاکتاب مامون کو پسند آئی وہ
 عیسیٰ بن ابان کی مذکورہ بالا کتاب تھی۔ اس کتاب کو اس نے ہاشمی کی کتاب پر فیصلہ کن قرار دیا۔
 ————— اس کتاب کا قضیہ کتاب ابن ابی العوام اور کتاب العیسیٰ میں تفصیل
 درج ہے۔

الحج المکبیر فی الرد علی قدیم الشافعی

عیسیٰ بن ابان کے اور بھی مصنفات ہیں، جن میں ایک ”الحج المکبیر فی الرد علی قدیم الشافعی“
 بھی ہے۔

یہ کتاب بھی اتنی اہم اور معرکہ آمیز ثابت ہوئی ہے کہ اس کے بعد امام شافعی عراق میں قیام نہ کر
 سکے، کیونکہ اب ان کے لیے ”قدیم“ کی منشاء و ترویج کا کوئی امکان باقی نہیں رہ گیا
 تھا۔

اس کے علاوہ عیسیٰ بن ابان نے ایک کتاب حدیث قبول کرنے کی مشروطہ کے سلسلہ میں
 مرسی اور شافعی کے رد میں بھی لکھی، ————— عیسیٰ بن ابان نے اپنی کتابوں میں وہی اصول بیان
 کئے، امام احمد سے جن کی تعلیم انھوں نے حاصل کی تھی! بنا پچھ اصول پر جو کتاب جو کچھ الزامی نے لکھی ہے، اس میں عیسیٰ بن ابان کی کتاب کے
 بکثرت حوالے موجود ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ عیسیٰ بن ابان علم فقہ کے پہاڑ تھے، جن کی ہندی اور غفلت کے سامنے
 سب ہرچکے نہ گئے۔

کتاب فی الرد علی

آستان قدس

علوم اسلامی و عربیہ چار
امام محمد بن الحسن
کے

احسانات

کمالِ علم

— تفسیر و حدیث اور فقہ و اصول پر وقت کے بہت سے ائمہ اور
مجتہدین نے قلم اٹھایا ہے، اور کوئی مشہور نہیں ان کا یہ علمی مزاج
ہر احمق اور گراں بہا ہے!

لیکن امام محمد نے ان موضوعات پر جو کچھ لکھا ہے، وہ سرسبز
چشم صاحب نظران کی حیثیت رکھتا ہے، انھوں نے ان علوم و فنون
پر ایسے مصنفات و موفقات اپنی یادگار جمی رکھے ہیں جو موافق و
مخالف ہر طبقہ اور ہر حلقہ میں متداول ہیں۔ اور جن سے کوئی بھی ایسا
نہیں جو استفادہ پر مجبور نہ ہو!

امام احمد بن حنبل کی رائے

امام محمدؒ کی کتابوں کے بارے میں

امام محمدؒ کو اپنے معاصرین میں، فقہ و اصول فقہ اور اس کے اسرار و غوامض میں غیر معمولی اقبالیہ حاصل تھا۔ وہ صرف ایک بلند پایہ عالم قرآن، ایک عالی مرتبت محدث اور ایک الامت فقیہ ہی نہ تھے، بلکہ اپنے وقت کے بہت بڑے مجتہد بھی تھے، وہ درجہ امتداد پر فائز تھے، اور ان کے مجتہدات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی جامع نظری اور دقیق نظر و اقصیٰ بے مثل اور بے نظیر تھی!

فقهی گروہ بندی

عام طور پر، فقہی تخریب کے لوگوں کو اپنے حلقہ کے علاوہ دوسرے حلقہ کے ائمہ اور مجتہدین سے ایک طرف کی کدھی ہوتی ہے۔ اور وہ ان کے کمال و فضل کے اعتراف میں بغل سے کام لیتے ہیں۔ گویا صورت امام محمدؒ کے ساتھ بھی یہی تھی، بعض اہل بدعت نے ان کے خلاف دستاویزیں جمع و وضع کرنے میں کوئی

ماتعل نہیں کیا۔ اور ایسی بے سرو پا باتیں دوسرے ائمہ اور مجتہدین کا مرتبہ اور پایہ بڑھانے کے سلسلہ میں کہیں اہل حق کو حقیقت اور واقعیت سے دور کا تعلق بھی نہ تھا۔ اور اہل خرافات و لغویات کیا چہرہ کشائی بھی، وقت کے تقادروں اور مؤرخوں نے کر دی، لیکن امام محمدؒ کی خصوصیت حاصل ہے کہ ان کے خلاف اثنا زیادہ نہیں کیا اور لکھا گیا ہے، مبتدیان کی تعریف و تحسین اور اعتراضات مندر کمال میں کیا اور لکھا گیا۔ دوسرے حفاظ میں یوں سمجھنا چاہیے کہ امام صاحب کے فضل و کمال وقت نظر اور وسعت علم، تحقیق و تدقیق اور محکمہ اجتہاد کا یہ عالم تھا کہ خود ان کے حلقہ کے لوگوں کے علاوہ فقہ اسلامی کے دوسرے مکاتب فکر کے ائمہ اور مجتہدین بھی جوش و خروش کے ساتھ ان کی خدمات میں خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

امام محمدؒ کے تفقہ کا اعتراف

امام شافعیؒ کی طرح امام محمدؒ کے شاگرد تھے۔ لیکن احمد بن حنبل صیبا امام ہمام جو فقہ سے قویادہ حدیث کا ماہر تھا، اور جو فقہ کو فطری طور پر بھی حدیث کا تابع دیکھنا چاہتا تھا، اور جس کی ساری عمر تحقیق و تدقیق حدیث ہی میں گزری ہے، امام محمدؒ کے تفقہ اور عظمت و جلالت کے اعتراف میں طب لسان نظر آتا ہے۔ اور نہایت شاندار الفاظ میں کلمات تحسین و ستائش ان کے لیے استعمال کرتا ہے۔

فیل میں ہم اسی طرح کی چند مثالیں پیش کرنے کی کوشش کریں گے۔

امام محمدؒ کی کتابوں کا استفادہ

خطیب کہتے ہیں کہ محمدؒ سے حلال نے بیان کیا کہ علی بن عمر دیکھتے تھے کہ علی بن محمد الصنفی نے انہیں بتایا کہ ہم سے ابو بکر القرامطی نے کہا، کہ مجھے ابو اسیم الحرلی نے بتایا، انہوں نے کہا کہ وہ میں نے ایک مرتبہ امام احمد بن حنبلؒ کو مسائل فقہ پر گفتگو کرتے دیکھا تو میری

جو کر پڑھا،

”یہ دو تین مسائل آپ نے میں سے حاصل کئے ہیں؟“

امام صاحب نے جواب دیا،

”امام محمد بن الحسن کی کتابوں سے ۱۰“

امام محمد بن ابی حریز

اس طرح علامہ عبدالحی کھنڈی نے مولانا امام محمد کی تعلیم کے مقدمہ میں انساب الصوفیہ سے امام محمد بن

حنبل کا یہ قول نقل کیا ہے۔

”جب کسی مسئلہ میں میں قول سے پٹے پٹے تھے کہ ان کی مخالفت میں گئی

قول امام محمد بن حنبل نہیں سنتے تھے۔ تو ان سے پوچھا،

”یہ اقوال کس کے ہیں؟“

وہ جواب دیتے،

”ابو حنیفہ، ابو یوسف اور محمد بن الحسن کے سب ان میں سے۔“

ابو حنیفہ قیاس میں اپنا جواب نہیں دیکھتے، ابو یوسف کی بصیرت سب پر

نافذ ہے، اور محمد سے زیادہ عربیت کا کوئی واقف اور مشائخا نہیں، ۱۰“

امام احمد بن حنبل کا فتاویٰ

جتنے مصنف اور صریح الشافعیہ امام احمد بن حنبل نے امام محمد کی وقت نظر تحقیق و تمحیر میں

اور عربیت پر عبور کامل کا اعتراف کیا ہے، وہ جہاں ان کی مالی طرفی کافرت ہے، وہاں اس حقیقت

کا بھی گواہ ہے کہ امام محمد کا علم کتنا گہرا اور کس درجہ کشش انگیز تھا کہ جو مفسد، وہ اس کی طرف کھینچ چلا آتا تھا

فقہ پر حدیث کو ترجیح دو

کتاب "صحف احمد بن حنبل" میں موسیٰ بن حزام الرضی کا قول ہے کہ:-
 "میں ابو سلیمان الجوزجانی کی خدمت میں اکثر امام احمد کی کتابیں پڑھنے
 اور ان سے استفادہ کرتے جایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ چل کے پاس راستہ میں
 امام احمد بن حنبل مل گئے، انہوں نے مجھ سے دریافت کیا،
 "کس جا رہے ہو؟"

میں نے جواب دیا:
 "جوسلیمان کی خدمت میں ہمارے ہاں ہیں
 احمد نے مجھ سے کہا،

"تم پر تعجب ہے۔۔۔ جو سلسلہ روایت تین واسطوں سے رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک جاتا ہے، اسے تو چھوڑ بیٹھے ہو اور جڑ جالی
 کے پاس جاتے ہو، جبکہ روایت تیس واسطوں کے ساتھ امام ابو حنیفہ تک جاتی
 ہے۔۔۔"

میں نے کہا،
 "تو ابو عبد اللہ! یہ کس طرح؟"
 امام صاحب نے فرمایا،

"نزدیک بن واردن واسطوں اس طرح روایت کرتے ہیں کہ ہم سے حمید
 نے، ان سے انس نے بیٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا۔۔۔
 اور جڑجانی کی روایت جاتی ہے کہ ہم سے محمد بن الحسن نے، انہوں نے یحییٰ
 سے روایت کی ہے کہ امام ابو حنیفہ کا قول ہے

موسمی بن حزم کہتے ہیں کہ یہ بات میرے دل میں بیٹھ گئی، میں نے نوکرا ایک
کشتی کو ایہ پر لی، اور یہی عمارت پہنچا اور یہ بن ہاروں سے سماعت کرتا

مقصود اصلی

امام احمد بن حنبل کے اس ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ حدیث پر توجہ کرو، جب اس میں غلطی ہو
ہو جائے، تب فقہ کی طرف توجہ دو، تاکہ اسے طے پرستی نہ ہو سکے

جو تہجانی کے نام ابن حنبل کا خط

ناصر بن مسلم الشافعی کہتے ہیں کہ
"میں بریلیاں جو تہجانی کے پاس بیٹھا تھا کہ امام احمد بن حنبل کا ایک خط آیا جس میں لکھا تھا کہ
"اگر آپ نے محمد بن حسن کی کتابوں سے روایت ترک کر دی ہے تو ہم آپ کی خدمت میں
حاضر ہو کر حدیث کی سماعت کریں!"
جو تہجانی نے اس واقعہ کی پشت پر یہ جواب لکھ دیا۔
"آپ کی تشریف آوری ہمارے لیے باعث عزت نہیں ہے، اور آپ کا تشریف دلانا ہمارے
لیے موجب ذلت نہیں، کافریسے پاس امام محمد کی کتابوں کا ایسے سے بڑا انبار ہوتا اور میں ان
سے روایت کرتا رہتا!"

الوحاشی کا جواب

اسی طرح جس زمانہ میں امام احمد بن حنبل بھی امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کی کتابوں سے
متفرق نہیں ہوئے تھے، ایک مرتبہ انہوں نے اسی طرح کی باتیں بھی بن صالح الوحاشی سے بھی کہیں

وراثی کا جواب جو زبانی سے بھی کہیں زیادہ مستند و مستحکم تھا۔

اضطرابِ روایت

اوپر جو روایتیں پیش کی گئیں ان میں ایک طرح کا اضطراب پایا جاتا ہے پہلی روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام احمد بن حنبل، امام غزالی کتابوں سے حدود جو متاثر اور اور ان کے بے حد متاثران اور قرائد و معترف تھے۔

دوسری روایت سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کوشش کرتے تھے کہ مستقیماً کو امام غزالی کتابوں کی سماعت سے روکیں اور علم سنیہ کا ذکر کر کے دوسرے فقہ سے روکیں، حالانکہ وہ بھی اسی طرح جانتے تھے کہ بغیر فقہ کے سماعت حدیث کچھ زیادہ سودمند نہیں۔

تیسری روایت سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ جو لوگ امام غزالی کتابوں سے روایت کیا کرتے تھے ان میں یہ کہہ کر روک دیں کہ ہم آپ سے سماعت حدیث کے لیے حاضر ہونا چاہتے ہیں اگر اُستاذ کو چھوڑ کر شاگرد سے علم حاصل کرنے کے اور دوسروں میں بشریکہ وہ اپنے استاد کی روایت کتاب سے بڑا سمجھتے — یہ کتنی عجیب بات ہے۔

تطبیقِ روایت

بظاہر ان تینوں روایتوں میں تطبیق دینا مشکل نظر آتا ہے، لیکن اصل بات یہ ہے کہ دوسری اور تیسری روایت اس زمانہ کی ہے جب امام احمد بن حنبل کا امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کے آثار و کتب سے اثر ختم ہو چکا تھا، جس کی تفصیل آگے آئے گی۔ اور پہلی روایت اس وقت کی ہے جب وہ فقہ حنفی کی کتابوں کا با محال نظر مطالعہ کر کے بخوبی ان سے بہت زیادہ متاثر تھے۔

لے و حنفی کا جواب یہ تھا۔ ابو حنیفہ کا کسی مسلک میں ایک قول سہمی دنیا سے زیادہ قطعاً دلائل ہے (مناقب احمد ابن ابی حنیفہ)

امامین حنبل ابو یوسف کے شاگرد تھے

واقعہ یہ ہے کہ امام احمد بن حنبل، امام ابو یوسفؒ کے شاگرد بھی تھے۔ اور کامل تین سال تک ان کے حلقہ میں بیٹھ چکے تھے۔ اور ان سے حدیث کی سماعت بھی کی تھی، اور ان کی روایت پر جنی تین قضا بھی تحریر فرمائے گئے۔ جیسا کہ حافظ ابن مسعودؒ اس نے شرح الیقوت وغیرہ میں لکھا ہے یہیں کے دوران قیام میں انھیں امام محمدؒ کی کتابوں کا موقع ملا اور ان کتابوں کے مطالعہ سے وہ امام صاحب کے علم و نظر سے اتنے متاثر ہوئے کہ باقاعدہ ان کے عقیدہ و فتووں میں شامل ہو گئے۔

فقہ متنبط سے اختلاف

اس کے بعد ایک دوسرے دور میں امام احمد بن حنبل داخل ہوئے اور فقہ متنبط کے سخت مخالف ہو گئے، یعنی صرف اس فقہ کے قائل ہو گئے جو قرآن و حدیث کے الفاظ سے ثابت ہوتی ہوں مگر جو فقہ متنبط جو قرآن اور حدیث سے اس سے بڑا ہو گئے۔ چنانچہ اس دور حیات میں صرف امام ابو حنیفہ یا امام محمدؒ ہی پر نہیں، بلکہ وہ امام مالکؒ، ثورنی، شافعی، ابو حنیفہ، اور ابو ثورؒ وغیرہ اکابر کے فتاویٰ پر نظروں نے جوڑائے زنی کی ہے۔ وہ ابن جوزی کی مناقب احمدیہ میں دیکھی جاسکتی ہے

افکار و خیالات میں انقلاب

امام احمد بن حنبل کے افکار و خیالات میں یہ انقلاب آہستہ آہستہ رونما ہوا اور پھر وہ ایسا وہ فقہ متنبط کے خلاف ہی ہوتے چلے گئے، چنانچہ ابن عبد البر نے "اشقاق" میں ان کا ایک واقعہ لکھا ہے، وہ خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

امام احمد بن حنبل کو جب یہ معلوم ہوا کہ ابو یوسفؒ اسحاق بن منصورؒ ان کے خراسان میں براہِ راست مسائل فقہ وائے میں ان سے روایت کر رہے ہیں، تو یہ بات انھیں بہت ناگوار گذری، اور انھوں نے

قسم کھائی کہ وہ اپنے تمام بیان کردہ مسائل سے رجوع کرتے ہیں، حالانکہ مسائل میں اسحاق بن منصور اور ابن داہود یہ ضعیفی کی کتاب فقہ ضعیفی کی آئے تاکہ کتابوں میں آئی جاتی ہے۔ فقہ ضعیفی کے مسائل سے متعلق اس سے زیادہ قابل اعتماد اور موثق کتاب کوئی دوسری نہیں ہے، چنانچہ امام ترمذی جہاں کہیں بھی امام احمد بن حنبل کے افکار، آراء سے بحث کرتے ہیں، ابن داہود کی سند مندرجہ دیتے ہیں۔

فقہی آراء سے رجوع

اہم ائمہ نے اپنے دیئے ہوئے فتوؤں اور فقہی آراء سے رجوع کر لیا تھا، اس کی بنیاد یہ نہیں تھی کہ وہ انھیں غلط سمجھتے تھے البتہ بعض وجوہ پر مبنی تھا۔ وہ غلطی دینے سے اس کی ہچکچاتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو، ان کا فتویٰ مزہ بن جائے اور لوگ روایت اور رائے کے پیچھے دوڑنے لگیں۔

یہ ہمیں تو ثابت یہاں کہ سچ سچ تھی کہ انھوں نے حدیث کا سلسلہ ہی منقطع کر دیا تھا۔ جیسا کہ اب طالب انکی پیڑھے نے ذکر کیا ہے۔

اگر وہ روایت کی پیروی برداشت کر سکتے تو پھر حدیث کا سلسلہ قطع نہ کرتے، اور اپنی وہ کتابیں نہ صورت دے جسکی جمع و تدوین میں انھوں نے اپنی عمر عزیز صرف کر دی تھی، مگر یہ اقدام اس لیے کیا کہ وہ ڈرتے تھے کہیں لوگ روایت ہی کو سب کچھ نہ سمجھ لیں۔

تدوین علوم کی برکت

ہر شخص کو معلوم ہے کہ جمع قرآن کا کام حضرت صدیق اکبرؓ کے عہد میں ہوا، کیونکہ انھوں نے اس کی ضرورت اور اہمیت محسوس کر لی تھی، اسی طرح حضرت عثمانؓ نے فیصلہ کیا کہ قرآن کریم ہر جگہ لکھا جائے اور اس کے نسخے مسند و سلیس میں بھی دیئے جائیں۔

صدر اول میں داویوں کی بڑی جماعت کتابت حدیث و تفسیر و فقہ کی سخت و شدید مخالفت تھی، روایت و کتابت پر اعتراض صدر اول میں تو کسی حد تک قابل فہم ہے، لیکن تیسری صدی ہجری میں اس اعتراض کی تجدید کا بل فہم ہے۔ کیونکہ اب کوئی کام پہلے شروع ہوتا ہے تو اس کی مخالفت سمجھ میں آ سکتی ہے، لیکن اس کام کو کئے ہوئے میں سو برس گزر چکے ہوں اور امت مذہب و علوم پر متفق ہو جائے، اور مہجور اس کی ضرورت کو تسلیم کر لیں اور اس پر عمل درآمد بھی شروع ہو جائے پھر اس کی مخالفت سمجھ سے بالاتر ہے۔

اور کون اس بات کا تصور کر سکتا ہے کہ اگر قرآن کو باقاعدہ مرقبہ اسکی کتابت ذکرائی جاتی اور پھر یہ لکھے ہوئے نسخے دیار اسلام میں نہ بھیجے جاتے اور صحابہ کرام کی نگرانی اور زندگی ہی میں یہ کاریم انجام نہ پاتا اور قرآن معروپن، اس کام میں باقائدہ بندے اور حدیث و علوم حدیث کی تدوین و پہلی پہلی قواعد و اصول کی تائیس عمل میں نہ آئی ہوتی مکتب فقہ تالیف کی حائقیں، مہملہ علوم شریعہ و ادبیہ فقہ تالیف و تدوین میں نہ آگئے ہوتے تو کیا ہوتا؟

آج مسلمان کہاں ہوتے؟

یہ معارف قرآنی، یہ معارف حدیث، یہ معارف فقہ، یہ معارف علوم مشرق و جو آج مدون اور مشرف منضبط صورت میں نظر آ رہے ہیں، اگر صرف لوح و خط پر مرقم رہتے تو کیا اپنی اصلی حالت پر قائم رہ سکتے تھے، کیا ان میں ترمیم ہو سکتی تھی؟

کیا ان کی ترائیں پھوٹ سکتی تھیں؟

کیا ان کے سر و حکم معترضین بیان میں آ سکتے تھے؟

جمہور امت کا مسلک

امام شہدین جنس نے اس مسئلہ میں وہ اصول اختیار کیا، جو علماء کا اصول نہیں تھا، وہ دائرہ روایت اور فقہاء حدیث میں مسٹریت سے مخالف تھے، وہ اس راہ کے سالک تو تھے، لیکن اسوہ اور فقہاء تھے

کے بچے بنارہے تھے، وہ ایک نوزد بننے سے گزر کر رہے تھے۔

لیکن جمہور راستہ انہا کی دھڑے پر چل سکی، نہ ان کے اُسوہ پر!

کتنی عجیب بات ہے۔ جمہور راستہ نے اس باب میں تو امام صاحب کو اُسوہ اور قدوہ نہیں بنایا۔
 — میں میں وہ اُسوہ اور قدوہ بننے پر تیار تھے، اور اس بات میں انہیں اُسوہ اور قدوہ مان لیا میں
 سے وہ فخر و درجہ چاہتے تھے، اور ان کی زندگی میں ان کی وفات کے بعد جبکہ ان کے عالم اہل میں نے
 سے بھی پہلے اسی کو امت مسلمہ و اعجب سمجھتی رہی، اسی پر عامل رہی اور آج بھی اسی پر عمل درآمد جاری
 ہے۔!

حدیث و فقہ قید و بند میں

امام احمد بن حنبل کے احوال و سوانح پر اگر ایک غائر نظر ڈال جائے اور ان کا تحقیق و تحقیق کے ساتھ
 مطالعہ کیا جائے تو یہ امر واضح ہو جائے گا کہ شروع میں وہ حدیث ہی لکھ لیتے تھے اور فقہ کو بھی
 قید و بند میں لے آتے تھے۔ وہ دور تھا جب وہ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب امام ابو یوسف اور
 امام محمد وغیرہ سے بے انتہا متاثر تھے۔ اور ان کی تعریف و تحسین میں تر زبان رہتے تھے۔

پھر بعد میں ان کے حکماء و آراء میں انقلاب پیدا ہوا، اور رفتہ رفتہ انقلاب ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گرتا چلا
 گیا۔ آخر دور حیات میں پھر ان کی رائے نے دوسرا رخ اختیار کیا، اور ایک مرتبہ پھر وہ امام ابو حنیفہ
 اور ان کے اصحاب کے بارے میں تقریباً ویسی ہی رائے ظاہر کرنے لگے جیسی شروع شروع میں ظاہر کیا
 کرتے تھے۔ محمد بن حنفیہ پر تشکیل ہوئی تھی مگر اب وہ لکھ رہے تھے جو ائمہ حنفیہ میں سے ہیں اپنی کتاب
 اصول الدین میں ذکر کیا ہے اور علامہ سلیمان بن عبد القوی الطوفانی صنفی نے بھی اپنی کتاب
 شرح مختصر المراد فیہ میں نقل کیا ہے۔

شرح مختصر المراد فیہ حنفی کتابوں میں بڑی اہم اور معرکہ کی کتاب مانی جاتی ہے۔ دوسری بہت
 سی کتابوں کی طرح یہ بھی غایب ہے اور کہیں نہیں ملتی، لیکن دمشق کے کتب خانہ ظاہریہ میں اس کا

ایک نئی منزل ہو رہی ہے۔

”شرح مختصر حدود“ حوالہ کے مسلک اور فقہ حنبلی کے اصولوں پر مشتمل ہے، مگر اپنے موضوع پر سب سے زیادہ قابل اہم کتاب مانی جاتی ہے۔

اصل بات

اصل بات تو وہ تھی جو تحقیق و تحقیق کے بعد ہم نے مصنفات گزشتہ میں بیان کی ہے، باقی درجہ ہاتھ جو ائمہ کے بارے میں اوصاف کے باہمی اختلافات کے بارے میں بیان کی جاتی ہیں، وہ اس قابل نہیں ہیں کہ ان پر باہل نظر یقین کر لیا جائے۔

یہ ائمہ فقہ، جنہوں نے فقہ کے مختلف مکاتب فکر قائم کئے، جنہوں نے اپنی عمر عزیز صرف کوکے اس فن کی تدوین کی، اور اس تدوین میں خون پانی ایک کیا، جنہوں نے ساری دنیا سے کٹ کر، سادے عارفی سے مت موڑا، اہمہ طرف سے یکسو ہو کر، اس دینی خدمت کو ایک فریضہ سمجھ کر انجام دیا، جنہوں نے ایک ایک حدیث، ایک ایک مسئلہ اور ایک ایک قول کی تحقیق و تصدیق کے لیے سینکڑوں ہزاروں میل کا سفر برداشت کیا، ہر طرح کی راحتیں اٹھائیں، مصونہوں کا مقابلہ کیا، مشکلات سے دو چار ہوئے، تب کہیں جا کر کوئی رائے قائم کی، اور اس پر جم گئے۔

دینی خدمت اور فریضہ

جن لوگوں نے دینی خدمت اور دینی فریضہ سمجھ کر یہ کام کئے، ان کے بارے میں اہل اہوائے باہمی مخالفت، اختلاف اور طعن و تہمت کی جو داستانیں گھڑ رکھی ہیں، اور جن سے بعض دفعہ تو اس علماء دینی اتنے متاثر نظر آتے ہیں کہ بے تحلف اور بلا تحقیق مزید انہیں اپنی کتابوں میں نقل کر لیتے ہیں، وہ ایسی نہیں ہیں کہ ان پر ایمان لے آیا جائے، ان پر غور کرنے اور اس سے کامل تحقیق و تحقیق کے بعد اس کے بارے میں کسی فیصلہ اور نتیجہ تک پہنچنے کی ضرورت ہے۔ جب تک احتیاط

منہ بھری جائے گی۔ اس وقت تک غلط بیانیوں کے طرار کا علم ہوتے رہیں گے اور اکابر امت کے بارے میں غلط فہمیاں کا سلسلہ جاری رہے گا!

10

سید علی حسینی

اعتقادی مسائل میں نزاع و اختلاف

فکر صائب، فکر تہر اور تعمیل

کی مثال

سلف صالح کی پیروی

_____ ”بعض اعتقادی مسائل ہمیشہ سے تقنازعہ فیہ رہے ہیں

اور اختلافات اتنا بڑھا ہے کہ نوبت کشت و خون اور جنگ و جدال
 تک آگئی ہے۔ بحکینہ کے حوہوں کے سوا، شمشیر و خنجر اور تیغ و دسلاں
 کا استعمال بھی بے محابا کیا گیا۔

ہن مسائل پر امام غزالی نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے، ان میں
 نہ کوئی تنہی ہے، نہ جوش، نہ سادگی اور صفائی کے ساتھ اس مسئلہ
 کی طرف اشارہ کر دیا ہے، جو سلف صالح کا تھا!

چند متنازعہ فیہ اعتقادی مسائل اور ان مسائل کے متعلق اہم شیعہ رائے

حافظ ابو القاسم محبت اللہ بن الحسن المدظلّی نے شرح السنہ میں خلق قرآن کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

خلق قرآن کا مسئلہ

اسماعیل بن الحسن البخاری حمزہ کے زاہدوں میں شمار ہوتے تھے، روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابو حمزہ سل بن عثمان، بن سعید سے، انھوں نے احمد بن خالد سے، انھوں نے عبد اللہ بن ابی حنبل سے، انھوں نے ابو عبدہ محمد بن معاذ الدوری سے، انھوں نے ابو یسحاق ابو زہبانی سے سنا کہ میں نے امام محمد کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص قرآن کے مخلوق ہوئے گا مائیک ہے، اس کے چھپے نماز پڑھو۔

اس ارشاد کا مطلب یہ ہوا کہ نفس قرآن کا جہاں تک تعلق ہے، وہ تو غیر مخلوق ہے، یعنی حادث نہیں ہے، لیکن

- کاتب کی کتابت
- تلاوت کو سنے والے کی تلاوت
- حافظ کے ذہن میں گزرنے والے صویر ذہنیہ

یہی کام حادث یعنی فانی ہوتا محسوس اور مشاہد ہے۔

محسوسات کا انکار

جو شخص میں چیزوں کو حادث نہیں مانتا، وہ محسوسات کا انکار کرتا ہے اور یہ مسیحات پر محبکود کرتا ہے اور وہ میں لوگوں کے مانند ہے جو الفاظ قرآنی کو مخلوق کہنے والے پر کفر کا فتویٰ دیتے ہیں۔ کیونکہ الفاظ اور جس شخص کے من سے الفاظ نکلتے ہیں، وہ تو ان کے دونوں فانی اور حادث ہیں۔ بعض لوگوں نے اس مسئلہ میں بہت زیادہ غلو سے کام لیا اور میں تمہیں انہوں کے ساتھ کھینچنا چاہتا ہوں کہ ان الہی حاتم اور بنو مسندہ جیسے لوگ بھی اس فہرست میں شامل ہیں۔

کاش غلو سے اس مسئلہ کو اتنا نازک اور پیچیدہ نہ بنا دیا جوتا جس کے باعث امن میں تفرقہ

نے خلق قرآن، یعنی قرآن کریم کے خلق اور غیر مخلوق ہونے کا مسئلہ ایک زمانہ میں کفر و مسیحات کا مسئلہ بن گیا تھا، پھر جب یمنی ائمہ الرشیدیہ نے اس مسئلہ میں غلی ہوئے، اور وہ بار خلافت کی طرف سے علماء اور متضاد ہو کر رہ گیا کہ وہ یمنی کی مرضی کے مطابق قرآن کے خلق یعنی حادث ہونے کا فتویٰ دیں اور پھر عوام کو بھی یہ کہایا گیا کہ وہ اس عقیدہ کو تسلیم کر لیں۔

• وقتاً بوقتاً نازک تھا اور علماء کی بہت بڑی تعداد اقتدار اور حاکم سلطانی کے سامنے سرنگوں ہو گئی اور اس نے طبلہ کے حسب مرضی فتویٰ دینا شروع کر دیئے۔ یمنی میں مسئلہ اتنا مشککہ تھا کہ اس نے عرب علماء (واقعی حاشیہ پر صراحت آگئی)

پڑا اور ایسے حالات پیدا ہو گئے جنہوں نے مسلمانوں میں اور ان کی مسرت و شگرت میں بالآخر مصیبت و
انتحاط کی صورت پیدا کر دی۔

خدا کا سب سے دینا پڑ نزل

لعل لکائی کی روایت ہے کہ

ہم سے محمد بن سلیمان اور وہ ابو علی الحسن بن یوسف ابن یعقوب سے، وہ ابو محمد محمد بن علی
بن زید محمد دانی سے، وہ ابو عبد اللہ محمد بن عمرو الطحاوی سے اور عمرو بن وہب سے روایت کرتے
ہیں کہ:-

ان کے سامنے حضورؐ کے ستر کو چھوئے، اس کی وحی کے آگے نہ تسلیم کر سکتے تھے، چھوٹا کیا، حضرت ابو جہز اور
ابو جہز مصائب میں مبتلا کیا۔

لیکن جو لوگ حق کے پیچھے مسند پر بیٹے ہیں، وہ عرب شاہی سے غافل ہوئے، وہ عطا کے کوڑوں سے ڈبے
نہ چھینے ہوئے کہ ان کے حرم و ثلثات میں نزل پیدا کر سکی، فریجین و انیس کا بھیا تک تغیر و عی کی رائے میں
تبدیلی کر سکا۔

ان ہی اصحاب و راہبوں میں امام احمدی منسلک ہیں۔

اس صاحب نے اماموں کی وحی کے خلاف فریاد کیا کہ قرآن غیر مخلوق ہے، کچھ دوستوں اور براہوں نے انہیں
مہر دیا کہ غار میں رہیں، لیکن انہوں نے اتنے اہم مسئلہ میں حاجت گوارا نہ کی، فریاد کیا اور اس پر قائم رہے
سید امام حسینؑ کس طرح یہ برداشت کر سکتا تھا، حقیقت یہ کہ اس نے امام صاحب کو اپنے دور میں حبس کیا
اور پھر جلاوطن کر دیا، کوڑے لگائے، وہ کوڑے کھاتے جاتے اور اپنا فریاد دہراتے جاتے تھے، کئی دن کے مسلسل جلا
وطنی کے بعد انہوں نے انہیں غنڈہ خاں کر دیا، پھر اس کی راجت کے بعد مستقیم امام صاحبؑ کی خلافت پر چلے گئے
قرآن نے کہہ دیا کہ یہ صاحب نہیں، یہ مشرک و کافر ہے، یہاں کر دیا اور اسے ملک سے ہٹا دیا۔ (وہ نہیں ابو جہز)

شہداء ہی حکیم نام محمد بن احمد سے روایت کیا کہ روایت کرتے تھے میں نے آیا
 ہے کذا سنا ہے ذرا لگتا ہے کہ اس طرح کی روایتیں صحیح ہیں۔
 ام محمد نے فرمایا:۔

ان صحیحین کو محدثین نے روایت کیا ہے ہم بھی میں نے روایت
 کرتے ہیں۔ اور ان پر ایمان رکھتے ہیں۔ لیکن ان کی تفسیر نہیں کرتے۔

صفات النبی پر ایمان

محدث کائناتی روایت یہ بھی ہے کہ

ہم سے ابو حنیفہ محمد بن حنفیہ نے "ان سے محمد بن احمد بن مسلم نے" ان سے ابو اسلم بن عثمان بن سعید
 بن حکیم "اسی نے روایت کی کہ میں نے ابو اسحاق ابراہیم بن احمد کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ محمد سے ابو سلیمان بن داؤد
 بن موطا نے بیان کیا کہ میں نے ابو سعید الدہلی بن ابی حنیفہ الدہلی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ

"میں نے ام محمد بن احمد سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ شرق و غرب
 کے تمام فقہاء اس پر متفق ہیں کہ قرآن پر اور ان اہل بیت پر جو اوقات سے
 روای ہیں، ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رب عروجل کی صفت
 بیان فرمائی ہے۔ ایمان رکھتے ہیں لیکن ان کی تفسیر نہیں کرتے۔ ان کا وصف
 بیان کرتے ہیں۔ ان کے بیان کے سلسلے میں تشبیہ سے کام لیتے ہیں۔ جو شخص
 ان میں چیزوں کی تفسیر بیان کرے کہ قرآن اس طرح سے دو گراں کرنا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا، اور جامعیت میں تفرقہ پیدا کرنا ہے۔ کہ کیا حضرت
 مسلم کی پیروی میں فقہاء شرق و غرب نے ان الفاظ کا وصف بیان کیا، تفسیر
 کرنے کی سعی کی، روایت ہو کہ کتب الہیہ اور سنت نبوی میں ہے اس کے مطابق جو
 ہے وہ دیا۔ اس کے بعد سکوت اختیار کر لیا، پس جو شخص ہم کے قول کی پیروی

کر رہے اور خارج از مہمت ہے۔

مخالفانہ اقوال کی تردید

امام محمد کی ان تصریحات سے ان حضرات کے اقوال کی اپنی طرح تردید لگائی ہے، جو بعض مسند اور تحقیق کے یہ دعویٰ کرتے رہتے ہیں بلکہ الزام لگاتے ہیں تو انہیں علماء احناف :-

• خلق قرآن کے قائل ہیں۔

• جہم کی رائے پر قائل ہیں۔

• اصحاب رائے ہیں۔

حالانکہ یہ الزام سراسر غلط ہے، ائمہ و علماء احناف کا مسلک یہ تھا کہ صفات الہی میں غر، بغض نہیں کرنا چاہیے۔ اس مسئلہ پر لب کشائی کرنی چاہیے۔ اور سلف صالح کا بھی یہی مسلک ہے اور محمد زید بحث تک اسی پر عمل درآمد جاری رہا، البتہ بعض اصحاب نے بعض تشبیہ کے لیے اور تاویل کی ضرورت محسوس کر کے حسب ضرورت ضرور لب کشائی کی۔

میرا مذہب ہے اسی ہے جو خلقائے راشدین کا تھا

جیسری کہتے ہیں کہ ہم سے عبد اللہ بن محمد نے، ان سے مکرم نے، ان سے مسروق بن محمد نے، ان سے ابو عبد اللہ بن ابراہیم بن محمد نے، ان سے شعیب بن ایوب نے، ان سے حسن بن زیاد نے کہا کہ میں امام محمد بن ابی ہریرہ بن زیاد کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرا امام ابو حنیفہ کا اور امام ابو یوسف کا مذہب وہی ہے جو ابو بکر کا تھا، عمر کا تھا، عثمان کا تھا، علی کا تھا۔ (یعنی اللہ عنہم)

مذہب جہم، یعنی جہم بن صفوان، معتزلہ جو تشبیہ اور تجسیم کا قائل تھا۔

اور کوئی مشبہ نہیں جو اس راستہ سے دو گراں ہر کتاب ہے، وہ سنت رسولؐ کے راستے سے اٹھا
 ہی دے رہے تھیں زمین آسمان سے !

امام محمدؒ کا عقیدہ

یہ امر واقعہ ہے کہ امام محمدؒ اور ان کا سارا اہل کتاب و فکر جس عقیدے پر تھی سے عامل تھا، وہ سلف
 صالح کا عقیدہ تھا، اور اس سے سرسبز انحراف کرنا ان کے نزدیک معصیت تھا۔
 امام محمدؒ نے اگرچہ فقہ و اصول فقہ میں بڑی بڑی کامیابی اور شرف نگاہی سے کام لیا ہے، لیکن
 ایک بڑی خاموشی کی طرح وہ بڑی سختی سے سلف صالح کے راستہ پر گامزن تھے، اور اس سے ہلنا
 براہِ سبیل نہ جتھتے تھے، اس لیے لوگوں سے کسی طرح کی مداخلت کرتے تھے جو ایسے مسائل میں اپنی رائے سے
 کام لیتے ہیں۔ اور سنت رسولؐ کے برعکس صفاتِ الہی کے بیان میں اپنی عقل کو تڑپا دیتے
 ہیں اور اس پر ذرا غور نہیں کرتے کہ ان کا یہ مسلک آنحضرتؐ کے بتائے ہوئے، اور بتائے ہوئے
 انہر سکھائے ہوئے راستہ سے قطعاً مختلف بلکہ مخالف ہے۔ زندگی کی آخری سانس
 تک وہ پروردگارِ صداقت اور ثبات، عزیم کے ساتھ اس مسلک پر عامل اور اس عقیدہ کے کامل سچا

— — — — —

اعترافِ فضل و کمال
ہم عہد حریفوں اور حلیفوں کی طرف سے

خصوصیت

— "اکابر و اعظم کی ذات نکتہ چینی سے محفوظ نہیں ہوتی، ان کے افکار و خیالات پر بھی سختی سے نکتہ چینی کی جاتی رہی ہے، امام محمد کی ذات اور ان کے افکار و خیالات کو بھی نکتہ چینی سے متشقی نہیں کیا گیا۔

لیکن امام محمد کو ایک خصوصیت خاصہ یہ حاصل ہے کہ ان کے ہم عصر جرنیوں اور حلیفوں نے ان کی شمار و صفت کے اعتراف و قرار میں بخل اور جامل سے کام نہیں لیا۔

امام محمد کی ثنا و صفت

وقت کے صحابہ علم و فضل و کمال کی زبان سے

عام علم بھر العلوم تھے، کو فضل و کمال تھے، وہ علوم گو ناگوں کے ماہر تھے، ان کے صفات حسنات اور فضائل و کمالات تھیں دستاویز سے بے نیاز اور اعتراف اقرار سے ماورائے تھے، وہ جملہ علوم اس کے میں عام طور پر اور فقہ و اصول میں خاص طور پر مرتبہ اجتہاد پر فائز تھے، انھوں نے اپنی ذکاوت و ذہانت سے خود بھی پورا فائدہ اٹھایا، اور اپنی جہت کلام میں بھی جو اہر عالی سے بھر دیا، امام محمد کا علم ایک بحر و خزانہ تھا جس سے سیراب ہونے والوں کی تعداد ہر شمار سے خارج ہے، بطریق و شوق کی منزل پر پہنچنے کے بعد زندگی کی ساری سائنس تک وہ مرفوعہ بن کی خدمت کرتے رہے، زبان سے بھی قسم سے بھی انوری سے بھی، اور اس خدمت کا اجر خدا کے صواب انھوں نے کسی اور سے نہیں چاہا۔

دوسرے مکاتب فکر کا اعتراف

جو ممبر کہہ کر لگتا ہیں، امام محمدؒ نے تصنیف فرمائی ہیں، وہ حدیث، فقہ، اور اصول پر مشتمل ہیں۔ ان کتابوں سے صرف امام ابو حنیفہؒ کے مسلک پر چلنے والوں نے ہی فائدہ نہیں اٹھایا، بلکہ دوسرے مکاتب فکر کے اصحاب و اکابر نے بھی ان کا مطالعہ کیا، اور ان سے پورا پورا فائدہ اٹھایا، اور اس کے اعتراف میں بھی ناقل اور بھل سے کام نہیں لیا۔

علمی حلقہ میں بدقسمتی سے ایک بات بہت زیادہ عام ہے، یعنی عالم، عالم کی تعریف کرتے ہوئے اس کے فضل و کمال کا اعتراف کرتے ہوئے، اس کے علم و فکر کی داد دیتے ہوئے، ایک قسم کی جھجک محسوس کرتا ہے۔ لیکن کچھ عبقری ایسے ہوتے ہیں جو اپنے فضل و کمال کے اعتراف پر دوسروں کو مجبور کر دیتے ہیں۔ امام محمدؒ بھی انہی اکابر میں تھے جنہوں نے اس علم کے حلقہ میں اپنے فضل و کمال کی بنیاد پر خراج تحسین و عقیدت حاصل کیا۔

ان میں ہم اس طرح کی چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔

ہاک کی زبان سے محمدؐ کی تعریف

ابن ابی العوام الحافظ یسند بیان کرتے ہیں کہ:

”ایک مرتبہ ہاک بن انس کی خدمت میں اصحاب حدیث حاضر تھے، انہوں نے فرمایا کہ:

”مشرق کی طرف سے ہمارے پاس کوئی ایسا شخص نہیں آیا جو ایسی

ذہنی و دینی صلاحیتیں رکھتا ہو جیسی وہاں رکھتا ہے۔“ اس پر

سے عربی زبان میں عبقری ”اس شخص کو کہتے ہیں، جسے انگریزی میں جینیئس“ کہتے ہیں اور جو کہ وہ میں بھی چڑا ہے۔

میں امام محمد بن الحسن بھی تشریف دے رہے تھے، میری نظریں ان پر جمی ہوئی تھیں اور امام مالک انہی کی طرف اشارہ کر رہے تھے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ امام مالک کے پاس آنے والوں میں ابن المبارک، وکیع اور عبدالرحمن بن حماد بھی اہل علم اور اہل حق تھے، لیکن امام مالک نے ان سب پر بھی کیڑا کاٹ ڈالتا تھا کہ وہ اس وقت کو ترجیح دی، وہ امام محمد تھے۔

امام شافعی کا اعتراف

ابن ابی العوام کی روایت ہے کہ: ”ایک مرتبہ امام شافعی نے فرمایا میں نے کتاب اللہ کا عالم امام محمد سے زیادہ کسی کو نہیں پایا۔ ایسا مسلم جتنا ہے جیسے یہ کتاب انہی پر نازل ہوئی ہے۔“

امام شافعی کا ایک اور قول

امام شافعی ہی کا یہ قول بھی ہے کہ:-

”میرے لئے کوئی شخص امام محمد جیسا نہیں دیکھا، جب وہ قرآن کریم کے معارف و حقائق پر گفتگو کرتے تھے تو ایسا مسلم ہوتا تھا جیسے قرآن نازل ہوا ہے۔ میں نے ان سے جو معلومات اکٹھا کئے اور انہیں منبہ تحریر میں لایا، وہ ایک بارشتر سے زیادہ ہیں۔“

شتر سے میری مراد بخوبی تراوٹ ہے جو دوسرے لوگوں کے مقابلے میں بہت زیادہ جو صبر اٹھانے کی طاقت رکھتا ہے۔

ایک روایت میں یہ ہے کہ فرنی سے ایک آدمی نے سلسلہ گفتگو میں کہا۔

”محمد کا قول یہ ہے!“

انہوں نے پوچھا

”محمد کن؟“

اس نے جواب دیا،

امام محمد بن الحسنؑ!

یہ سن کر فرمایا،

”ارجا رجا، — خدا اس شخص پر اپنی رحمت نازل کرے جس نے کان کو سماعت سے اور

قلب کو فہم سے محروم کر دیا۔“

پھر فرمایا

”جہنتے ہو یہ کس کا قول ہے؟ — میں نے امیر جو الفاظ امام محمدؑ کے بارے میں کہے وہ

میرے نہیں“ امام شافعیؒ کے یہی۔

یحمیری سند صحیح کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ امام شافعیؒ فرمایا کرتے تھے،

”میں نے علل و حرام، اور عقل، اور نسخ و منسوخ کا عالم امام محمدؑ سے زیادہ کسی کو نہیں پایا۔“

امام محمدؑ کے استاذ تھے

امام شافعیؒ کا یہ قول بھی ہے،

”میں اعتراف کرتا ہوں کہ میرے استاذ کامل امام مالکؒ تھے“ اور ان کے بعد جسے اپنا استاذ

منانہوں، وہ امام محمد بن الحسنؑ الشیبانیؒ کی ذات گرامی ہے۔

امام محمدؑ کے بڑے فقیر تھے

امام محمدؑ کے بارے میں امام شافعیؒ کے بہت سے اقوال ہیں، بخدا ان کے ایک یہ ہے کہ:-

”اگر وہ فقہاء کے بارے میں اختلاف سے کام میں، تو وہ یہ ملتے پر مجبور

ہوں گے کہ انہوں نے امام محمدؑ کا عالم ہے جتنا کسی اور کو نہیں پایا اس میں

بہت سے فقہیوں کی مجلس میں بیٹھا، لیکن میں نے امام محمد سے بڑا فقیر
 کسی کو نہیں پایا۔ وہ سائل فقیر کا بیان بڑے اثر و بکھر افلاذ میں کہتے تھے
 اور مسباب پر اس طرح روپوشی ڈالتے تھے کہ وہ میرے اکابر اس طرح
 بیان کہنے سے عاجز اور دراندہ تھے !

میں نے امام محمد کو بہت کچھ حاصل کیا

امام شافعی امام محمد کی ثنا و صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے۔
 ”میں نے امام محمد سے جو کچھ حاصل کیا، وہ ایک بارشتر سے زیادہ ہے اور
 وقت میں اقام لوگ اہل حراق کے عیال ہیں اور اہل عراق اہل کوڈ کے
 عیال ہیں اور اہل کوڈ سب کے سب امام ابو حنیفہ کے عیال ہیں۔“

مزنی کا استدلال

مزنی اصحاب محمد کی ثنا و صفت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں :-
 ”یہ وہ لوگ تھے کہ خدا کی قسم جب وہیں تکلم کو بارائے سن دیتے تھے
 تو کانوں کو سمرو کر دیتے تھے۔ اور جب فقہ و اصول پر گفتگو کرتے تھے تو
 وہ درد از سے فہم و ذکا کے فقیرانہ کھول دیتے تھے، جی ٹنگ کی رسائی
 دیتی!“

یہ کہہ کر مزنی نے اپنے اصحاب کی طرف دیکھا اور کہا،
 ”خدا کی قسم میں نے جو کچھ کہا ہے، یہ امام شافعی کے افلاذ میں جو میرے
 خوب چاہنے والے تھے اور ان کی زبان سے سننے میں، بلکہ وہ تو اس سے بھی بڑا

الفاظ میں یہ خیالات ظاہر فرمایا کرتے تھے۔ ۱۔

امام محمدؒ کی فصاحت و بلاغت

امام شافعی کا قول ہے:-

”میں نے امام محمد بن الحسبی سے زیادہ فصیح و بلیغ کوئی اور شخص نہیں دیکھا۔“

امام شافعی ہی کا یہ قول صحیح ہے کہ:-

”میرے صاحب صحیح کسی امام فقہ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا تو ہمیں کیا کہ جواب دیتے وقت اس کا رنگ رخ بدل گیا۔ سر امام محمدؒ کے۔“

خطیب کی روایت

خطیب سند صحیح کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ:-

”امام شافعیؒ نے فرمایا، میں اگر چاہوں تو کہہ سکتا ہوں کہ قرآن امام محمدؒ کے تحت ہے اور اسے یعنی ائمہ نے فصاحت و بلاغت۔ ۱۔“

امام محمدؒ کی دانش و بینش

امام شافعیؒ فرماتے ہیں:-

میرے کوئی مرثیہ کا وہ آدمی روحانی اعتبار سے آنا سبک بار نہیں دیکھا جتنے امام محمدؒ تھے، مطلق سے زیادہ فصیح و بلیغ کسی اور شخص کو پایا۔ اور مانجے زیادہ جلیل القدر اور دانا کوئی اور شخص دکھائی دیا۔

جیسے قرآن امام محمدؒ پر تزلزل ہوا ہے

امام شافعیؒ کا قول ہے کہ :-

”امام محمد بن الحسنؒ شیبانیؒ کی وجہ کوئی مسئلہ بیان کرتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے قرآن نازل ہو رہا ہے۔ نہ کوئی حرف مقدم ہوتا تھا نہ موخر“

فقہیہ تراجم محمد بن

ایک مرتبہ ایک آدمی نے امام شافعیؒ سے کہا،

”فقیہا آپ کی مخالفت کرتے ہیں“

امام شافعیؒ نے پوچھا،

”کیا تو نے کسی فقیہ کو کسی دیکھا بھی ہے؟“ — فقیہ تو محمد بن الحسنؒ میں اگر تو انہیں دیکھے

تو انہوں کو گالے گا کہ وہ جب معروف و معلوم ہوتے ہیں تو آنکھ اور دل کہ دور سے سمجھ کر دیتے ہیں میں نے دیکھا ہے کہ محمد بن الحسنؒ سے زیادہ کسی شخص کو ذکی اور فہیم نہیں پایا۔“

میں فقہ میں امام محمدؒ کا زیرِ بار احسان ہوں

امام محمدؒ کے بارے میں امام شافعیؒ کا یہ قول بھی ہے کہ :

”علم فقہ میں اگر میں کسی کا زیرِ بار احسان ہوں تو امام محمد بن الحسنؒ شیبانیؒ کا“

حسن کلام امام محمدؒ کا حصہ تھا

نوی نے ”التہذیب“ میں ”اور ذہبی نے اپنی کتاب میں امام شافعیؒ کے اس طرح کے

جست سے اقوال نقل کئے ہیں :-

”میں نے اپنی کتاب میں روایت کی ہے کہ ابن کاظم شافعی کا بیان ہے کہ مجھ سے
حماد بن سفیان نے، اور انھوں نے دبیح سے روایت کی کہ :-

”امام شافعی فرمایا کرتے تھے کہ میں نے عقل و دکان کے اعتبار سے فقہ و
اصول کے لحاظ سے زہد و تقشف کے نقطہ نظر سے، اور عبادت کی
نقد سے، حسن کلام اور خوبیِ کلم اور بحث و گفتگو کے اعتبار سے امام محمدؒ
سے بہتر اور برتر کسی کو نہیں پایا۔“

مناقب شافعی کا ایک ٹکڑ

مناقب انکروی میں امام شافعیؒ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا :-
”اللہ تعالیٰ نے مجھے دو آدمیوں کا زیر بار احسان کیا ہے، حدیث
میں ابن عباسؓ کا، اور فقہ میں امام محمدؒ کا۔“

جبار زیبِ خوش لباس

امام محمدؒ سے اپنی ملاقات، اور ان کے دیدار اور اپنے کافرات اور واردات کا ذکر امام شافعیؒ
نے بڑے اثر انگیز اور دل میں اتر جانے والے الفاظ میں کیا ہے، وہ فرماتے ہیں :-
”میں پہلے جب میں امام محمدؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ اپنے
حجرہ میں نشست فرماتے، اور لوگ انھیں گھیرے ہوئے بیٹھے تھے، میں نے
ان کے چہرہ کی طرف نظر ڈالی تو یہاں سے کیا عجیب سے راستہ نکلا
وہاں تک کہ میں ان کے چہرے کی برائی اور زیبائی اچھا جواب نہیں دیتی،
پھر میری نظر پیشانی پر گئی، وہاں سے کلام ہوا، جیسے ہاتھی دانت کی ایک

خوشنما تھی ہے، پھر میں نے ان کے لباس کو دیکھا، تو میرے زیادہ
جامد زیب اور طوفان لباس انہیں کو پایا۔

تواغی مسائل پر سوال

میں نے ان کے بعض مسائل کے بارے میں، جو اخلاقی اور زہنی
تھے، سوال کیا، میرا خیال تھا ان مسائل کے جواب میں ان کی کمزوری برقرار
گرفت میں آجائے گی۔ یا ان کی زبان سے ایسے الفاظ نکلیں گے جن
کے منہم فکر و نظر بہاں ہوں گے، لیکن میں نے دیکھا کہ وہ مسائل معتد
معتقد کے حلقہ سے اس خوبی و صفائی اور تیزی کے ساتھ نکل گئے کہ جیسے
کمان سے تیر نکلتا ہے۔ انہوں نے اپنے مسلک کو پورے ذہن اور وقت اور
اقتاد کے ساتھ بیان کیا، ان کے لب و لہجہ میں جھجک تھی، ان کے
الفاظ میں ضعف اور کمزوری۔

امام شمس کی مجلس

یہ روایت بھی امام شافعی ہی کی ہے کہ۔
نہیں گذر امام محمد کی مجلس میں حاضر ہوا کرتا، اور آپ کے پاس بیٹھا
کرتا، اور علم حاصل کیا کرتا تھا، بیٹھ ان کی کتابوں کی اشئ سے سماعت
کی۔

رحم و مروت کا برتاؤ

امام محمد کے اوصاف نے خصائل اور کردار و میراث کا ذکر کرتے ہوئے امام شافعی

فرماتے ہیں :-

علم اور حساب دنیا کے مسئلہ میں کسی شخص کا بھی، ممنون کرم نہیں
ہوں، البتہ امام محمد کا "میرے ساتھ میں کار تارا" ہمیشہ رحم و کرم کا اور انصاف
مروت کا رہا، میں کے اوقات ہمیشہ میری تعلیم و تہذیب کے لئے وقف
ہوئے۔"

ناسخ و منسوخ کا عالم

امام محمد کے پایہ و فضل و کمال ماوراء علم و فی کے بارے میں امام شافعی اور شافعی فرماتے ہیں :-
"الحول و العزم انما منہ و منسوخ کا کوئی بھی عالم نیکانہ، امام محمد سے بڑھ کر
سیرے علم میں نہیں!"

فتویٰ دینے میں باہر

یہ بھی امام شافعی کا قول ہے :-
"فتویٰ دینے کے فیض میں امام محمد کی بات تھی، گویا یہ فیض انہی کے
یہ نام و جہ ہیں آقا خدا!"

تخت اور درباری

امام محمد کے تخت اور درباری اور علم و نظر کا بیان کرتے ہوئے امام شافعی فرماتے ہیں :-
"میں نے امام محمد کا پیش کوئی آدمی نہیں دیکھا، وہ جب بات کرتے
تھے تو حکمت اور معرفت سے جبرجہاد ناگزیر اور ہمسند و ہم کوئی میں اپنے
تھے اور تخت اور درباری کا لباس ان سے نہیں چھوڑتے تھے۔"

مکمل اور کھجور حیات میں بھی مشغول نہیں ہوتے تھے (۱)

ماہ الامتیاز

امام محمد کی ذہانت، فراست، اوقوت، حافظہ اور دانش و تبحر کے بارے میں کون تھا جو ان کا دل و دست و ذہن اور ان کے ان فضائل و کمالات کے احقران میں خیر سے بھی نظر نہ آتا ہو، یہ واقعہ ہے کہ امام محمد کے مذاہن اور خیراتوں میں ہر طبقہ، ہر گروہ اور ہر جماعت کے اکابر و اصاغر اور ائمہ و مجتہدین نظر کرتے ہیں۔ یہ سب ان کے طبع نظر اور شعور و ہنر پروردگار کے قائل ہیں اور بغیر کسی چیلان و جھجھکی کے ان فضائل کا صاف اور واضح، اور غیر مشتبہ الفاظ میں اعلان کرتے ہیں:

ایک اور بات جو امام محمد کو دوسرے معاصرین سے ممتاز کرتی ہے یہ ہے کہ لوگ فقہ میں ایک مخصوص مکتب فکر کے ترجمان اور داعی تھے، اور اپنے مسلک پر سختی سے عامل بھی تھے اور اس کی زد تک و تبلیغ میں بھی مصروف رہتے تھے۔ بلکہ ضرورت و مسالمت کا تقاضا ہر قوم و مملکت تک سے دریغ نہیں کرتے تھے، لوگوں کو ان سے اختلاف بھی کرنا پڑتا تھا، ان کے خیالات کی تردید بھی وہ کرتے تھے، نکتہ چینی اور حسن و اعتراض کے جذبہ بھی وہ نہائے جاتے تھے، ان کے دلائل و براہین کی تردید بھی کی جاتی تھی، ان کے افکار و خیالات اور نظریات و کراہ پر حرج گہری بھی ہوتی تھی، ان کے مسلک اور مذہب کو مجروح بھی کیا جاتا تھا، لیکن ان تمام باتوں کے باوجود ان کے علمی سرے، ان کی فکر و عالی، ان کے ذہن و سامان کی نگر و نظر کی تعریف اور تحسین بھی کی جاتی تھی۔

یگانہ شخصیت

یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ دوسرے ائمہ اور مجتہدین کی طرح ان پر نکتہ چینی اور اعتراضات کتنے ہی کیوں نہ کئے گئے ہوں، لیکن اختلاف فکر و نسک اور اختلاف مذہب و مسلک کے باوجود

جہاں تک ان کی ہمد گیر، یکتا اور یگانہ خصوصیتوں کا تعلق تھا، اور جہاں تک ان کی انفرادیت اور تشخص کا سوال تھا، سب اس پر متفق تھے کہ وہ اپنے گونا گوں فننائیں و مہاں اور کمالات و صفات کے اعتبار سے یکتا اور بے ہمت تھے۔

اور حق یہ ہے کہ یہ بہت بڑی خصوصیت ہے جو کسی شخص کو اپنے معاصرین اور اپنے ہم کار لوگوں میں حاصل ہو سکتی ہے، اور کوئی شبہ نہیں، امام محمد اس باب میں اپنی مثال آپ تھے۔

مستقبل کا نوجوان

ابن ابی العوام سند صحیح کے ساتھ ادا و طائی سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے ایک مرتبہ، جب کہ امام محمد اسی نو عمر تھے، فرمایا:-

”یہ نوجوان اگر زندہ رہا، مستقبل اسی کے ہاتھ ہے گا“۔

حافظہ ہو تو ایسا

امام ابو یوسف نے ایک مرتبہ امام محمد کے بارے میں اعلیٰ خیال کرتے ہوئے، اور ان کے حافظہ کی تعریف کرتے ہوئے، جب کہ اسی وہ نوجوان تھے، فرمایا :-

”حافظہ ہو تو اس طرح کا ہو، جیسا تمہارا!“

ایک اور موقع پر امام ابو یوسف نے امام محمد کے بارے میں فرمایا :-

”وہ لوگوں میں سب سے بڑے عالم ہیں!“

الجامع الصغیر کی کتابت

یحییٰ ابن صعیب کہتے ہیں:-

”میں نے امام محمد کی خدمت میں حاضر رہ کر، الجامع الصغیر لکھی!“

مذکورہ بالا روایت دوسری کی ہے۔ جو تاریخ میں معین میں موجود ہے، یہ کتاب مفتی کے کتب خانہ کا گہرہ کے محفوظات میں شامل ہے۔

شدت تحقیق و تحقیص

ابن ابی العوام نے حسن بن ابی امامک سے تحریر کی ہے کہ انہوں نے جب ایک مرتبہ ان کے سامنے امام محمد کے مسائل نقل کیے، اور بیان کے بہار ہے تھے، فرمایا:-

”تحقیق و تحقیص کی یہ شدت تمام ایویسٹ کے ان بھی نظریں نہیں

آتی جو امام محمد کے ان دو کھائی دیتی ہے۔“

اس روایت کے جملہ اسانید ابن ابی العوام الحافظ کی کتاب میں موجود ہیں

کتاب النبی کا عالم

صیبری اپنی سند کے ساتھ ابو عبید سے روایت کرتے ہیں کہ:-

”امام محمد سے زیادہ کتاب النبی کا عالم اور دوز شناس کسی اور کو میں نے نہیں دیکھا۔“

محمد بن سلام کا قول

مناقب کروری میں ہے کہ ایک مرتبہ محمد بن سلام نے کہا:-

”میں نے امام محمد کی کتابوں کی تحصیل و حصول پر دس ہزار روپے خرچ کئے، اگر میرے حالات اجازت دیتے تو اچھا سا روپے صرف ایک ہی شخص میں صرف کرتا، یعنی امام محمد کی کتابوں کا مطالعہ کرتا رہتا!“

سب بڑا فقیہ

ایک مرتبہ صلیبی ہی ابان سے سوال کیا گیا،

”دو دنوں میں کچھ بڑا فقیہ کون ہے؟ امام ابو یوسف یا امام محمد؟“

جواب میں فرمایا، ”دو دنوں کی کتابوں کا یہ نظر نازل ایک مرتبہ مطالعہ کر ڈالو،

خود ہی معلوم کرو گے کہ ان دو دنوں میں امام محمد زیادہ بڑے فقیہ ہیں۔“

امام محمد کی تقسیم اوقات

محمد بن مسلمہ سے روایت ہے کہ :-

”امام محمد نے رات کے تین حصے کر رکھے تھے، ایک جہت سونے کے

بچے تھا، اور دوسرا نماز اور عبادت کے لیے، اور تیسرا پڑھنے پڑھانے کے لیے۔“

شب بیداری

امام محمد کی شب بیداری مشہور تھی، ایک مرتبہ ان سے سوال کیا گیا،

”آپ سونے کیوں نہیں ہیں؟“

جواب میں فرمایا،

”میں اس طرح سو سکتا ہوں جبکہ مسلمانوں کی آنکھیں سوتی رہتی ہیں اور اسے سوتی رہتی ہیں کہ وہ ہم پر حرکت

کرتے ہیں انھیں یہ اعتقاد ہے کہ اگر کوئی بات رو نہ ہوگی تو ہم ٹھکی طرف سے بڑھا دیں گے اور وہ پریشانی

اور مصیبت کے اس دور کا ختم کر دے گا۔ آپ بھی اگر میں سو رہوں تو یہ دین کا مٹا دینا کہ تاہر گا۔“

گورنر کی مسجد میں درس علوم

امام محمد ابی زعفران نے کہ تحصیل علوم سے فارغ ہو گئے، اور تدریس علوم کا سلسلہ شروع کر دیا۔ تاریخ خطیب راج ۷۲ ص ۱۵۴ میں پوری سند کے ساتھ اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ کی روایت ہے کہ :-

”امام محمد نے گورنر کی مسجد میں درس دینا شروع کر دیا، حالانکہ ان کی عمر صرف بیس سال کی تھی۔“

قرآن کریم کی تلاوت کثرت سے

رسپی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے :-

”محمد بن الحسن کو خدا نے بہت سی خوبیاں اور صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں، ذکاوت، مغرور، عقل تمام ذہن عالی، فکر و فیق، اور چشم جہاں گیر کرتا۔ تلاوت قرآن کریم ان کی خصوصیت تھی،“

ذوق تلاوت

طہاوی کا قول ہے کہ :

میر نے احمد بن ابی عمران کو اپنے بعض اصحاب سے روایت کرتے سنا کہ امام محمد ایک شب روز میں ایک نشائی قرآن پڑھ لیتے تھے۔

ابو خازم کا قول

ابو خازم کہتے ہیں :-

میں نے بحرین عہد الحموی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ سماعہ اور عیسیٰ بن ابان نے اتنی خوبی کے ساتھ کتاب چڑھنا امام محمد بن الحسن سے سیکھا ہے۔ !

سب سے بہتر کتاب

ابن ابی حمزہ طحاوی سے روایت کرتے ہیں ابن ابی عمران نے محمد بن شجاع کو یہ کہتے ہوئے سنا، جب کہ وہ امام محمد کے پاس سے آکر اپنے استاد حسن ابن زیاد کے حلقہ میں میں پھر شریک ہوئے تھے کہ:

”اسلام میں فقہ کے اندر ”الجامع البکیر“ سے بہتر اور عمدہ کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ یہ کتاب امام محمد کی تصنیف ہے۔“

الجامع البکیر کی مثال

طحاوی محمد بن الحسن بن مرداس سے، وہ محمد بن شجاع سے روایت کرتے ہیں کہ:-
 ”الجامع البکیر کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص ایک مکان تعمیر کرے، اور جیسے جیسے سے ملنے کرتا جائے، میرٹھی بنانا اور اس کے ذریعے اور چڑھتا چلا جائے اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رکھے، جب تک باری بلند پر پہنچا کر مکان کی تعمیر کا کام ختم نہ کرنے، پھر اسی اپنی بنائی ہوئی سیریسوں سے بچے مڑائے، اور بچے ہونے کے بعد وہ ساری میرٹھیاں توڑ ڈالے اور پھر لوگوں سے گویا ہو،
 ”اب اگر کوئی اس کا رخ بدلے تک چڑھ سکتا ہے تو وہ ایسا کرکھ کھائے۔“

ابداع و ایجاد کی نشانی

اور کوئی شبہ نہیں کہ امام محمد کی کتاب ”المجاص المکبر“ ابداع و ایجاد کی نشانی ہے۔ اس میں نہایت دقیق نظر اور مدبر فکر سے کام لے کر مبنی بر سنت قواعد کی تفریع کی گئی ہے اور اصول حساب کو پیش نظر رکھ کر نادر و پیچیدہ اور غیر العنہ مسائل کی تفریع کر کے ہمیں پانی کر دیا گیا ہے، علاوہ ازیں اس کتاب میں دلائل شرع بڑی خوبی، روانی، اور عام فہم انداز کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ اس کتاب کی عرض تالیف یہ ہے کہ فقہاء اسلام کی دانائی اور بینائی، معرفت اور تحقیق و تدقیق کا اندازہ ہو جائے، اور بتایا جائے کہ کس بیاد مغزی کے ساتھ وہ تفریع مسائل کے نادر اور اہم مرقعہ سے عمدہ برآہو کرتے تھے۔

جامعیت اور افادیت

اس کتاب کا جن جوں مطالعہ کرتے جائے، عقل حیران ہوتی ہے کہ کس خوبی اور جامعیت کے ساتھ گفتیاں حل کی ہیں، اور مسائل جمعہ کو آسان بنایا ہے۔ اور دشواریوں کو سلجھا دیا ہے۔ اس کتاب میں بڑی خوبی کے ساتھ درجہ تفریع بھی بیان کئے ہیں جن کے مطالعہ کے بعد کوئی دشواری دشواری نہیں رہتی، بلکہ سہل ہی جاتی ہے!

ابن شجاع نے اس کتاب کی تفریع کرتے ہوئے کہا ہے:

”صرف امام محمد کی بنائی ہوئی بیڑیاں ہی انسان کو اس کتاب کے مدارج مالی تک پہنچا سکتی

ہیں۔“

المجاص المکبر کی ہر شرح، جمال مصیری نے لکھی ہے، انہوں نے ابواب کتاب کے ہر باب کے

مصدر میں لکھ دیا ہے:

”اصل باب یہ ہے اور اس پر دو مرتبہ ابواب مرتب ہوئے، وہ یہ ہے۔“

اس طرح جوہر سے تفریح کی معرفت بہت آسانی برہم جاتی ہے۔

محمد بن سعد کی روایت

امام محمد کے بارے میں محمد بن سعد فرماتے ہیں

”امام محمد کی نشوونما کو میں یوں بیان کرتا ہوں کہ انہوں نے طلب علم اور طلب حدیث میں ہی کی اور ہمیں سے مشائخ سے سماعت بھی کی۔ امام ابو حنیفہ کی مجلس علم میں پہلے ان سے سماعت کی، اس سے اس دور میں متاثر ہوئے کہ پھر انہی کے بعد رہے۔ کیا میں وہ اسے میں ان کی گہرائی اور وقت فکر و نظر سے وہ بے حد متاثر تھے نیز انہی ان ہی کا کلمہ پڑھنے لگے اور انہیں کے علم و معرفت کے ترجمان بن گئے۔

پھر وہ بغداد میں آئے۔ یہاں لوگوں کا مشہور کا مشہور ان کی وجہ کے لیے بھی ہو گیا، لوگ جتنی دور جتنی ان کی خدمت میں سماعت حدیث و روایات و فقہ و کلام آتے تھے۔

امام محمد کی تعریف

خطیب بغدادی مسند کے ساتھ علی بن المدینی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ان سے امام محمد کے بارے میں سوال کیا گیا، جواب میں انہوں نے کہا:

”امام محمد صدق ہیں، ان کے فضائل و کمالات کا علم حاصل کرنا ہرگز آسان نہیں۔“

محمد بن حنفیہ کی ”المستقیم“ اور ابن حجر کی ”تحفہ النقیض“ دیکھو!

امام محمد سے احتجاج

امام ابیہن کہتے ہیں کہ

مدینے میں امام شافعی نے امام محمد سے احتجاج کیا ہے، ”:

قرتِ حائط کا کمال

”ما یز ان الاعتدال میں امام ذہبی، امام محمد کے بارے میں فرماتے ہیں:
”مسائل و غیرو نے ان کی قرتِ حائط کے گن گائے ہیں، وہ علم کا ایک کھربے پاگل تھے
نقد میں اپنا جواب نہیں دیتے تھے۔“

امام محمد کی شتا و صفت

ابو العینی نے اپنی کتاب ”مغنی الاختیار فی سراجال معانی الاثر علیہ“ میں
اشیاء میں کثیر و غیر ہما کے حسب روایت امام شافعی کے بہت سے اقوال امام محمد کی شتا و صفت میں
بیان کئے ہیں۔ اسی طرح نقی قیس نے اپنی کتاب ”طبقات“ میں بھی اسی کے بہت سے اقوال
نقل کئے ہیں:

حقائق اور واقعات

ان حقائق اور واقعات کی روشنی میں جو امام محمد کے فضل و کمال، اور طبع فکر و نظریات متعلق
میں یہ دیکھ کر گستاخ ہو جائے کہ ایسے عالی قدر شخص پر بھی بعض لوگوں نے زبانِ طعن کھولنے
سے ہتر نہیں کیا۔ ابنِ دقیق الدین نے ہی ان کے بارے میں کہا ہے کہ اہل جہنم کے وہ بنے ہوئے
ہیں۔ ابو العینی، معانی الآثار میں کہتے ہیں:

”سبطی الاموی نے ”امراء الزمان“ میں لکھا ہے کہ خطائے سیر کا

قول امام محمد کے بارے میں یہ ہے کہ وہ امام عصر تھے، جمیع علوم و فنون میں
تبحر اور سند کا وہ دھجہ دکتے تھے۔ کتاب الفقہاء میں ان کے بارے میں

امام محمد بن حنفیہ اور یحییٰ بن معین سے جو اقوال منسوب ہیں ؟ وہ قطعاً غلط ہیں۔ یہ دونوں امام اس سے کہیں اور رہنے کے امام محمد بن حنفیہ حضرت اور حالی حضرت امام و ہدای کے ہمسے میں تار یا الفاظ استعمال کریں، حالانکہ یہ وہ دونوں امام صاحب کے علم اور فضل و کمال سے اچھی طرح واقف تھے۔ اور یہ بھی واضح ہے کہ ان دونوں بزرگوں نے امام صاحب کے علم اور فضل و کمال کے اعتراف و اقرار میں ذرا بھی کجی سے کام نہیں لیا ہے۔ بلکہ خاصیت صاف اور واضح الفاظ میں ان کی ثناء و معفت بیان کی ہے اور معجز و تحسین کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ یہ دونوں بزرگ بہت اچھی طرح جانتے تھے کہ روایت و احادیث از حد و راجع، ثقاہت و صداقت اور فضل و کمال کے اعتبار سے امام محمد کا پایہ کیا تھا، ان کے مناقب اتنے زیادہ ہیں کہ انہیں عدد بیان میں لانا آسان نہیں !

ابن ابی حاتم کی روایت

ابن ابی حاتم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ امام محمد بن حسن کی کتاب امیر میں واقعی کی روایت کردہ حدیثیں موجود ہیں، یہ روایتیں محمد بن الحسن سے نہیں، بلکہ محمد بن الحسن سے بواسطہ واقعی مروی ہیں۔ ان کے علاوہ چودہ بیس ہیں، وہ محمد بن الحسن سے واقعی کے مشائخ سے روایت کی ہیں مثلاً خارج بن عبد اللہ بن مسلمان بن زید بن ثابت — ا

محمد بن بلال صفاک بن عثمان سے روایت کرتے ہیں کہ یہ ساری مذکورہ روایتیں امام محمد نے واقعی سے کی ہیں، لیکن کہا جاتا ہے کہ انہوں نے واقعی کے مشائخ سے کی تھیں۔

کلام مذکور سے مراد اگر طعن و تخریض اور اعتراض ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ حنفی واقعی سے مروی ہیں، تو معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے یہاں سے کئی بزرگ ایسے ہیں جنہوں نے واقعی کو ثقہ مانا ہے اور

اس کی توضیح کی ہے، مگر چہ یہ بھی واقعہ ہے کہ ایک جماعت واقفی پطعن کرتی ہے اور انھیں ثقہ نہیں مانتی، لیکن اس جماعت کی رائے بعض تدرین کے نزدیک صحیح ہے۔ مگر چہ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ رائے مبنی برا سبب نہیں ہے۔

امام محمد واقفی

اور اگر مذکورہ کلام سے مراد یہ ہے کہ امام محمد کبھی واقفی سے روایت کرتے ہیں، کبھی ان کے مشائخ سے، اور وہ واقفی کا واسطہ اٹھا دیتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ آخر اس میں ملحق کیا ہے کہ امام محمد نے کچھ روایتیں واقفی سے سنیں ہیں، اور کچھ کی واقفی کے مشائخ سے، یہ روایت سماعت کی ہو، امام محمد نے حج و زیارات کی سعادت حاصل کی تھی، اور ان بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہونے تھے جو مشائخ مدینہ ملتے جاتے تھے، مثلاً اشاعریشی، عبید اللہ عمری، اور ابن ابی زئب وغیرہ۔

یہ مدعی ابو حفص سے روایت کرتے ہیں کہ

واقفی امام محمد بن الحسن کے پاس آیا کرتے تھے، امام محمد بن الحسن کے سامنے
"المغازی" کی قرأت کی اور واقفی نے ان کے سامنے "الحج المجمع
الصغیر" کی قرأت کی۔"

امام محمد واقفی کا واسطہ

اصل بات یہ ہے کہ اعتراض و ایراد سے پہلے میں حقائق پر غور کرنے کی ضرورت ہے، طعن کرنے، اور اعتراض کرنے، رائے میں پر غور کرنے کی رسمت نہیں گوارا کرتے۔

امام محمد واقفی کا واسطہ اقران و ائمان کا تھا، وہ لوگ ایک دوسرے سے اپنے علم اور مسائل کے مسئلہ میں بے نیاز نہیں ہو سکتے تھے، "مغازی" میں امام محمد واقفی سے کس طرح بے نیاز ہو سکتے تھے جب کہ امام ابو یوسف مغازی میں محمد بن اسحاق سے بے نیاز نہیں رہ سکے؟ بھلا امام محمد

جیسے امام جلیل القدر کے معاملہ میں عقلی اور ابن عدی وغیرہ کو کس طرح حکم دیا جاسکتا ہے جن کا شمار افضالِ حشر میں بجا طور پر کرنا چاہیے۔

اور امام محمد اپنے خراج اور طبیعت کے اعتبار سے اس امر سے بہت بعید تھے کہ ایسے روایت کی مدارات کریں، اور انہیں منہ لٹا کر ان کی اجماعت تسلیم کریں، ان کے شیخ امام ابو حنیفہ کا مسلک بھی یہی تھا۔

کیا امام محمد مخالف آثار تھے

اس طرز عمل کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ روایت حشریہ امام ابو یوسف کی طرف تو زیادہ متوجہ نہیں ہوئے لیکن امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے پیچھے پڑ گئے۔ بلکہ انہوں نے یہ کوشش بھی کی کہ ایسا روایت اختیار کریں جس سے لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جائیں کہ ہر جگہ یہ ایک ہی مکتب فکر کے بعض اصحاب کی تفریع اور بعض پر طعن کرتے ہیں، اس لیے یہ عادل ہیں، عادل نہ ہوتے تو سب پر طعن کرتے اور اس مکتب فکر کا کوئی شخص بھی ان کے طعن و جرح سے بچ سکتا۔ اسی حکمت عملی کے پیش نظر انہوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ :

”ابو یوسف حدیث کے ساتھ پورا پورا اختلاف کرتے تھے اور

ابو حنیفہ و محمد بن الحسن اخبار و آثار کے خلاف تھے“ ۱۰

بیرونی حدیث پر

حالانکہ یہ الزام بالکل بے بنیاد اور قطعاً غلط ہے۔

ہمارے ائمہ احناف میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے جو حدیث صحیحہ اور سنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غرض سے غائبانہ بھی اپنے دل میں رکھتا ہو، یا اس نے اپنے کسی قول و فعل سے لوگوں کو اس نتیجہ اور رائے تک پہنچنے میں مدد دی ہو، ان کی زندگی گزریں کی خدمت کے لیے وقف تھی، اور

دین جس طرح کتاب الہی سے عبادت ہے، اسی طرح سنت رسول سے بھی ہے، یہ کیر کر ممکن تھا کہ یہ کتاب الہی پر تو ایمان رکھتے، اور سنت رسول سے انکار کر دیتے، ان کی نگاہ میں دونوں چیزیں اتنی ہی گراں مالہ ہیں جتنی ایک مومن قانت کے نزدیک ہوتی پائیں۔!

البتہ یہ بات ضرور ہے کہ یہ حضرات یعنی ائمہ احناف صرف لفظ کو نہیں دیکھتے تھے صحت کو بھی دیکھتے تھے۔ ان کی نظر پرست پر بھی تھی، لیکن مغز پر اس سے زیادہ تھی، الفاظ کے پیچھے پڑ کر انہوں نے سنگین حقائق سے منہ نہیں موڑا، بلکہ ان حقائق کا مقابلہ کیا، اور یہ مقابلہ منی تھا، کتاب الہی اور سنت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم و اعتقاد پر!

مجموعہ احادیث و روایات کی ایک کتاب

تحریری و تصنیفی ساریہ

علوم اسلامیہ و عربیہ کی گراں بہا کتاب

علوم اسلامیہ و عربیہ

امام محمد کے تصانیف اور مؤلفات پر اگر ایک سرسری نظر ڈالی جائے
 تو اندازہ ہوگا کہ انہوں نے مختلف اور مستند علوم و فنون پر کتابیں
 لکھی ہیں، اور جس موضوع پر کتاب لکھی ہے، وہ ہر اعتبار سے یگانہ
 اور بے بہتا ہے

ایک طرف تو امام صاحب کی کتابوں کی تعداد بہت کافی ہے
 دوسری طرف جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ ان کتابوں میں علم و معرفت
 کے کیسے کیسے گراں بہا جو اہر ایک شخص نے اپنی کدو کا وٹس سے
 جمع کر دیئے ہیں، تو حیرت بھی ہوتی ہے اور استعجاب بھی!

امام محمدؒ کے مصنفات و کتب

تعارف تذکرہ تحقیق

اصحاب اہل صفیہ میں امام ابو یوسفؒ امام محمدؒ اور دوسرے ائمہ خاص منزلات کے حامل ہیں لیکن ان سب میں امام محمدؒ کو زیادہ منزلات حاصل ہے اس لیے کہ وہ ایک طرف تو جلیل علم اسلامیہ — قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، کلام، مناظرہ، عقائد وغیرہ — میں مکمل تمام رکھتے تھے اور دوسری طرف خدا نے انہیں ایسی زبان دی تھی جو مشکل ترین اور پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل کی گہرے کشافی اس آسانی کے ساتھ کر دیتی تھی کہ کارہ خیر ارسہل تر نظر آنے لگتا تھا، بے ربطیتی و غنیت سے بدل جاتی تھی۔

چنانچہ یہ امر واقعہ ہے کہ لوگ مخالف اور معترض بن کر امام محمدؒ کی مجلس میں پہنچتے تھے، لیکن وہاں پہنچنے، بیٹھنے، اور ان کی تقریر و پذیر سننے کے بعد جب اٹھتے تھے تو اس عمر و عرصہ کے ساتھ کہ اس علم و فضل اور دانش و نبیشت کا انسان آج تک ہماری نظر سے نہیں گزرا، پھر یہ دوسروں سے مندرجہ ذکر صرف ایک ہی مجلس کے مکین بن جاتے تھے، اور وہ مجلس ہوتی تھی

امام محمد کی ذم علم و فضل !

امام محمد صرف فقیہ نہیں تھے !

ایسے لوگ بھی تھے جو امام محمد کو صرف ایک فقیہ سمجھتے تھے، لیکن جب ان کی ذم علم میں حاضر ہونے کی سعادت حاصل کرتے تو تقریباً دیرین صبر کرنے لگتے تھے کہ یہ شخص ایک فنی نہیں بلکہ اس کا علم ہمہ گیر ہے۔ یہ علم کا پہاڑ ہے، یہ علم کا ایسا بھر پور تاج ہے کہ جس کا کوئی اور سمجھ نہیں سکتا۔ اور پھر ان کے دل میں امام محمد کی عظمت اس طرح مرتسم ہو جاتی تھی کہ زندگی کی آخری سانس تک اس کا نقش ضرور دیا نام سے نشا تھا، نہ جو اوش دہر سے نہ انقلاب زمانہ سے۔ یہ عظمت ایک مرحہ خاشا دل میں داخل ہونے کے بعد پھر کبھی باہر نہیں نکلتی تھی۔

امام محمد پر حد کا فضل

امام محمد کو ایک دوسری نعمت، انسان حق تر جان کے علاوہ جو بارگاہ الہی سے عطا ہوئی تھی، وہ ان کا قلم تھا، انھوں نے فقہ و اصول پر حدیث و مسائل فقہ و حدیث پر کئی کتابیں لکھیں، مختصر بھی اور طویل بھی :

لیکن ان کتابوں میں خواہ یہ مختصر ہوں یا طویل، اپنا مدعا اور فضاء اس خوبی سے بیان کیا ہے کہ پڑھنے والا غرق حیرت ہو کر ان کا مطالعہ کرتا ہے۔ پڑھتا جاتا ہے اور حیرت ہوتا جاتا ہے کہ یہ شخص (امام محمد) کس پایہ کا انسان تھا، اس کے قلم میں کتنی جامعیت، اس کی تحریر میں کتنا اثر، اس کے انداز انشاء میں کتنی کشش خدا نے بھری ہے یہ نادرک مسائل کو ضابطہ تحریر میں لاتا ہے، جیسا کہ وہ اس کی تحریر کی روشنی میں وہ نہ دیکھے جائیں، سخت، نادرک اور پیچیدہ نظر آتے ہیں، لیکن اس کی کتاب میں وہ اتنے سہل نظر آتے ہیں کہ معلوم ہر کسے کسی طرح کا اشکال تھا ہی نہیں یہ صرف ہمارا وہم تھا کہ انھیں دشوار، اور نادرک اور پیچیدہ سمجھ رہے تھے

کتاب امام کا انداز و اسلوب

یہ واقعہ ہے اور اس کی تردید نہیں کی جاسکتی کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو صرف امام صاحب کی کتابیں پڑھ کر ان کے مداح و ثنا خواں بن گئے، خواہ انھیں شرف زیارت حاصل ہوا ہو یا نہ ہوا ہو!

ان کتابوں میں زبان کی نگہبانی بھی ہے، انداز و اسلوب کی رعنائی بھی، عبارت اور طرزِ تحریر کی خوبی بھی، روانی اور سنگینی بھی، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ عبارت میں نہ اغراق ہے نہ دشوار پسندی، نتیجہ یہ ہے کہ آدمی اضطراب و تردد کے ساتھ کتاب اٹھا آتا ہے، لیکن جب مطالعہ شروع کر دیتا ہے تو پھر وہ اس وقت تک ہاتھ سے نہیں چھٹتی جب تک ختم نہ ہو جائے!

کتاب مصنفات پر ایک نظر

ذیل میں ہم امام محمدؒ کی کتب و مصنفات پر ایک سرسری نظر ڈالیں گے تاکہ ان کا تعارف بھی ہو جائے اور ان کی قدر و قیمت کا بھی صحیح اندازہ ہو سکے!

امام محمدؒ کی کتابیں

علمائے اصناف میں کوئی عالم بھی نہیں ایسا نظر نہیں آتا، بلکہ اپنے طبقہ میں، خواہ وہ کوئی طبیق کیوں نہ ہو، — میں کوئی ایسی شخصیت نہیں دکھائی دیتی جو امام محمدؒ کے درجہ تک پہنچتی ہو، یا اس نے ایسی کتابیں پھر و قلم کی ہوں، جو اس کے پسے اور دوسرے مذاہب کی فقہ و اصول کی تمدن و تالیف کی بنیاد و اساس بنی گئی ہوں۔

یہی وجہ ہے کہ علماء، فضلاء، قضاة، شرع و فقہاء کا ہر گروہ امام محمدؒ کی کتابوں کی نظر و اشاعت میں رغبت و صادقہ کے ساتھ ہمیشہ جتہ پھرتا رہا ہے۔ یہ گویا اس امر کا اعتراف ہے کہ امام محمدؒ کی

کتابیں اتنی اہم اور گراں مایہ میں کہ ان کی بنیاد پر مذاہب فقہی کے قواعد و اصول مرتب اور تدوین ہوئے ہیں۔

علامہ ہند کا ذکر

اس موقع پر ہم ایک اور بات کا بھی اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے، علماء کرام کی ایک جماعت (مذہب) ہندوستان میں مسمیٰ اور اس نے کتب اقدیم کی تلاش و تجسس کا کام سرگرمی و متذکر کے ساتھ کرنا شروع کر دیا۔ فقہاء اقدیم کی نادر و نایاب کتابوں کی تلاش و جستجو میں اس نے صدیوں دنیا کے کتب خانے کھنگال ڈالے، اور رسمی اسرار اور ناقابلِ قلم و قریب کے بعد ایسے ایسے گہرا آبدار و سرشار نکالے جن کی روشنی نے ظلمت و حیرت کو سیلاب پا بنا دیا۔ اور وہ نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

اس کارِ عظیم کا شکر و سپاس ہر مسلمان اور صاحبِ ایمان پر فرض ہے۔

انقلابِ انگیز کتابیں

اب ہم امام محمد کی کتابوں پر ایک آمیزشی سی نظر ڈالیں گے اور بتائیں گے کہ کتابوں نے قلبِ عمل کی دنیا میں کیسے کیسے انقلاب پیدا کئے اور فقہ کے دوسرے مذاہب نے بھی ان سے کیسے کیسے فائدے حاصل کئے۔ اور ان کی اخلاصیت صرف کسی ایک ہی مقلد اور طبقہ تک محدود نہیں رہی بلکہ ہر مذہب و مسلک کے لوگوں نے ان سے پورا پورا استفادہ کیا۔

اسدیہ کی تحریک میں امام محمد کا حصہ

اسدیہ ”در حقیقت یہی اصل ”مدونہ“ ہے، اور باطنی مذہب کی حسب سے زیادہ معتبر اور مستند کتاب بنی جاتی ہے۔

یہ کتاب امام محمد کی کتابوں کی روشنی میں تحریر کی گئی تھیں، جیسا کہ گزشتہ اوراق میں کسی جگہ ہم بیان کر چکے ہیں۔

کتاب امام شافعی اور امام محمد

اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اپنی کتاب "تذمید" اور "عبدیدہ" کا مولود بڑی حد تک امام محمد کی کتابوں سے حاصل کیا، اور اسی لیے وہ جتنا حد ان کے حلقہ دور میں شریک ہوئے فقہان ان سے سیکھا ان کی کتابوں کا ایک ایک حرف چھپا، انھیں یاد کیا۔

امام احمد بن حنبل کا علم مسائل اور امام محمد

امام احمد بن حنبل سے جب مسائل فقہ دریافت کئے جاتے تھے، تو ان کے جوابات امام محمد ہی کی کتابوں سے ماخوذ و مستفاد ہوتے تھے۔
امام احمد بن حنبل کے بعد بھی فقہاء مصر کا یہی دستور رہا۔

"الاصول یعنی المبسوط"

امام محمد کی کتابوں میں ان کی کتاب "الاصول" جو "المبسوط" کے نام سے مشہور و معروف ہے بڑی اہم اور معرکہ آرا ہے۔
یہی وہ کتاب ہے جسے امام شافعی نے حفظ کر لیا تھا، اس لیے کہ ان کے نزدیک اس کی افادیت کا اقتدار ہی تھا۔

امام شافعی کی مشہور زمانہ کتاب "الام" امام محمد کی اسی کتاب پر مبنی ہے۔
اس کتاب کی غفلت و غفلت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک اہل کتاب حکیم اس کے مطالب کے بعد مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ اس نے کہا۔

”تمہارے دام کی چھوٹی سی کتاب کے حقائق و معارف کا جھپ یہ

عالم ہے، تو تمنا ہے امام غزالی نے جو بڑی کتاب لکھی ہے گی، اس کا کیا عالم ہو گیا

— 16 —

یہ کتاب چھ جلدوں میں ہے، ہر جلد پانچ سو ورق پر مشتمل ہے، اس کتاب سے اصحاب امام محمدؒ میں سے کئی لوگوں نے اختلافِ مسلمانانِ الجوزجانی، اور محمد بن سماعہ ثقفی اور ابو الحسن الکبیر بغدادی وغیرہ کے روایت کی ہے کہ کتاب مسائل ثقفیہ کے دس ہزار فروع پر مشتمل ہے جن میں حلال و حرام کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ اس کا مطالعہ اور اس سے استفادہ پر مجہد تھے، یہی وہ کتاب ہے جس کے باعث ابو داؤد اہل بصرہ سے اتفاقاً کا اظہار کیا کرتے تھے۔

طریق بحث و گفتگو

اس کتاب میں امام محمدؒ نے طریقہ بحث و گفتگو یہ رکھا ہے کہ امام اہل حنفیہ اور امام اہل سنی کے مذہب پر فروع کا بیان کیا ہے، ساتھ ہی ساتھ اپنی رائے بھی ظاہر کرتے چلے گئے ہیں۔ بحث و گفتگو کے سلسلہ میں صرف دلائل پر اکتفا نہیں کیا ہے، بلکہ ایسی حدیثیں بھی پیش کی ہیں جو مسائل زیر بحث کی صحت پر دال ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ مہر و فتا کا مسلک بھی بیان کر دیا ہے۔

سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ

اس کتاب کے ضخیم ہونے کا بڑا سبب یہ ہے کہ اس میں آثارِ مصاہرہ و تاملین بکثرت بیان کئے گئے ہیں اگر انھیں کتاب سے خارج کر دیا جائے تو اس کی ضخامت بہت کم ہو جائے گی دنیا کے مختلف کتب خانوں میں اس کتاب کے جو نسخے پائے جاتے ہیں ان کی تفصیل یہ

- (۱) استنبول کے کتب خانے میں اس کی پوری چھ جلدیں موجود ہیں۔
 - (۲) استنبول کے کتب خانہ فیض اللہ میں بھی اس کا ایک نسخہ ہے، لیکن ناقص، صرف چار جلدیں ہیں۔
 - (۳) یہی نسخہ کتب خانہ جبار اللہ میں بھی ہے۔
 - (۴) ولی اللہ دین کے کتب خانہ میں بھی یہ نسخہ موجود ہے۔
 - (۵) قرۃ معطفی پاشا کے کتب خانہ میں بھی اس کا نسخہ پایا جاتا ہے۔
 - (۶) مراد علیا کے کتب خانہ میں اس کا ایک نسخہ موجود ہے۔
 - ان نسخوں میں سب سے زیادہ قدیم نسخہ مراد علیا کا ہے۔
 - یہ تمام نسخے جو زمبانی کی روایت کے مطابق ہیں۔
 - (۷) اس کتاب کے کچھ ایسے نسخے بھی ہیں جن کا خط کسی قدر مختلف ہے۔
 - (۸) ازہر لیبیریوٹی (مسیر) کے کتب خانہ میں بھی اس کا ایک نسخہ ہے۔
 - (۹) دارالکتب المصریہ میں اس کے کئی نسخے ہیں جو "الاصل" کے نام سے درج رجسٹر ہیں۔
- لیکن سب ناقص اور نامکمل!

الجامع الصغیر

- یہ کتاب بھی امام محمد کی کتابوں میں ایک خاص منزلت اور مقام کی حامل ہے۔
- اس میں جو مسائل بیان کئے گئے ہیں ان کی تعداد ساڑھے پندرہ سو کے قریب ہے۔ ان میں سے ایک سو ساٹھ مسئلے اختلافی ہیں۔ قیاس اور استحسان کا ذکر صرف دو مسئلوں میں ہے اور کسی میں نہیں:
- اس کتاب کو اللہ تعالیٰ نے "الاصل" کی طرح غیر معمولی قربت عام اور بزرگ عزیزی عطا فرمائی، اور اس کی شرح میں "امد" اجل نے علم فرمائی کی ہے۔ — علامہ عبدالحی کھنجرانی نے

اس کی جو شرح "النافی" بمطابق البیاض الصغیر کے نام سے لکھی ہے، وہ مشہور امام اور
مؤاخذ ہے۔^۶

اس کے ذواۃ میں جو زجاجی، ابو حفص، ابو علی بن سعید شامل ہیں۔
اس کی ترویج ابو طاهر الدباس اور زعفرانی نے کی ہے۔
اس کتاب میں زیادہ تر سائنسی ہی کے بیان پر اکتفا کیا ہے۔

سبب تالیف

اس کتاب کا سبب تالیف یہ ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے، جب وہ "المبسوط" کی تالیف
سے فارغ ہو گئے، تو امام محمدؒ کو کہا کہ اب تم ایسی ایک کتاب تالیف کرو جس میں وہ تمام مسائل اُجھ
ہوں جو تم نے مجھ سے، اور امام ابو حنیفہؒ سے حاصل کئے ہیں۔

امام محمدؒ نے تعمیل ارشاد کرتے ہوئے، یہ کتاب تالیف کی، اور امام ابو یوسفؒ کی خدمت میں
پیش کر دی، امام ابو یوسفؒ نے اسے دیکھنے اور مطالعہ کرنے کے بعد فرمایا۔

"شگافش، واقعی تم نے مجھ سے جو کچھ سنا تھا، سب یاد کر لیا، البتہ تین مسئلوں میں غلطی
کر گئے، چرو!"

امام محمدؒ نے جواب دیا۔

تیس نے کوئی غلطی نہیں کی ہے، بلکہ آپ خود اصل روایت بھول رہے ہیں!"

بیان کیا جاتا ہے کہ ملاقات قدر کے باوجود امام ابو یوسفؒ کا حال یہ تھا کہ ایک لمحہ کے بے

جی اس کتاب کو اپنے سے جدا نہیں کرتے تھے، خواہ سفر میں ہوں یا حضر میں،

یہ کتاب تین مقامات پر طبع ہوئی ہے:-

(۱) طبرستان میں، — اس پر مولانا عبدالحی کھڑکی کی تہنیت ہے۔

(۲) استنبول (از ترکیہ) میں۔

(۲) مصریہ -

السیر الصغیر

امام محمد کی کتابوں میں "السیر الصغیر" بھی ہے۔
یہ کتاب امام محمد نے، امام ابو حنیفہ سے روایت کی ہے، اس کے رد میں ابو حنیفہ نے ایک
کتاب بھی لکھی، جس کا جواب امام ابو حنیفہ نے دیا ہے۔

الجامع الکبیر

یہ کتاب مسائل مسائل کی جامع ہے، یہ مشکل ہے، عربی الروایات اور مترجم الروایات پر یہ
کتاب اپنی ترتیب اور جامعیت کے اعتبار سے ایک معجزہ معلوم ہوتی ہے۔ جیسا کہ الاکمل نے
المخلاطی کی تلخیص جامع کسریٰ کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے۔

فقہ و مہل کی سب سے بڑی کتاب

ابن شہل اس کی کتاب کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ :-
"اسلام میں فقہ و اصول کے فن پر اس سے بھی اور گراں بہا کوئی کتاب
نہیں لکھی گئی۔"

ابو بکر راوی کا قول

الجامع الکبیر کی شرح میں امام محمد ابو بکر الرازی فرماتے ہیں :-
میں نے الجامع الکبیر کے بعض مسائل پڑھے، یہ کتاب مسائل کو میں بھی بڑی
ادب لکھی ہے۔

ابو علی القاسمی اس پر حیرت کیا کرتے تھے :

انفخش کی ادایت

ابن ابی عمیرؒ پورے سلسلہ "سند کے ساتھ انفخش سے روایت کرتے ہیں کہ :-
 "انفخش اس کتاب کی تعریف میں رعب لکھتی تھی۔ اس نے کوئی
 صرف ولا اور ذہابی دلی کے اعتبار سے بھی یہ کتاب اپنا جواب نہیں دیتی۔"

الجامع الکبیر سے تاثر

علامہ الشریف الفقیہ جمال الدین بن حبیب الدنور علیؒ نے تاریخ "الفرع سلسلہ میں لکھی،
 اسے انھوں نے قاضی شرف الدین بن معین کی خدمت میں بھیجا، اور لکھا،

ایک وصو داؤ سے کتاب "الجامع الکبیر" میرے مطالعہ میں ہے، یا امام
 محمد بن الحسین رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔ اس کتاب سے میرے دل پر متقل
 نقش کام کر رہا ہے۔ اپنے وطن میں یہ عجیب و غریب کتاب ہے۔ یہی کتاب آج
 تک بغیر ہلکی گئی، کون سا ایسا مسک ہے جس کا متن اس میں موجود نہیں۔ اس
 کتاب سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ امام محمد اصرار کے صلح علی ذہابی دلی کے سر
 عز معنی کے برابر تھے، یہ کتاب فقہار کے لیے خاص طور پر کار آمد ہے اس
 کے مطالعہ سے اس کے فوائد و فوائد کا صحیح اندازہ ہو جاتا ہے۔ اور یہ بھی

لے لاکے امام مانے جاتے ہیں۔

ت صرف کے امام وقت

یہ غرور ہے اس بات کا کہ امام عظیمؒ عظیمت اور صرف و کلام میں بھی کمال کارہ رکھتے تھے۔

معلوم ہو جاتا ہے کہ سائنس فقہ میں ان کی دانش و جہن کی کیا کیفیت
تھی؟

جہا ہیرا مل علم کا اتفاق

جہا ہیرا مل علم اس امر میں متفق ہیں کہ اس کتاب کا مصنف عربی زبان والی میں مدظلیٰ رکھتے ہے،
وہ فن لغت میں محنت اور سند ہے، بالکل اسی طرح جیسے وہ فن فقہ و اصول میں محنت اور سند۔

امام ابن تیمیہ کا اعتراف

امام ابن تیمیہ نے بھی اہل اہل اسے پر بحث و گفتگو کرتے ہوئے کئی مواقع پر امام عسکریؒ کی اس کتاب
کے ان دو ضمنی پہلوؤں کا اعتراف کیا ہے۔

امام شافعیؒ فرماتے تھے، اور عربی ان کی مداری زبان تھی، لیکن باہر شافعیہ میں ایسے کافی لوگ
ہیں گے جو اس بات کو نہیں تسلیم کرتے کہ فن لغت و زبان والی میں امام شافعیؒ محنت اور سند کی مشیت رکھتے
ہیں۔ جیسا کہ اہل زبان "میں مفہوم صفت پر ابن جریر کی بحث کا اندازہ ہوتا ہے

شرح و حاشی

اس کتاب کی شرح بہت سے ائمہؒ نے کی ہے، اور الحمد للہ کہ اس زندہ جاوید
کتاب کی طرح اس کی شرحیں بھی زندہ ہیں۔ اور دنیا کے بڑے بڑے کتب خانوں میں موجود ہیں۔
استنبول کے کئی کتب خانوں میں "الجاسع الکبیر" کے متعدد نسخے موجود ہیں۔
استنبول کے کتب خانوں میں اس کتاب کا سب سے پرانا نسخہ "مکتبہ المدینہ" میں پایا جاتا ہے
مکتبہ ولی الدین شیخ الاسلام (استنبول) میں بھی اس کا ایک نسخہ موجود ہے۔
مکتبہ "جامع" (استنبول) میں بھی اس کا نسخہ پایا جاتا ہے۔

رواہ جامع البکیر

امام محمدؒ نے "جامع البکیر" کی روایت میں کے اصحاب کی جماعت کثرت کی ہے، میں محمد بن کے علی بن سعید بن شاذان بھی ہیں

الزیادات فی زیادۃ الزیادات

یہ دووں کتابیں امام محمدؒ نے "جامع البکیر" کی تالیف کے بعد "اس کے استاد کے طبع پر تحریر فرمائیں، کیونکہ جامع البکیر میں بعض مسائل ذکر کرنے سے وہ گئے تھے۔
ان دونوں کتابوں کی بھی اہمیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ان کی بھی کئی شرحیں لکھی گئی ہیں۔

ان شرحوں کے بھی مستند نسخے منقول کے کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔

سبب تالیف

اس کتاب کا سبب تالیف یہ بیان کیا جاتا ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے اپنی ایک مجلس میں ایک فرد غریب و حق بیان کرتے ہوئے کہا،
"اس طرح کے فرد کی تفریح خود میں الحسن کے لیے کافی دشوار اور مشکل ثابت ہوگی!"
یہ بات جب امام محمدؒ کے کانوں تک پہنچی تو انھوں نے "الزیادات" تالیف کر ڈالی تاکہ
نہایت ہو جائے کہ اس طرح کے فرد وہ بھی نکال سکتے ہیں۔ اور کوئی فرد اپنی جگہ کتاب ہی دہن
ہو ایکیں اس کی تفریح امام محمدؒ کے لیے دشوار نہیں!

سیر البکیر

یہ کتاب امام محمدؒ کے اوخری موافقات میں سے ہے۔ ابو یوسفؒ کی کتاب "اس کے پس چلے گئے تھے

تب امام صاحب نے یہ کتاب تحریر فرمائی تھی۔

اہل ہندو میں اس کتاب کی اشاعت جو زمانہ اور سماعیل بن قزہ قزوینی کی موت کی بنا پر خوب خوب ہوئی۔ فیلیف ہارون الرشید کو بھی یہ کتاب حد درجہ مرغوب تھی، اس کے ہاتھ کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس نے اپنے دوڑوں بیٹوں امین الرشید اور یامون الرشید کو بھی اس کی سماعت کا حکم دیا۔ اور انہوں نے سماعت کی۔
واقعہ یہ ہے کہ اس کتاب کی قدیم قیمت حد بیان سے باہر ہے۔

شرح و حواشی

اس کتاب کی مسموعی شرحیں وقت کے علماء اور ائمہ نے لکھی ہیں۔
شرحیں کی شرح چار جلدوں میں (ہندو، ہندوستان سے شائع ہو چکی ہے۔
علامہ محمد النبیب البیتانی نے بھی اس پر بڑی نفیس تعلیق کی ہے۔ جس کا نام ہے "التیسرے البیر"
ابکیر یہ شرح شیخ الاسلام عارف مکت کے کتب خانہ (مدینہ منورہ) میں موجود ہے۔
ابکیر کے قلمی نسخے استنبول کے کئی کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں۔

غیر زبانوں میں ترجمے

"امیر الکبیر کے ترجمے بھی کئی زبانوں میں ہو چکے ہیں۔
ترکی زبان میں اس کا ترجمہ علامہ محمد النبیب البیتانی نے سلطان محمود خان عثمانی کے عہد حکومت میں کیا تھا تاکہ جو شریعت اسلام کے سپرد ہو سلا ماحکام جہاد سے بخوبی واقف ہو جائیں۔
یہ ترجمہ استنبول میں چھپا اور شائع ہوا۔

کتب سنی کی نایابیت

- جب ذیل چھ کتابیں :
 ۱۔ "المبسوط یا - المصنف"
 ۲۔ "السیر الصغیر"
 ۳۔ "الجامع الصغیر"
 ۴۔ "امیر المکرمہ"
 ۵۔ "السیر الصغیر"
 ۶۔ "الزیادات"
 وہ کتابیں ہیں جو امام محمد سے بطریق شہرت و تواتر مروی ہیں :
 امام محمد کی باقی ماندہ کتابیں ان سے بطریق اسناد مروی ہیں ، انہیں شہرت اور تواتر کا مرتبہ
 نہیں حاصل ہے ۔

الرقیت

یہ کتاب ان مسائل پر مشتمل ہے جن کی تفریع امام محمد نے اس زمانہ میں کی تھی ، جب وہ رقیب
 قاضی مقرر ہوئے تھے ۔
 امام محمد سے اس کی روایت محمد بن سمانہ نے کی ہے ، یہ امام صاحب کے ان شاگردوں میں
 تھے جو زندگی بھر اسناد کے واسطے علم سے وابستہ رہے اور کبھی جدا نہیں ہوئے ۔

کیسانیات

اس کتاب کی روایت امام محمد سے شعیب بن سلیمان الکلبانی نے کی ہے

طحاوی نے اس کی روایت شعیب بن سیدان الکلبانی سے کی ہے، انھوں نے اپنے والد سے اور انھوں نے امام محمد سے کی ہے۔
اس کتاب کو "امالیٰ قرار دیا جاتا ہے۔

کتاب خزائن اصغیہ

یہ کتاب مکمل طور پر کہیں موجود نہیں ہے اس کا ایک ٹکڑا، ریاست حیدرآباد دکن کے کتب خانہ اصغیہ میں اور ایک حیدرآباد دکن کے کتب خانہ دارۃ المعارف میں موجود ہے۔

یہ تقیم ہند سے پہلے ملک ریاست حیدرآباد نے علوم عربیہ و اسلامیہ کی تبلیغ و اشاعت اور ترویج کے سلسلہ میں جو کارنامے انجام دیے وہ تاریخ کا ایک بخش باب میں حقیقت یہ ہے کہ حیدرآباد نے علوم اسلامیہ کی نشر و اشاعت کے سلسلہ میں جس طرح بے دریغ روپیہ صرف کیا ہے جیسے جیسے جو اہر بارے منظر عام پر پیش کیے، اس میں مصر و مصری عرب، عراقی اور شام و عجم کی "عربی" حکومتیں اور عربی کے محقق و مباحثہ کے سلسلہ میں ساری دنیا سے برسرِ جنگ ہونے کو بتا دیں، اسی اس کی حریف نہیں بن سکتیں نہ اس سے آگے جانے کی جرأت کر سکتی ہیں، بلکہ میں تو ایک نظام اور آگے بڑھتا ہوں اور عربی کتابوں کو حدِ قیاسیہ کے روشن ترین زمانے یعنی خلیفہ دارون الرشید اور امین الرشید کے دورِ حکومت میں بھی علوم اسلامیہ کی خدمت اور ترویج و اشاعت کا کام لیتے، تبلیغ، شاندار اور یادگار میدان پر نہیں ہوا عرب کی وہ ایہ تازہ کتابیں جہاں حوالہ دے کر تاریخ کی کتابوں میں ملاحظہ کیا جائے، "اسلامی اور عربی" حکومتوں کو ان کی تلاش و جستجو سے نہ کوئی سروکار تھا، نہ وہ چسپی، ان کا کرداروں دو چارے کا بیٹ ہر طرف چھبہ ہر تھا، لیکن اس کے لیے ایک پیسہ بھی نہیں تھا، لیکن حیدرآباد کے غیر عرب، ایک شخص فرما دیتے تھے تیرہ سو روپیہ کی تحفہ کیا، اس کا رخ کر کے لیے وقف کر دیں، بے دریغ وہ پیسہ کام کے لیے صرف کر کے دینا کے کتب خانوں میں اس دور و تیاب کتابوں کا مزاج نکلا، اور ان کے نقول حاصل کئے (باقی ماستر برصغیر آئندہ)

الہجرات

امام محدث اس کتاب کی روایت علی بن صالح الحمرانی نے کی، لہذا اسے نام سے یہ کتاب معروف ہے۔

الہارونیات

یہ بھی امام محمد کی تالیف ہے اور مسائل شنیٰ پر مشتمل ہے اور فائدہ نافع کی حامل ہے۔

دگر مشہور مصنف کا لقب ماسنیہ، ان کا مقابلہ کرنا، تصحیح کرنا، اور پھر رقم خیر خرچ کر کے عالم عرب کے سامنے اپنی طرف سے ایک دینی عقیدت پیش کر کے اقبال کی زبان میں کہ دیا:

ہے قاعد میں نشاء سے اسے

قواء سے — ٹھکانے لگا دے اسے

آج حدیث اسیرت، تفسیر، فتاویٰ، فقہ، تاریخ اور اصول کی چابکدہ ہیں خیر سمری خدمات امام کے بار آور زہر طہارت سے آراستہ مگر معمولی قیمت پر پھر شخص کے ہاتھ تک پہنچ سکتی ہیں، نظام حیدر آباد دکن کی دہلی کے منظر ہر سے پیشتر، لاکھوں روپیہ صرف کرنے کے بعد بھی ان تک رسائی آسان نہ تھی، ان کا مسئلہ ممکن تھا۔

تاریخ کی یہ کتنی بڑی ٹریجنڈی ہے کہ حیدر آباد کو مہارت کی حکومت نے ختم کر دیا، ان تمام عبادتوں کے ادھر غم کر دیا جس نے حیدر آباد کے مفکر و تہجد سالک و انفرادیت کے سلسلے میں کئے تھے، لیکن عربی حکومتوں کے سامنے ہر شخص تک نہ آئی، "مسئلہ تہذیب کا استقبال، مسر، مسعودی، عربیہ اور عراقیہ ہر ملک کی مشن سے جوتا رہا، خیر کوئی مضائقہ نہیں، نظام کہہ سکتے ہیں۔

میں ناظر اذعن عارم خیار

مشق سزا پس من قاعد فاعلم عقیق

(خیر احمد جعفری)

کتاب النواذر

یہ امام حسین بن رستم کی روایت ہے۔
 کتاب النواذر، اور المبادیہ فی بعض کتب خادان کے مجموعہ نواذرات میں موجود ہیں اور واقعہ
 یہ ہے کہ مذکورہ دونوں کتابوں میں جو مسائل ہیں، وہ بھی نادر ہی ہیں!

الکسب

امام محمد کی ایک کتاب "الکسب" بھی ہے۔ یہ کتاب بھی تکمیل کو نہیں پہنچی تھی کہ امام صاحب کی
 وفات ہو گئی۔

لوگوں نے امام صاحب سے درخواست کی تھی کہ درج پر ایک کتاب تالیف کریں، انہوں نے
 جواب دیا میں تو بیعت پر ایک کتاب تالیف کر رہا ہوں!

مطلب یہ تھا کہ انسان اگر اپنی روزی جائزہ طور پر چلن چلنے کے ساتھ کہے گا، تو اس کی زندگی خود
 بخود درج و قفا کی زندگی بن جائے گی۔ چنانچہ لوگوں نے حسب اس پر عمل کیا، تو آپ نے یہ کتاب
 شروع کر دی، لیکن موت اس کے اتمام میں حائل ہو گئی۔

شخص الامیر رضی نے اس کتاب کی شرح لکھی ہے، جیسا کہ تاج العرجم میں مذکور ہے۔

دارالکتب المصریہ میں یہ کتاب نایاب کتابوں کے مجموعہ میں شامل ہے۔ اس کا نمبر ۱۱۱ ہے،
 یہ تقریباً حاتم اور فانی پر مشتمل ہے، اور مکاسب کے مباحث اس کا موضوع ہیں۔

اس کتاب کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ امام محمد کی اصل کتاب نہیں ہے بلکہ اس کی
 کتبیں ہیں، جو ابن سہاد نے کی تھیں، اس کی نسبت پر یہ عبارت درج ہے:-

"کتاب الاکتساب فی مہذوق المستطاب"

یہ گروہ نام ہے جو ابن سہاد نے اپنی کتبیں کا رکھا تھا۔

المناج واللیل

امام محمد بن الحسن کے نام سے یہ کتاب ابھی حال میں زیور طباعت سے آرہا ہے۔ لیکن دارالکتب المصریہ میں اس کا جو نسخہ ہے، اس پر مصنف کی حیثیت سے امام ابوحنیفہ کا نام درج ہے۔

ابن ابی عمیر کہتے ہیں کہ میں نے ابن ابی عمر سے، اور انہوں نے ابن سہام سے، اور انہوں نے امام حماد سے سنا کہ وہ اس کتاب "المناج واللیل" کے بارے میں جو لوگوں میں چل پڑی تھی، فرما رہے تھے کہ یہ کتاب ہماری تصنیف نہیں ہے، البتہ میری کچھ باتیں ضرور اس میں درج ہیں۔ ابن ابی عمر ان کہتے ہیں کہ اس کتاب کو اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ نے منہ کیا تھا، چنانچہ وہی کی کتاب "دغل العلم" پر میں نے جو تفسیق لکھی ہے، اس میں اس پر انگڑکی ہے۔

موطا امام محمد

امام محمد کی وہ کتابیں جن میں روایت حدیث کا حصہ غالب ترین حیثیت رکھتا ہے، کئی ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ اہم اور معزز "الموطا" ہے جس کی تدوین اپنی صاحب روایت امام مالک کے واسطے سے انہوں نے کی ہے۔

اس کتاب میں ایک ہزار سے زیادہ حدیثیں خود امام صاحب کی اضافہ کردہ ہیں، اور جو مرفوع آثار بھی مروی ہیں، ان سب کی روایت امام مالک سے کی گئی ہے۔ اس کتاب میں ۵۰۰ کے قریب ایسی حدیثیں ہیں جو امام مالک کے سوا کسی اور عالم یا جالسین شیعہ سے مروی ہیں۔ یہ موطا امام محمد بن الولید الباقی کے مسومات میں سے ہے جو ابو ذر العروبی سے سماعت شدہ ہے۔ جیسا کہ ان کی شرح موطا کے نسخہ میں "ارج ۲ - ص ۴۰۰" مذکور ہے۔

اس کتاب کے باعث موطا امام محمد کی نشر و اشاعت اوس میں ہوئی، اور موطا کے اسانید بہ

دوسرے امام محمدؒ ہمارے شیوخ کے اثبات میں کافی مہر و طور پر بیان کرتے ہیں۔

اس موٹا کی اہمیت پر ہم گذشتہ صفحات میں گفتگو کر چکے ہیں، جب امام مالک کی طرف امام محمد کے سفر کا ہم نے ذکر کیا ہے۔

موٹا امام محمد کی کئی شخصیں لکھی گئی ہیں جن میں سے چند کا ہم ذکر کرتے ہیں۔

(۱) علی القاری کی شرح موٹا۔

(۲) البہری، شارح "الاشباہ" کی تحریر کردہ شرح موٹا۔

(۳) عثمان الکشافی کی لکھی ہوئی شرح۔

شرح و حواشی

موٹا امام محمدؒ (مستحق ہندوستان میں کئی مرتبہ شائع ہو چکا ہے۔ اس پر علامہ عبدالحی نکھنوی (دفرقی مغل) کی تفسیل موجود ہے۔ جو بڑے بایہ کی چیز ہے۔

علامہ عبدالحی کی غلط فہمی

لیکن علامہ عبدالحی نکھنوی (دفرقی مغل) نے اپنی شرح میں ایک حدیث شامل کی ہے، جو ابوعلی کے نسخہ کے حاشیہ میں موجود ہے۔ یہ حدیث قرآنہ خلف الامام سے مستثنیٰ ہے، جو شیخ ابوعلی کی عمر المروری سے (تا آخر سند) مروی ہے۔

لیکن اس مسئلہ کے رجال میں، علامہ عبدالحی نکھنوی (دفرقی مغل) سے چوک ہوئی ہے، انصاریہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ ابوعلی وہ ہیں جو امام محمد بن الحسن کے پیش ہیں۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ امام محمد بن الحسن کا اس حدیث سے کوئی تعلق نہیں اور یہ ابوعلی درحقیقت محمد بن احمد بن حسن القنوت ہیں جو چوتھی صدی ہجری کے رجال میں سے ہیں، ملاحظہ ہو ان کے شیخ مروزی کا تذکرہ تاریخ خطیب میں (ج ۱۲ ص ۹۲) یہ حدیث درحقیقت بیس سے پہلی ہے اور اس کا مذکورہ نسخہ میں داخل ہو جانا کسی

کاتب کی غلطی ہے، اور اس کا جو نسخہ لکھائی کے نسخہ سے مشقول ہے، وہ دارالکتب المصریہ میں محفوظ ہے۔ اس کا نمبر ۴۲۹ م ہے اور یہی صحیح ترین نسخہ ہے۔

اسی طرح علامہ عبدالحی لکھنوی (فرشتی علی) نے مسند قاعدہ کے سلسلہ میں شبہی کی جو حدیثیں بیان کی ہیں، وہ بالکل صحیح غلطی ہوئی ہے۔ اس کا سلسلہ روایت یوں ہے: ”محمد کہتے ہیں کہ ہم سے بشر نے، وہ کہتے ہیں ہم سے احمد نے، وہ کہتے ہیں ہم سے اسرائیل نے حدیث بیان کی کہ“

اسناد کی گفتگو

معلوم ہونا چاہیے کہ اس سند میں جن محدث کا ذکر ہے، وہ ابو علی الصوفی ہیں، اور بشر، ابو علی کے شیخ بہترین موسیٰ الاسدی ہیں۔ جو مؤطا امام محمد کے راوی ہیں۔ اور احمد، احمد بن محمد بن اسود ہیں، جو امام محمد کے اصحاب میں سے تھے، اور ان سے مؤطا کے راوی ہیں۔

اور اسرائیل، امام محمد بن الحنفیہ کے ایک شیخ ہیں۔ امام محمد نے احمد اور اسرائیل کے درمیان راوی کو موقوف کر دیا، جیسا کہ اس کتاب کے دوسرے نسخہ سے جو دارالکتب المصریہ میں محفوظ ہے، اس کا نمبر ۴۲۹ م ہے۔ کاتب نے یہاں انکی متأخرین رواۃ کا نام امام محمد کے واسطے سے داخل کر دیا، جیسا کہ ائمہ میں سے اکثر کا معمول ہے۔ مؤطا امام محمد کے رجال پر مقررہ قاسم الحافظ نے ایک کتاب بھی تالیف کی ہے۔

المنہج

امام محمد کی کتابوں میں ایک کتاب ”المنہج“ بھی ہے جو ”المنہج“ کے نام سے معروف و مشہور ہے اس کا رد امام ”علی بن الاحمد علی اہل المدینہ“ ہے یہ باری کتاب تو دستیاب نہ ہو سکی، لیکن ایک تراجم ہماری نظر سے گذر رہا ہے جو ”منہج“ ہندو

سے شائع ہوا تھا۔ اس واقعہ کو ایک حدیث گزربھی ہے، یہ روایت کے نسخہ "محمود" سے نقل کیا گیا تھا۔

کتاب الآثار

امام محمد کی ایک اور کتاب "الآثار" بھی ہے۔ اس میں جو حنیفہ سے احادیث مرفوعہ و موقوفہ کی روایت کی گئی ہے، نیز احادیث مرسلہ کی روایت بھی امام ابو حنیفہ سے کی گئی ہے۔ اس میں ایک نقل سے بھی جو طریقہ عراقیہ کے شیخ نائے جاتے ہیں، بہت سے مرویات موجود ہیں، کچھ تھوڑی سی روایتیں امام ابو حنیفہ کے علاوہ کم و بیش میں مشیوخ سے اور میں یہ کتاب حدود مفید اور نافع ہے، ہمارے مشائخ اس کی طرف خصوصی توجہ کرتے رہے ہیں۔ کیونکہ اس میں ایسی روایتیں موجود ہیں جن سے ان کے مسلک کی تائید و توثیق ہوتی ہے۔

اس سلسلہ میں ابن حجر نے ایک کتاب تالیف کی ہے جس کا نام "الایثار بمعرفۃ رواۃ الآثار" ہے جس میں کتاب الآثار کے راویوں سے بحث کی گئی ہے۔

مسند ابی حنیفہ

امام محمد کی کتابوں میں ایک اور بے حد اہم اور مفید و نافع کتاب "مسند ابی حنیفہ" ہے جو نسخہ امام محمد کے نام سے معروف ہے۔

اجتہاد الرائے

یہ بھی امام محمد کی تالیف ہے، محمد بن اسحاق الزہری نے اپنی کتاب "الغزست" میں اسے امام محمد کی تصانیف میں شمار کیا ہے۔

الاستحسان

یہ بھی امام محمد کی ایک معرکہ آسا کتاب ہے۔ ابن خزم نے اپنی غزست میں اس کا ذکر بھی کیا ہے۔

اور اسے امام محمد کی تصانیف میں شمار کیا ہے۔

الحضال

یہ بھی امام محمد کی کتاب ہے، اسے بھی ابن عذیم نے اپنی فہرست میں درج کیا ہے۔ اور امام محمد کے مصنفات میں شمار کیا ہے۔

الرجوع الی المدینۃ

امام محمد کی کتابوں میں اس کا شمار بھی ہوتا ہے۔
ابن عذیم نے اپنی فہرست میں اس کا ذکر بھی کیا ہے۔

اصول الفقہ

یہ امام محمد کی نہایت اہم اور معرکہ آرا کتابوں میں شمار کی جاتی ہے، اور لہجہ موضوع پر صرف آخر کی حیثیت رکھتی ہے۔

دعویٰ کیا جاتا ہے کہ اصول فقہ میں سب سے پہلی کتاب امام شافعی نے لکھی جو "الام" کے نام سے مشہور ہے۔ لیکن اس دعویٰ کی تردید میں جوزہذہ اور ناقابل تردید ثبوت پیش کیا جاسکتا ہے اور امام محمد کی اصول الفقہ ہے۔

اسی طرح امام ابو یوسف بھی اس موضوع پر امام شافعی سے پہلے قلم اٹھا چکے ہیں۔ جیسا کہ علامہ غفرلہ نے ذکر کیا ہے۔

اور امام ابو حنیفہ کی کتاب "الرقع" سے تو سب ہی واقف ہیں۔ اور اس کے تقدیم سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ بلکہ اس کتاب کی اہمیت اور افادیت کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ، اور وہ ابن السیتم سے اس کے اصولوں کی دعوت کرتے ہیں۔ جیسا کہ ابن جبر اللہ کی

کتاب "صلہ" کے مطالعہ سے اچھی طرح معلوم کیا جا سکتا ہے۔

اجہالی خاکہ

ادراق گزارشتہ میں، امام محمد کی تصانیف و کتب کا ایک اجمالی خاکہ اور ان پر مختصر سا تبصرہ پیش کیا گیا ہے، جس کی حیثیت تعارف سے زیادہ نہیں۔

لیکن ان کتب و مصنفات کی فہرست و تعارف سے یہ اندازہ ہو گا کہ امام صاحب نے کتنے متعدد اور متنوع قسم کے موضوعات پر غامض فرسائی کی ہے۔ اور کیسے پیچیدہ اور کٹھن عنوانات پر بحث و گفتگو فرمائی ہے۔ صرف ان کتابوں، اور ان کے متعدد و متنوع موضوعات سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ قدرت کی طرف سے امام صاحب کس غضب کا زمین اور دماغ ملے کر آئے تھے۔

کتابیں دوسرے ائمہ نے بھی لکھی ہیں، ائمہ احناف، شافعیہ، مالکیہ، اور حنابلہ کے اماموں اور محدثوں نے بھی، ان سب کی کتابیں دیکھ لیجئے، ان کے عنوانات اور موضوعات کا تجزیہ کر لیجئے، ان کے مباحث اور مندرجات کو ٹٹول لیجئے، آپ یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہوں گے کہ اس میدان میں بھی امام محمد اپنے معاصرین سے کہیں آگے نظر آتے ہیں۔ انہوں نے جسیں موضوع پر بھی قلم اٹھایا ہے، اس کا حق ادا کر دیا ہے۔ خواہ وہ تبصرہ ہو یا حدیث، نثر ہو یا صرف فقہ ہو یا اصول، اور یہی ان کے عمیق روی ہونے کی سب سے بڑی اور زنی دلیل ہے۔

ذَلِّلْتُ فَضْلَ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ

تحقیق و تخیص اسناد و رواة

امیند اور راویوں پر ایک نظر

کسوٹی

وہی کتابیں ہیں، خاص طور پر حدیث کی کتابوں میں سلسلہ مستند اور روایت کرنے والوں کی چڑی اسمیت حاصل ہے، لیکن نگہ بینر اس کے اندازہ ہی نہیں ہو سکتا کہ روایت کس پایہ کی ہے؟ قابل قبول ہے یا قابل رد؟

امام محمد کی اہم اور معرکہ آرا کتابوں کے اسانید و روایات پر اس نے نظر ڈال گئی ہے تاکہ اندازہ ہو سکے کہ ان کی اسمیت اور پایہ اعتقاد کیا ہے؟ — :

امام محض کے مصنفات و کتب کے اسناد

ایک تحقیقی اور غار مطالعہ

امام محض کی کتابوں اور خاص کر "الآئندہ"، "المستند"، "المکمل"، اور "المصوب" کے اسانید بحیثیت معاجم و انتاجات میں موجود ہیں، مجال المعیری پہلے زمانہ میں اس اعتبار سے منفرد تھے کہ انہوں نے اسناد کی روایت بگوش خود، حسن بن منصور، لاؤ زہدی سے، انہوں نے فخر الحسن المرینیانی سے، انہوں نے اپنے چچا ابو القاسم محمد بن عبد العزیز سے، انہوں نے شمس لاؤ زہدی سے روایت کی ہے، اور یہ اسانید کتب سند میں معروف و موجود ہیں۔

امام اسانید کی روایت المعیری سے سلیمان لاؤ زہدی نے، ان سے شمس السروی نے، ان سے مصطفیٰ عبد المکرم العلی نے، ان سے عبد القادر القرشی نے، ان سے قاضی لازبن المرانی نے، ان سے عیسیٰ بن محمد طبرانی نے، ان سے ابیران الکبریٰ، ان سے سراج المماون، ان سے ان کے بیٹے محمد اور ان سے الفیزارمی نے کی ہے۔

ہمارے مشائخ کے اسناد اثبات میں متون ہیں، لیکن کوئی حرج نہ ہوگا اگر ہم اپنے ہی سارے
کی طرف اشارہ کر دیں جو امام احمد کی کتب مذکورہ کے ہیں :

کتاب الآثار کے اسناد

اس کتاب کے اسناد یہ ہیں۔

بمجموع الامازہ :-

- علامہ ابو الاصلاح علی بن زین العابدین بن موسیٰ القاسمی
- عن استاذ الامازہ احمد شاکر بن قسطل القاسمی
- الخازن محمد غالب القاسمی
- سلیمان بن الحسن الکوری
- المعمری الحسن بن یوسف بن اسماعیل
- المحدث الفقیر محمد بنیت اللہ البعلی النابی، المتوفی ۱۲۲۳ھ

دوسری سند : (توقل)

اشیاء عالمیہ بمجموع الامازہ :-

- انانا المحدث رشخ الحسن بن عبداللہ القسطنطینی
- احمد خازم النور شری
- علامہ محمد اسعد امام زادہ
- محمد بنیت اللہ البعلی
- صالح بن ابرہیم الجبیل
- محمد بن علی المکبیتی

• ابو الصبر ابوب بن احمد المرشقي

• ابراهيم بن محمد الاعدب

• حافظ محمد بن طو لوي

• ابو بكر محمد بن ابي بكر بن ابي عمر

• ابو الحسن علي بن هنادي

• ابن الجوزي

• ابن البطي

• ابن خيرون

• الصميري

• ابواسحاق ابراهيم بن احمد الطبري

• ابو بكر الرازي

• ابو حامد عمر بن قاسم سيار

• ابو سليمان الجوزي

• امام محمد بن الحسن الشيباني

• ابيك دور سنه :

• بقراءة اولئك و اجابة الهادي من :-

• ابيان محمد صالح الادي

• الشيخ قانع

• عبد الفتحي الدجوي

• محمد حبيب السندي (السند)

محمد عابد السندی، ہندو الذکر فی حصر اشعارہ الطریق ابن عمر بنی حنفیہ البکیر البخاری

عشرہ !

منہج محمد بن سنان

”مجموع الاجازۃ السندی ابن طولون“

• عن ابن عبد اللہ محمد بن احمد بن ابی عمر

• ام محمد عائشہ بنت محمد الحمیری

• ابی النجاشی یوسف المزنی الحافظ

• ابن البخاری

• ابن الجوزی

• ابن المطی

• الحسن بن محمد الحمیری

• ابی بکر محمد الحمیری

• جدہ عمرو بن ابی عمرو

• محمد بن الحسن الشیبانی

ایک اور سند یہ ہے :-

صالح البیہقی

عن ابیہ

الخیر الرئی

• محمد بن مسلمہ عمر الحافظی

مولف السيرة الشامية محمد بن يوسف الصالح المرافقة — باسانيد المذكورة ودر عقيد
 البهائم في مناقب ابي حنيفة النعمان
 تيرابن جبرئیل، اپنی کتاب "المعجم المفهرس" میں

• موطا امام محمد

• القامحار

• السیر المکرم

میں اپنے اسانید بھی ذکر کئے ہیں۔

الموطا کے اسانید

امام محمد بن الحسن کی روایت سے "الموطا" کے اسناد "مجموع الاہوازہ بالسند" ابن عمر بن
 حسب ذیل ہیں :-

• حسن ام عبدالرزاق خذرجی ابنہ عبدالحکیم

• ام عبداللہ عائشہ ابنہ محمد بن عبدالملک بن

• البخار

• ابی الحسن محمد

• ابن خیروی

• ابی الحسن علی بن الحسن بن ایوب

یہ دونوں کہتے ہیں کہ :-

• ابنا ابو طاهر عبدالغفار بن محمد بن جعفر الموطا

• ابو علی محمد بن احمد بن الحسن الصفوان

• ابو علی محمد بن احمد بن الحسن الصفوان

• ابو علی محمد بن احمد بن الحسن الصفوان

• ابو علی محمد بن احمد بن الحسن الصفوان

• ابو علی محمد بن احمد بن الحسن الصفوان

• ابو علی محمد بن احمد بن الحسن الصفوان

ابو علی بشر بن سنان بن صالح اللہادی

ابو جعفر احمد بن محمد بن مہران ہمدانی

محمد بن الحسن شیبانی، رحمہ اللہ

کتابت کے اسناد

کتابت سے میری مراد حسب ذیل کتابوں سے ہے :-

(۱) الجامع الصغیر

(۲) الجامع الکبیر

(۳) امیر الصغیر

(۴) امیر الکبیر

(۵) المبیوط

(۶) الزیادات

یہ کتب کی روایت "مجموع اجازات" بالسند الی صالح البیہقی ہیں ہے :-

• سعد بن عبد القاسم النخاس

• محمد بن عبد القادر المقرئ

• اسراج عمر الحارثی

• محمد بن جواد ہاشمی

والفہرہ ما مشہور گذشتہ سے آگے) اور ان سے ابو الولید البیہقی نے شاعت کی (مغربی (مغربی)

میں اس کتاب کی شاعت و نشر و ترویج کا ذکر یہی ہے

- ابی الخیر محمد بن محمد الطوسی
- محمد بن محمد بن محمد علی الحمری
- والدہ
- قوام الدین الاتقانی
- امین بن علی السعفی
- حاکم الدین محمد بن محمد بن نصر النجاشی
- محمد بن عبد الستار الکرمی
- میران صاحب البدایہ
- ابی الفضل عمر الشفی
- احمد بن عبد اللہ القزوینی
- امیر عبد اللہ بن حمزہ
- محمد بن ابی سعید
- ہمدہ یعقوب
- ابی سلیمان موسیٰ بن سلیمان الجوزجانی
- امام محمد بن الحسن مہر اللہ

السیر الکبیر کے اسناد

بطریق اسماعیل بن توبہ خاصہ

بالسند الی صاحب البدایہ :-

- علی تاج الدین احمد بن عبد العزیز بن عمر
- شمس الاسلام ابی بکر محمد بن علی بن الفضل الزہجری

- شمس الامراء العلماء
- ابی علی النسفی
- ابی ابراهیم اسحاق بن محمد بن محمد بن الملبی
- ابی محمد الحارثی
- ابی محمد السمنانی
- اسماعیل بن قویہ القزوینی المودب
- الامام ابی عبد اللہ محمد بن الحسن الشیبانی رضى الله عنه

حضرت امام محمد کے اسانید کو، دوام بخشنے، اور ان کے علوم عالیہ و نافعہ کو ہمیشہ ہمیشہ قائم اور باقی رکھنے اور ہمیں ان کے علوم اور فضل و کمال سے زیادہ سے زیادہ، حصولِ برکت اور حصولِ نفع کا موقع عطا فرماتے۔ تاکہ وہ برکتیں جو امام محمد کی کتابوں اور ان کے علم و فضل، اور کمال و صفات اور اجتہاد و تحقیق سے ہم پر نازل ہوئی تھیں، ان کے نزول و قیام کا سلسلہ تا قیامِ ہر دم قیامت جاری رہے!

وہابیہ

- شمس الامراء العلماء
- ابی عبد اللہ محمد بن الحسن الشیبانی
- ابی عبد اللہ محمد بن الحسن الشیبانی
- ابی عبد اللہ محمد بن الحسن الشیبانی
- ابی عبد اللہ محمد بن الحسن الشیبانی

مَوْتِ الْعَالَمِ مَوْتِ الْعَالَمِ

— "مام محمد کی زندگی علم کی زندگی تھی، ان کی موت علم کی موت تھی۔ خلیفہ
ابوعلی مرشید نے قلعہ میں ان کی وفات کے بعد باجسم تڑپ ہی تو کیا
نہا،

"آج ہم قلعہ میں قلعہ کو دفن کر دیا۔"
وقت یہ ہے کہ امام محمد کی وفات کے ساتھ فن قلعہ ہی مر گیا۔ ان کی وصیت
علم و نظر کی مثال پر کسی نعل سکی!"

امام محمدؑ کی وفات

امام غوث بن الحسن کی ولادت مسئلہ میں ہوئی تھی، جیسا کہ ابن ابی العوام، ابن سعد اور خطیب وغیرہ بیان کیا ہے۔ اور یہ روایت کہ امام صاحب کی ولادت مسئلہ میں ہوئی تھی غلط ہے۔ امام صاحب کی وفات مسئلہ میں ہوئی ابن سعد، خطیب، اور ابن ابی العوام وغیرہ بیان کرتے ہیں۔ اس پر متفق ہیں۔ ابن ابی العوام کی ایک روایت میں سال وفات مسئلہ بیان کیا گیا ہے، یہ غلط ہے۔

وفات

ابو عبد اللہ العسکری کہتے ہیں کہ میں مروانی سے اور انیس ابراہیم بن محمد بن عروذ کوفی سے معلوم ہوا کہ امام محمدؑ کا انتقال ہوتے میں ہوا۔ یہ واقعہ مشہور ہے۔

یہ کہانی عربی لغت، قواعد کاتبہ، امام حاکم اس فی میں مرتبہ امامت سے حاصل تھا۔

ہارون کا ماتم

امام محمد اور کسائی کی خبر روایات میں کہ خلیفہ ہارون الرشید نے حدود جو اضطراب الم کے

ساتھ کیا۔

”آج ہم نے دے میں نقاد عربی دہاں دہاں کو دفن کر دیا!“

تدقین

پہلے امام محمد کا انتقال ہوا اس کے دور میں کسائی نے سفر آخرت اختیار کیا۔

— ایک روایت یہ بھی ہے کہ امام محمد اور کسائی دونوں کا انتقال ایک ہی دن ہوا۔

مکحولی کے خلاف میں ہے کہ ابو الحسن علی بن موسیٰ نقی کہتے ہیں کہ

امام محمد علیہ السلام سے متصل جلیل طبرک کے مقام پر دفن ہوئے ہشام بن عید اللہ

الروسی کے مکان سے بالکل قریب ایک گھر وہ انہی کے ہاں مقیم تھے۔ محمد کسائی ایک قریب میں جس کا نام

انجور ہے اور جن کے گئے جلیل طبرک اور برہنہ کے مابین چار فرسخ کا فاصلہ ہے اور عجیب ہے

ہے کہ امام محمد اور کسائی دونوں کے مقام دفن سے خلیفہ ہارون الرشید کے مسکن (مجاذلی) کا

فاصلہ چار ہی فرسخ تھا۔

عالم ترشح میں گریہ

دعائے میں امام محمد کے آئے کا سبب یہ تھا کہ خلیفہ ہارون الرشید روافض بن ابیہٹ بن نصر بن ہزار

سے متنازع کرنے کے ارادہ سے سرقند کی طرف کوچ کر رہا تھا اور امام صاحب اس کے ساتھ تھے۔

وہیں نے چھ کتابیں میں ابوس بن عبد الوہابی کی وہایت ابو علی بن محمد کے واسطے سے ان تک

پہنچی تھی، ان میں بیان کی ہے کہ

وہ داری شخص و ہشام بن عبدالمطلب امام محمد کا بڑا بیٹا تھا، اسی
کے گھر میں ان کا انتقال ہوا۔ ہشام کا بیان ہے کہ امام محمد پر جب روح کا نام
طاری تھا، میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ وہ بے سانس تھے کہنا:
”اس علم بفضل کے بعد بھی آپ سوچتے ہیں؟“
امام محمد نے جواب دیا:

”ہاں ہر روز میں کوئی خدائے مجھ سے سوال کیا کر کہیں نے محمد تم سے
کہیں کہتے تھے؟ کیا میرے سامنے میں جہل کو کھٹکے تھے؟ یا میری رعایتی
حاصل کرنے کے لیے؟“ تو میں کیا جواب دوں گا؟
اس کے بعد امام صاحب کا انتقال ہو گیا۔ اور وہ اپنے رب سے
جاملے!“

نواب میں ملاقات

مصری کہتے ہیں کہ ہم سے عمر بن ابراہیم نے اور ان سے مکرم نے ان سے محمد بن عبد السلام
نے ان سے سلیمان بن داؤد بن کثیر الباطنی، اور عبد النواب بن عینی نے بیان کیا کہ ہم سے احمد بن محمد
بن ابی رطائے کہا کہ میرے والد فرما رہے تھے۔

”میں نے امام محمد بن الحسن کو ایک روز خواب میں دیکھا، میں
نے ان سے سوال کیا،

”آپ کے رجب آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟“

امام محمد نے فرمایا:

”خدا نے مجھ پر ترے جیسے جنت میں فرمایا، اور کہا:

”تجے میں نے علم کی مٹھالی بٹولا ہے، تجھے میں عذاب نہیں دیتا۔“

میں نے امام محمد سے یہ سنا،

یہ بتائیے۔ نام جو پرست کے ساتھ ہے، رب نے کیا برتاؤ کیا

ہام صاحب نے جواب دیا،

”وہ مجھ سے ایک درجہ اور جنت میں مقیم ہیں“

عبدالله بن محمد بن عبد الوهاب

”لہذا ہم یہ فیصلہ لگایا حال ہے؟“

مفتی محمد رفیع

”وہ اعلیٰ نہیں میں میں۔“

- دنیا بٹ جانے والی ہے، یہاں کی چیزوں کو دوام اور ثبات حاصل نہیں ہے۔
- آج جو مسرت و نشاط کی کار فرمائی نظر آتی ہے یہ بھی باقی نہیں رہے گی، ایک دن فنا ہو جائیگی۔
- موت ہے، کوئی شخص بھی کس طرح نہیں بچ سکتا۔
- جس نے اس دنیا میں قدم رکھا ہے، وہ عروسِ مرگ سے ضرور ہلکد ہوگا۔
- کیا تم نہیں دیکھتے کہ بڑھا پا جب آجاتا ہے تو بلا میں اپنے ساتھ لے جاتا ہے۔
- اور جو انی جب ایک مرتبہ چلی جاتی ہے تو سچ کچھ واپس نہیں آتی۔
- تیرے پاس بھی وہ خبر آنے والی ہے جس نے گزشتہ صدیوں کو قاتل کے گھاٹے آنا دیا، اور انھیں خدا تعالیٰ بنا دیا۔

- تو بھی تیار ہو جا، موت تیرے پاس جلد ہی آنے والی ہے۔
- مجھے قاضی القضاۃ امام محمد کی وفات کا غم ہے۔
- میری آنکھوں سے آنسو بہ رہے ہیں۔ اور میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہے۔
- مجھے اس بات کا غم بھی ہے کہ تو اس جوابِ قافی سے رخصت ہو چکا، مگر،
- اب جو مشکل مسائل و پیش آئیں گے، ان کی وضاحت کون کرے گا؟
- دنیا کے ہر نطف اور ہر لذت سے میرا دل بیزار ہو چکا ہے۔
- میری آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، اور ان پر خوابِ حرام ہو گیا ہے۔
- وہ ایسے عالم تھے

- کہ دنیا میں ان کا کوئی غم باقی نہ رہا تھا اور ہم مرتبہ نہیں
- اس کے کہہ کرے میرا غم اور پڑھ جاتا ہے، اور میرا دل ڈوب جاتا ہے۔
- حالانکہ میں جانتا ہوں موت آنے والی ہے۔

اب تم آگے بڑھنے سے رکنا ہے۔ آئیے دعا کریں کہ خدا تعالیٰ اپنے خواہرِ رحمت میں جگہ دے
 ہم نے اس کے بندوں کو علمِ حق کے سرور و حکم سے واقف کیا۔ وہم کیما نشتہ فیہ
 و ہم کیما نشتہ فیہ وہم کیما نشتہ فیہ

۱) قرآن مجید، مکتبہ دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۶۶ء

۲) ۱۹۶۶ء، ۱۹۶۶ء، ۱۹۶۶ء

۳) مختصر قرآن، مکتبہ دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۶۶ء

۴) ۱۹۶۶ء، ۱۹۶۶ء

۵) قرآن مجید، مکتبہ دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۶۶ء

۶) ۱۹۶۶ء

۷) قرآن مجید، مکتبہ دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۶۶ء

۸) ۱۹۶۶ء

۹) قرآن مجید، مکتبہ دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۶۶ء

کتابیات

اس کتاب کی ترتیب میں میں کتابوں سے مدد لی گئی ہے، اور مختلف مقامات پر جن کا حوالہ دیا گیا ہے، ذیل میں ان کی فہرست صرف تہی کے اعتبار سے درج کی جاتی ہے، ہر کتاب کے نام کے نیچے کی سطریں ان صفحات کا حوالہ دیتی ہیں، جن سے مواد حاصل کیا گیا ہے۔

۱۰) ۱۹۶۶ء

۱۱) قرآن مجید، مکتبہ دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۶۶ء

۱۲) ۱۹۶۶ء

۱۳) قرآن مجید، مکتبہ دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۶۶ء

۱۴) ۱۹۶۶ء

۱۵) قرآن مجید، مکتبہ دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۶۶ء

۱۶) ۱۹۶۶ء

۱۷) قرآن مجید، مکتبہ دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۶۶ء

۱۸) ۱۹۶۶ء

الف

۱) الآثار، الامام محمدؐ

ص ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹

۲) اجتہاد، الامام محمدؐ

ص ۶۸

۳) احسن التفسیر

ص ۲۰

(١٥) الاماني، الاماني يوسف،

ص ٣٨٠، ٣٩٠

(١٦) الام، الشافعي

ص ٣٠، ١٩٠، ٢٣٠، ٢٤٠، ٢٥٠

(١٧) الاستقار في مسائل الشافعي، لابن عبد البر،

ص ١٥٠، ١٦٠، ١٧٠، ١٨٠، ١٩٠، ٢٠٠، ٢١٠، ٢٢٠، ٢٣٠، ٢٤٠، ٢٥٠

(١٨) الانساب لابن السمان،

ص ٢٩٠

(١٩) الاوسط، لابي حنيفة

ص ١٩٠، ٢٢٠

(٢٠) الاخبار، بغير رواية الآثار، لابن حجر،

ص ٦٤

(ب)

(١) البحر المحيط لعبد الزر كشي،

ص ٢٣٠، ٢٤٠

(٢) البرهان للامام الحرمين

ص ٦٣٠

(ت)

(١) تاريخ بغداد، الخطيب،

ص ١٥٠، ٢٨٠، ٣٣٠، ٣٤٠، ٣٥٠، ٣٦٠، ٣٧٠، ٣٨٠، ٣٩٠، ٤٠٠، ٤١٠، ٤٢٠، ٤٣٠، ٤٤٠، ٤٥٠، ٤٦٠، ٤٧٠، ٤٨٠، ٤٩٠، ٥٠٠، ٥١٠، ٥٢٠، ٥٣٠، ٥٤٠، ٥٥٠، ٥٦٠، ٥٧٠، ٥٨٠، ٥٩٠، ٦٠٠، ٦١٠، ٦٢٠، ٦٣٠، ٦٤٠، ٦٥٠، ٦٦٠، ٦٧٠، ٦٨٠، ٦٩٠، ٧٠٠، ٧١٠، ٧٢٠، ٧٣٠، ٧٤٠، ٧٥٠، ٧٦٠، ٧٧٠، ٧٨٠، ٧٩٠، ٨٠٠، ٨١٠، ٨٢٠، ٨٣٠، ٨٤٠، ٨٥٠، ٨٦٠، ٨٧٠، ٨٨٠، ٨٩٠، ٩٠٠، ٩١٠، ٩٢٠، ٩٣٠، ٩٤٠، ٩٥٠، ٩٦٠، ٩٧٠، ٩٨٠، ٩٩٠، ١٠٠٠

(٢) تاريخ اسماء، لابي شيخ،

ص ٢٢٠

(۳) تاریخ جرجان

ص ۳۲۰

(۴) تاریخ ابن جریر

ص ۱۴۰

(۵) تاریخ دمشق لابن عساکر

ص ۴۱

(۶) تاریخ الرک

ص ۳۲۱

(۷) آثار تاریخ و اعلیٰ لابن یعقوب

ص ۷۷

(۸) تاریخ قزوین

ص ۳۲۱

(۹) تاریخ مرو

ص ۳۲۱

(۱۰) تاریخ نیشابور

ص ۳۲۱

(۱۱) تاریخ الکبیر لغزینی

ص ۳۱۰

(۱۲) التخیل فی الاصول صمد علی بن محمد

ص ۴۰

(۱۳) تاریخ احوال و احوال الرافعی لابن حجر

ص ۲۵۰

(۱۳) ترجمۃ السیر الکبیر لحد النیب العینتانی

ص ۶۴۰

(۱۴) تجیل النفقة لابن حجر

ص ۵۹

(۱۵) التعلیق المجد علی موطاء محمد

ص ۶۶۰

(۱۶) التعلیق لمسعود بن شیبہ

ص ۳۵

(۱۷) توالی التامیس بمالی ابن ادریس لابن حجر و مناقب الشافعی

ص ۳۳۰، ۳۴۰، ۳۶۰، ۳۸۰، ۳۹۰

(۱۸) تنذیب الاسرار والصفات الغزوی

ص ۵۹۰

(۱۹) التیسیر علی السیر الکبیر لحد النیب العینتانی

ص ۶۴۰

(ج)

(۱) جامع البحاری

ص ۴۰

(۲) الجامع المتوفی

ص ۵۱

(۳) الجامع لمرب بن اسماعیل

ص ۵۲

کتاب

(10)

- (۱) البحر على اهل المدينة (البحر) محمد بن الحسن
ص ۶۰، ۳۰، ۴۳، ۳۸، ۶۵
- (۲) كتاب البحر الكبير في الرد على قديم الشافعي لعيسى بن ابي
ص ۱۰، ۲۸، ۴۹
- (۳) كتاب البحر الصغير في الرد على عيني الماشي لعيسى بن ابيان
ص ۱۰، ۴۸، ۴۹
- (دوم) البحر والقديم للشافعي
ص ۳۳، ۴۸، ۴۹

(七)

- (١) الخصال لمحمد بن الحسن
ص ٦٤

(ذ)

- (۱) ذم الكلام للابن اسماعيل المروزي
ص ۱۳۰، ۳۳
- (۲) ذيل طبقات المالكيين، (نيل الاقبالي)
ص ۱۹۰

(v)

- (۱) کتاب الاسماء الحائریہ
ص ۱۰۰

(٢) رجال آثار، الإمام محمد، المطبوعات قاسم الحافظ

ص ٦٤٠

(٣) رجال منوط للإمام محمد، المطبوعات قاسم الحافظ

ص ٦٦٠

(٤) رحلة الشافعي، رواية البيهقي

ص ٢٨٠

(٥) رحلة الشافعي، رواية البطين

ص ٣١٠

(٦) الرد على جدي الشافعي، الشافعي، بكار بن قتيبة

ص ٢٨٠

(٧) الرد على الخليل، دهم المصيب، للملك المنعم

ص ٦٣٠

(٨) الرد على القديري، لابي حنيفة، ص ١٩٠

(٩) الرد على المرسبي، الشافعي، في الرد على قبل الاخبار لعيسى بن امان

ص ٢٩٠

(١٠) الرسالة في اصول الفقه، الشافعي

ص ١٣٩

(١١) رسالة الى حنيفة بن عثمان، الشافعي، في الرد على

ص ١٩٠

(١٢) الرقيات، رواية ابن ساعد، عن محمد بن الحسن

ص ٦٣٠

(ن)

(١) زغل العلم، للذهبي،

(٢) ص ٦٥

(٣) الزيادات، لمحمد بن الحسن

ص ٦٣، ٦٤، ٦٥

(٤) زيادة الزيادات لمحمد بن الحسن

ص ٦٣

(س)

(١) السفت لعبد الله بن أحمد

ص ٥٢

(٢) السير إلى صيف

ص ١٩، ٦٢

(٣) السير الصغير للإمام محمد

ص ٣٥، ٦٢، ٦٩

(٤) السير الكبير للإمام محمد

ص ١٠، ٣٤، ٥٩، ٦٣، ٦٥، ٦٦

(ش)

(١) شرح تلخيص الخطاطي، لأكل الدين الباهقي

ص ٦٢

(٢) شرح الجامع الكبير للصيرى (المعجز)

ص ٥٤

(۳) شرح الجامع الكبير، للسيدي، (القرني)

ص ۵۸

(۴) شرح الجامع الكبير، لابي بكر الرازي، المصاحف

ص ۶۲

(۵) شرح السنن، لهببت الله، اللالكاني،

ص ۵۲

(۶) شرح السير الكبير، للسيدي

ص ۶۴۰، ۶۴۱

(۷) شرح السيرة، لابن سيد الناس

ص ۵۰۱

(۸) شرح كتاب الكسب، للسيدي

ص ۶۵۰

(۹) شرح مختصر الروضة، للسيدي

ص ۵۲۰

(۱۰) شرح المقالات، للسيدي

ص ۳۴۰

(۱۱) شرح شرط امام محمد للسيدي، شرح الاشياء

ص ۶۶۰

(۱۲) شرح شرط امام محمد للسيدي، للسيدي، (القرني)

(الطريق للمص)

ص ۶۶۰

(۱۳۱) شرح مؤلفه الامام محمد بن القاسم

ص ۶۶

(۱۳۲) شرح مؤلفه الامام محمد بن عثمان الكاشغري (الحلي)

ص ۶۶

ص

(۱) صفة ابن بكير

ص ۶۴

ض

(۱) الضعفاء لابن الجوزي

ص ۵۹

ط

(۱) طبقات الفقهاء

ص ۶۶

(۲) طبقات الفقهاء المتتبعين

ص ۵۴

(۳) طبقات الفقهاء المتتبعين الى الحسين بن علي

ص ۵۴

(۴) الطبقات الكبرى لابن سعد

ص ۴

(۵) طبقات الفقهاء لابن اسحاق الشيرازي

ص ۳۳، ۶۱، ۶۲

(٦) طبقات الحكماء ابن خلدون

ص ٢٠

دع

(١١) العالم والمنتم لابن أبي حنيفة

ص ١٩٠

(١٢) التقييد محمد العتيبي

ص ١٣

(١٣) عقود الجمان في مناقب النعمان

ص ١٩

(١٤) حقيقة الطحاوي

ص ٥٣٠

(١٥) عقل الميرزا

ص ٢٣١

(١٦) العقل السفينان بن سحبان البصري

ص ١٠

دع

(١٧) فضائل أبي حنيفة وأصحابه لابن أبي العوام الحافظ

ص ١٩٠، ١٨٨، ١٨٦، ١٨٤، ١٨٢، ١٨٠، ١٧٨، ١٧٦، ١٧٤، ١٧٢، ١٧٠، ١٦٨، ١٦٦، ١٦٤، ١٦٢، ١٦٠، ١٥٨، ١٥٦، ١٥٤، ١٥٢، ١٥٠، ١٤٨، ١٤٦، ١٤٤، ١٤٢، ١٤٠، ١٣٨، ١٣٦، ١٣٤، ١٣٢، ١٣٠، ١٢٨، ١٢٦، ١٢٤، ١٢٢، ١٢٠، ١١٨، ١١٦، ١١٤، ١١٢، ١١٠، ١٠٨، ١٠٦، ١٠٤، ١٠٢، ١٠٠، ٩٨، ٩٦، ٩٤، ٩٢، ٩٠، ٨٨، ٨٦، ٨٤، ٨٢، ٨٠، ٧٨، ٧٦، ٧٤، ٧٢، ٧٠، ٦٨، ٦٦، ٦٤، ٦٢، ٦٠، ٥٨، ٥٦، ٥٤، ٥٢، ٥٠، ٤٨، ٤٦، ٤٤، ٤٢، ٤٠، ٣٨، ٣٦، ٣٤، ٣٢، ٣٠، ٢٨، ٢٦، ٢٤، ٢٢، ٢٠، ١٨، ١٦، ١٤، ١٢، ١٠، ٨، ٦، ٤، ٢، ٠

(١٨) الفقه الاوسط لابن حنيفة

ص ١٩١

(١٩) الفقه الاكبر لابن حنيفة

ص ١٩١

(ج) فهرست "ابن النديم"

ص ٦٤١

(ق)

(١) فتح اهل الزيف والالهواء عن الطعن في تكملة الله الاجتهاد، الشنقيطي

ص ٢١

(ك)

(١) المجلد لابن هادي

ص ١٦١

(٢) انكسب امام محمد

ص ٦٥

(٣) انكسبات (الامالي) امام محمد

ص ٦٣١٠

(هـ)

(١) اخلاصة البرقيده من الامام وراثت عيسى الماشي

ص ٣٩١

(٢) المبسوط لابي العاصم الصامري

ص ٣٥١

(٣) المبسوط لمحمد بن الحسن (الاصل)

ص ٦٣٥٠

(٤) محقق احمد بن حنبل

ص ٣٩

(٥) كتاب المحاسن، المنسوب إلى الإمام محمد

ص ٦٥

(٦) مختصر تاريخ الذهب، لابن قاضي شبيب

ص ٢٢١

(٧) المدارك لقاضي عياض، ص ٢٠٠١٨٠

(٨) طوط، سمنون

ص ١٨٠٣

(٩) مرآة الزمان، سبط ابن الجوزي

ص ٥٩٠

(١٠) مساعي اسحاق بن منصور

ص ٥١

(١١) مسند أبي حنيفة، الإمام محمد

ص ٦٩٠٦٤

(١٢) مسند القاضي

ص ٣١

(١٣) مسامع الألبان في تاريخ القيروان

ص ٢٠٠١٥٠

(١٤) المعجم للمفهرس، لابن حجر

ص ٦٩

(١٥) سرقة الفتن، عيسى

ص ٣٠٠

(۱۶) مناقب الرازي الرازي

ص ۶۰

(۱۷) مناقب الخيام في رجال معاني آثاره همداني

ص ۵۹، ۵۸، ۵۷

(۱۸) مناقب احمد بن حنبل لابن الجوزي

ص ۶۴، ۵۰، ۳۰، ۲۰

(۱۹) مناقب ابن خلدون واصحابه الكسوي

ص ۴۸، ۴۷، ۴۶، ۴۵، ۴۴، ۴۳، ۴۲، ۴۱، ۴۰، ۳۹، ۳۸، ۳۷، ۳۶، ۳۵، ۳۴، ۳۳، ۳۲، ۳۱، ۳۰، ۲۹، ۲۸، ۲۷، ۲۶، ۲۵، ۲۴، ۲۳، ۲۲، ۲۱، ۲۰، ۱۹، ۱۸، ۱۷، ۱۶، ۱۵، ۱۴، ۱۳، ۱۲، ۱۱، ۱۰، ۹، ۸، ۷، ۶، ۵، ۴، ۳، ۲، ۱

(۲۰) مناقب الشافعي لمبيني

ص ۳۰

(۲۱) مناقب الشافعي لابن حجر (توحيه)

ص ۲۴

(۲۲) مناقب الشافعي للفرارزي

ص ۲۸

(۲۳) المنتظم لابن الجوزي

ص ۵۹، ۵۸، ۵۷

(۲۴) المنتقى شرح الموطأ للبيهقي

ص ۱۹

(۲۵) منهاج السنة لابن تيمية

ص ۳۱، ۳۰

(۲۶) الموطأ باثني عشر وعشرين رواية

ص ۱۱، ۱۰، ۹

(۲۶) الموطأ برواية اسد

ص ۳۰

(۲۷) الموطأ برواية الشافعي

ص ۲۹، ۳۰

(۲۸) الموطأ لاسم محمد

ص ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷

(۳۱) الموطأ لمعني بن يحيى العيشي

ص ۳۱، ۳۲

(۳۱) ميزان الاعتدال لعقدي

ص ۵۹

(۳۲) (ت) التاج الكبير لمصطفى بطالع الجامع الصغير، لعبد الحى الكفوي

ص ۶۲

(۳۲) نقص عثمان بن سعيد على المجتبى هفتيد

ص ۵۲

(۳۳) الزاود، رواية ابراهيم بن رستم عن محمد بن الحسن

ص ۶۵، ۶۶

(۳۴) زواد ابن ساعه

ص ۶۵

(۳۵) نواد، شام بن حميد الله الرازي

ص ۶۵

(۶) نیل الاوتلی بطریق المریاج و ذیل ابن زکریا

ص ۱۶۱

(۷)

(۱) رعدة وصايا الابی حنیفہ، مکتبہ امداد من اصحاب

ص ۱۹۱

(۲) وانیات الامعیان ابن خلکان

ص ۵۰

(۸)

(۱) البار و نیات الامام محمد بن الحسن

ص ۶۵۱

(۲) المصاحف الطرغینی

ص ۴۰۱

یہ ہے ان کتابوں کی فہرست جن سے اس کتاب کی ترمیم و تفسیر میں مدد لی گئی ہے۔ اور جن کے صفحات کی بنیاد پر امام محمد بن الحسن کی یہ سیرت طبع ہوئی ہے۔ — احتیاطاً اس کا تلاش و تفحص میں دشواری نہ ہو، ہر کتاب کے نیچے کی سطریں ان صفحات کا حوالہ دے دی گئی ہے جن سے کچھ حوالہ اخذ کیا گیا ہے۔

آثار امام حسن امام ابو یوسف

Riaz/2009

رئیس احمد حفصی



طوبیٰ ریسرچ لائبریری

اسلامی اردو، انگلش کتب،

تاریخی، سفرنامے، لغات،

اردو ادب، آپ بیتی، نقد و تجزیہ